

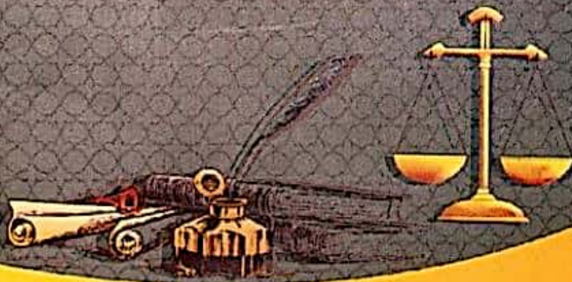
العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ پر اعتراضات کے مدلل جوابات

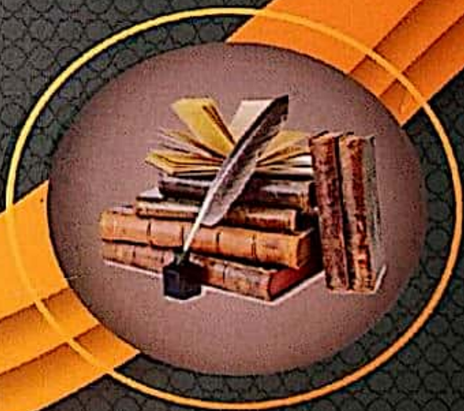
حالات و افکار

مفتی اعظم اقتدار احمد خان نعیمی بدایونی

تحقیق کاوش

محمد راشد نعیمی





نعیمی کتب خانہ

العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ پر اعتراضات کے مدلل جوابات

حالات و افکار

مفتی اعظم اقتدار احمد خان نعیمی بدایونی

تحقیق و کاوش
محمد راشد نعیمی

نعیمی کتب خانہ، لاہور
042-37248927

نام کتاب ———— حالات و افکار
مفتی اقتدار احمد خان نعیمی بدایونی

تحقیق و کاوش ———— محمد راشد نعیمی

تعداد ———— 1100

اشاعت ———— 2017ء

ہدیہ ————



نعیمی کتب خانہ، لاہور و گجرات

انتساب

اپنی اس حقیری کاوش کو مجددِ ملت امام شریعت و طریقت شیخ الاسلام والمسلمین مجددِ اربعۃ عشر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الحاج المفتی القاری الحافظ سیدی ومولائی کنزی وذخری لیومی وغدی

امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ عنہ

فاضل بریلی کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ کہ آج جو کچھ بھی ہے اہل سنت و جماعت کے پاس سب انہیں کے کلمات کی خدمت کا نتیجہ ہے اور انہیں کی بارگاہ دولت کا حصّہ رسد بٹتا ہوا صدقہ ہے۔

محمد راشد نعیمی

فہرست

حیات مبارکہ مُفسّرِ شہیر المتوفی ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۴ء

حضرت پیرِ طریقت مرشدِ انام رہبرِ شریعت مفتیِ اسلام مفسرِ قرآن شیخ الحدیث و التفسیر فاضلِ جلیل مفسرِ شہیر خلفِ الرشید حکیم الامت الحاج المفتی صاحبزادہ محمد اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت مبارکہ:

ماہ اپریل بروز جمعۃ المبارکہ بوقت اشراق بمطابق شمسی ۱۹۴۱ء قمری ۱۳۶۳ھ

مقام ولادت:

ہندوستان کے مشہور شہر ضلع بدایوں کی بستی اوجھیانی ریاست اتر پردیش موسم بہار میں ہوئی۔

نسب نامہ:

مفتی محمد اقتدار احمد خان نعیمی قادری اشرفی بدایونی عرف مصطفےٰ میاں ابن حضرت حکیم الامت الحاج المفتی احمد یار خان نعیمی قادری اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا محمد یار خان ابن مولانا منور خان رحمۃ اللہ علیہ یہ بزرگ فارسی دان، اور فارسی زبان کے ماہر اُستاذ تھے اور اِنکے فرزند اپنے وقت میں شب زندہ داروں میں شمار ہوتے تھے۔

خاندان و قبیلے کے لحاظ سے یوسف زئی ہیں۔ یوسف زئی قبیلے کے بارے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرمودہ: کہ یوسف زئی پٹھانوں کا شجرہ حضرت بنیامین علیہ السلام ابن حضرت یعقوب علیہ السلام تک خود میرے پاس موجود ہے۔ از فتاویٰ نعیمیہ جلد ۵، ص ۲۴۵

ابتدائی تعلیم و تربیت:

اوّل تا آخر علوم و فنون علمِ تفسیر و حدیث اور نصاب مفتی اعظم و علوم فقہ و سیرت، علم تواریخ، علم زبان و بیان غرض تمامی علوم کو اپنے والدِ محترم الحاج المفتی حضرت حکیم

الامت رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ اس سلسلے میں خود حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم دو بھائی ہیں درسِ نظامی میں ہم دونوں بجز والدِ محترم کے کسی اور کے شاگرد نہیں، خاص کر میں نے تو کسی علم میں بھی کسی کی شاگردی نہیں کی ہاں بوستان تک میں نے اپنے بزرگ برادر قبلہ مفتی مختار احمد خان صاحب سے پڑھے جبکہ وہ خود بھی حکیم الامت سے پڑھا کرتے۔ از فتاویٰ نعیمیہ جلد اوّل دیباچہ۔

تعلیمی لیاقت:

مفتی، مفسر، ماہر مناظر، شارح احادیث خیر الانام، شیخ القرآن والحدیث فقہی محقق، نقاد، تاریخ دان، عربی دان، فارسی دان، مفتی اعظم، عالم فاضل، مدرس، نعت گو شاعر۔

بیعتِ مرشد:

حضور مفتی اعظم پاکستان صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان عرف مصطفےٰ میاں رحمۃ اللہ علیہ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خان ابن مجدد وقت اعلیٰ حضرت مفتی قاری حافظ حاجی مرشد انام حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان سے بیعت تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیعتِ برکت خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ ابو البرکات شاہ سے حاصل تھی اور یوں اپنے والد محترم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید اور سچے جانشین قرار پائے ذرا اس بارے میں حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنتے ہیں آپ فرماتے ہیں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس دار فانی سے رخصت ہوتے ہوئے دائمی طور پر ہمیں اس پاک در اور مُقدّس چوکھٹ پر جھکا دیا جہاں سے خود بھی تمام عمر کھایا اور ہمیں بھی کھلایا اور بڑی محنتوں سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک دروازے سے مانگنے کا ڈھنگ سکھایا۔ میرے پاس جو کچھ ہے سب انہی کا ہے فقط ہاتھ میرا تو قلم اور فیض انہی کا ہے۔

قلمی خدمات کا آغاز اور عطائے جُبّہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ:

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ نویسی کا آغاز بتاریخ شمسی مطابق ۱۹۵۹ء قمری ۱۳۷۸ھ کو کیا اس وقت آپ کی عمر شریف ۱۸ سال تھی۔

سوال تھا کہ اگر کوئی بالغہ لڑکی اپنا نکاح نہیں کرتی تو کیا اس کے باپ پر کوئی گناہ ہے یا نہیں۔

کیونکہ لڑکی کا باپ امام مسجد بھی ہے اور لوگ اعتراض کرتے ہیں اور پیچھے نماز بھی نہیں پڑھتے۔ کہتے ہیں کہ تم پر بھار ہے۔ جب اس سوال پر فتویٰ تحریر ہو چکا تو حکیم الامت کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ پڑھا اور اُٹھ کر شفقت و خوشی میں معانقہ کیا اور فرمایا کہ مجھے تم سے اُمید ہے کہ تم میرے کام اور بوجھ کو سنبھالو گے۔ یہ فتویٰ اگرچہ تم نے کچھ دراز کر دیا ہے مگر بھئی خوب محنت سے لکھا۔ اس فتویٰ پر تم کو ایسا عظیم انعام دوں گا کہ جس کا مجھ کو تم سے پہلے کوئی حق دار اور لائق نظر نہیں آتا تھا۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اس انعام کے حق دار و لائق ہو اور تم ہی اس کے مستحق ہو۔ حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ میں نہ سمجھا کہ وہ انعام کیا ہے خیال گزرا کہ شاید کچھ روپے ہونگے یا حضرت کا تولیہ، رومال، قمیض وغیرہ ہو گی کہ آپ اکثر مجھ کو اپنی اس طرح کی چیزیں عطا فرمایا کرتے تھے مگر باعث جھجک و رُعب میں کچھ استفسار نہ کر سکا۔ قبلہ عالم اگرچہ بہت خوش خلق و خوش طبع تھے مسکراہٹ تو بعد وفات شریف بھی چہرہ انور سے عیاں تھی۔ کیونکہ رُعب کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جید علماء و استاذ العلماء بھی یہاں تک کہ وہابی سائلین علماء بھی نگاہیں نیچی کر کے بات کرتے تھے، حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری خاموشی پر پھر آپ نے فرمایا کہ میاں تم نے ایسا شاندار فتویٰ لکھ کیسے لیا۔ پہلی دفعہ تم نے قلم کو ہاتھ لگایا ہے مجھ کو تو یقین ہی نہیں تھا کہ تم بھی کچھ لکھو گے۔ بہت لوگوں نے ہم سے فتویٰ نویسی سیکھی مگر بہت جھک مارنی پڑتی تھی۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری غیب سے حضور غوث پاک نے مدد فرمائی ہے۔[1] حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی حضور بات یہ ہے کہ جس دن آپ نے میرے سپرد یہ سوال فرمایا تھا۔ میں نے تقریباً گیارہ مرتبہ اس سوال کو پڑھا

---

[1] ایک بار حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ نے اپنے والدِ محترم حضرت حکیم الامت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ سے سختی کی شکایت کی کہ حضور آپ مجھ پر اتنی سختی کیوں فرماتے ہیں، فرمایا کہ تم کو سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ نے مانگا ہے، تا کہ تم بارگاہِ غوثیت کے قابل ہو جاؤ۔

کچھ سمجھ میں نہ آئے کہ جواب کیسے لکھوں اور ابتداء کیسے ہو بہت دِن شش و پنج میں پڑا رہا ایک دِن آپ نے سیلچی میں کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے مجھے ہی فرمایا کہ جاؤ یہ پانی پھینک آؤ، میرا تو پہلے ہی کچھ اور ارادہ تھا اسی لئے نئی سیلچی لایا تھا اور قریب ہی کھڑا ہاتھ دھلا رہا تھا آپ نے کیونکہ پھینکنے کا حکم دیا تو وہ میں نے اُٹھا کر تنہائی میں جا کر سب پی لیا اور اُسکا دھون بھی پی لیا۔ تو مجھ کو کامل یقین ہے کہ آپ کے ہاتھوں کے دھون کا فیض ہے جب میں آپ کے پاس دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے عجیب نظروں سے مجھ کو دیکھا تھا میں گھبرا گیا کہ شاید آپ نے مجھ کو دیکھ لیا یا اندازہ لگا لیا مگر پھر آپ کے کچھ استفسار نہ کرنے پر میں مطمئن ہو گیا حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا ہاں ہمیں بھی اُس دن کچھ شک گزرا تھا۔ کیونکہ جس قریبی گوشے میں تم نے چھپ کر پانی پیا تھا وہاں تمہارے دامن کا ایک حصہ نظر آ رہا تھا پھر تم خالی سیلچی لے کر بڑے باورچی خانے میں آ گئے اس سے ہمیں شک گزرا تھا۔ دوسرے دن مجھے بالکل تنہائی میں بلوایا اور فرمایا کہ وضو کر کے آؤ میں وضو کر کے حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ دیکھو میں تم کو ایک عظیم تحفہ دینا چاہتا ہوں کیونکہ تم کو اس لائق سمجھتا ہوں۔ میں نے اشتیاق بھری نظروں سے دیکھا تو آپ کی آغوش مبارک میں ایک بہت چمک دار باریک لپیٹا ہوا کپڑا تھا ارشاد فرمایا کہ یہ وہ جبہ شریف ہے جو چند گھڑیاں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے جسم اطہر کے ساتھ لگا۔ جو اس میں فیوض ہیں تم کو بعد میں معلوم ہونگے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جب حضرت صدر الافاضل شیخی و مرشدی و اُستاذی المکرّم کو فیوضات و برکات سے نوازا اور لائق پایا تو یہ جُبّہ مبارک ان کی حفاظت میں دیا جب انہوں نے مجھے اس جُبّہ مبارک کے لائق پایا تو مجھ کو نوازا، اب میں تم کو اس لائق سمجھتا ہوں تو تم کو یہ انعام ہے۔ انعام کیا تھا علم لدنی و تشریحی کے دریا موجزن ہو گئے۔ فالحمد للہ

روز مرہ کے مشغالات:

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے دِن کا آغاز نماز تہجد سے شروع کرتے اور نماز فجر و ذکر و اذکار

تلاوت قرآن مجید تو وقت زوال تک جاری ہی رہتی تھی اور بعد نماز اشراق و چاشت کے نوافل کے ڈیڑھ گھنٹہ آرام فرماتے ، ٹھیک سوا گیارے بجے بیدار ہو کر وضو فرماتے پھر تصنیفی کام کا آغاز فرماتے۔ ملنے والوں کا آنا جانا لگا رہتا اور بعض سائل تو ٹیلی فون پر ہی مسائل پوچھ لیتے تھے۔

مختصراً تعارف اشرف التفاسیر المعروف تفسیر نعیمی شریف:

محترم قارئین! یقیناً آپ باذوق ہیں اور آپ کی ذوقی تسکین کیلئے تفسیر نعیمی شریف کی چند خصوصیات ذکر کیں جاتیں ہیں۔

۱۔ تفسیر نعیمی شریف کسی تعارف کی محتاج تو نہیں ہے مگر تعارف کا مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ اور پیارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے غلاموں پر کیسی کیسی مہربانیاں ہوئیں اور ان پیارے غلاموں نے بھی اس اُمت مرحومہ پر کیسے کیسے احسان فرمائے۔

۲۔ تفسیر نعیمی عصر حاضر میں مقبول و مستند ترین اُردو زبان میں لکھی ہوئی تفسیر ہے۔

۳۔ تفسیر نعیمی سب سے مبسوط و مستند اور مدلل و مفصل تفسیر لکھی گئی ہے۔

۴۔ تفسیر نعیمی میں تمام اہم تفاسیر کے مضامین، و نچوڑ شامل ہیں۔

۵۔ تفسیر نعیمی میں اہل سنت و جماعت کے عقائد کا اثبات ہے۔

۶۔ تفسیر نعیمی میں فقہی مسائل کا خزانہ و فوائد قرآنی سے بھرپور۔

۷۔ تفسیر نعیمی میں قرآنی آیات پر اعتراضات کے جوابات

۸۔ تفسیر نعیمی میں میں پہلے متن اور دو ترجے پہلا لفظی اور دوسرا با محاورہ

۹۔ تفسیر نعیمی میں آیت کی تفسیر نحوی تفسیر عالمانہ کے علاوہ تمام آیات کی تفسیر صوفیانہ۔

۱۰۔ تفسیر نعیمی میں تمام آیات کے ترجمہ و تفسیر میں سادہ اور سلیس زبان، نہایت ہی دیدہ زیب چھپائی۔

۱۱۔ تفسیر نعیمی کا انداز ایسا ہے کہ صاحب ذوق کی تسکین ہو جاتی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگوں سے یہ سنا گیا ہے کہ جیسی تفسیر قبلہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے، ویسی تفسیر حضرت صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نہ لکھ سکے۔ نقاد: حضرات کے حضور صرف اتنی گزارش ہے کہ آپ صرف حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی تفسیر کے متعلق خصوصیات انہی کی زبانی سنیئے اور اپنے اس بے فائدہ خیال کو دیکھیں اور غور وفکر کے بعد یقیناً کہنا پڑے گا کہ حضرت مفتی اسلام مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح راستے کا انتخاب فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی سابقہ تفسیروں یعنی جلد ۱۱ کی آخری چوتھائی اور جلد ۱۲ میں اور ان میں یعنی ۱۳، ۱۴ میں وہی طرز اختیار کی جو قبلہ والدِ محترم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمائی تھی صرف فرق اتنا ہے کہ ہر شعبۂ تحریر کو علیحدہ کر دیا۔ مثلاً تفسیر نحوی کو علیحدہ کر دیا اور مسائل فقہی کو میں نے احکام القرآن کا نام دے کر علیحدہ کر دیا اور ان دونوں حصوں کو میں نے کافی وسیع کر دیا، جب کہ پہلے یہ دونوں شعبے تفسیر عالمانہ میں شامل تھے اور ہیں بھی اور کچھ مختصر تھے۔ ۱۲ بارہویں سپارے تک میں نے صرف تفسیر نحوی کو وسعت دیکر علیحدہ کیا تھا۔ لیکن اب ان تین سپاروں میں مسائل فقہیہ بھی احکام القرآن کے عنوان سے قطعی علیحدہ کر دیئے ہیں۔ نیز میں نے شروع سے ہی اپنی تمام تحریر میں مفسرین کے مخصوص طریقے اور روش سے ہٹ کر فقیہانہ طرز اختیار کی ہے۔

محدثین کرام و مفسرین عظام کے کام:

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ محدثین و مفسرین مثل پنساری کے

ہیں اور فقہاء کرام مثل حکیم حاذق کے ہیں، جس طرح پنساری کا کام صرف دوائیں جمع کرنا ہے اور دواؤں سے دکان کو بھرنا دواؤں کو چھان پھٹک کر صاف کرنا ہے مگر دواؤں کو تجویز اور تخصیص اور اثرات و نتائج کو جاننا، حکماء اور ڈاکٹروں کا کام ہے۔ اسی طرح محدثین کا کام ہر طرح کی حدیثیں جمع کرنا اور اُنکی چھان بین تفتیش حال کر کے ضعف و صحت و شہرت و موضوعیت کا پتہ لگانا اور بتانا ہے اور مفسرین کا کام آیت قرآنی سے متعلق تمام تفسیری، تاویلی، تحریفی، تعبیری، اقوال نقل کر دینا ہے کہ وہ یہ کہتا ہے وغیرہ

فقہاء اُمت کا کام:

مگر یہ کام فقہاء کرام کا ہے کہ کس حدیث سے کیا مسائل مستنبط، کیا فوائد حاصل ہوئے اور کس پر کیا دشواریاں لازم آتی ہیں۔ اسی طرح فقیہ کا کام ہے کہ بتائے اور جانے کہ کون سی تفسیر صحیح ہے کون سی غلط، کون سی مشکوک، کون سی متروک کیا تاویل ہے اور کیا تحریف ہے، کیا تعبیر ہے، کیا تعبیری قول ہے اور کیا تاریخی پیوند ہے لہٰذا عوام پر اشد ضروری ہے کہ خود قرآن و حدیث و تفاسیر کو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ تمام دینی معلومات کے لئے پہلے فقہاء اُمت کی بارگاہ میں آئیں، وہ بتائیں کہ یہ تاریخ، یہ کتاب، یہ تفسیر، یہ شرح حدیث پڑھو تب کسی کتاب یا تفسیر کو عوام ہاتھ میں لیں۔ ورنہ اس دورِ گمراہی میں ہر طرف ایسی غلط تفسیروں، تاویلوں، تحریفوں، تاریخوں کی کثرت ہے کہ گمراہی ایک قدم پر مل جاتی ہے، ایمان ایک ساعت میں صفا نکل جاتا ہے۔ نیز آج عوامی سطح پر فی زمانہ دینی معاملات میں اس قدر سستی کاہلی ہے کہ دین کو بچانے کے لئے اتنی محنت بھی گوارہ نہیں کہ مجلس علماء فقہاء کرام تک ہی آ جائیں۔

آج کی خطابت و فقاہت:

اور پھر اس پر مصیبت یہ کہ ان لوگوں کو لبادۂ علمی مل گیا اور وہ لوگ خطابت و فقاہت پر قابض ہو گئے ہیں جن کو صحیح روزمرہ کے انتہائی ضروری مسائل اور کار آمد مسائل معلوم

نہیں ہوتے، فقہ اسلامی اور تفتیش مسائل تو بڑی دور کی بات ہے اور پھر آج کل لائبریری سجانا بھی ایک فیشن بنتا جا رہا ہے، عمدہ کاغذ خوبصورت جلدیں سنہری لکھائی ہی پسند کا معیار ہے۔ جب کہ اصل چیز مضمون ہے اور مصنف کی نسبت علمی و فقہی ہے۔ آج کا عوامی سلسلۂ مطالعہ زیادہ تر ایمانیات اسلامیات، عقائد حسنہ کے لئے زہر قاتل ہے اور آتش سوزاں کی حیثیت رکھتا ہے آج کا دینی تفتیش کا خواہش مند جب اس طرح کی تفسیروں کا مطالعہ کرتا ہے اور ایسے متضاد نظریوں کا مظاہرہ دیکھتا ہے تو یہ گمراہ ہو جاتا ہے یا بیزار۔ اس کی وجہ یہ تفسیریں اب زیادہ تر مضر ثابت ہو رہی ہیں، ان تمام تر ذہنی خطرات و مصائب کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اپنی آئندہ تمام تر تصنیفات میں تنقیدی پہلو کو اختیار کیا ہے اور مفسرین کے تمام صحیح اور غلط اقوال درج کر کے، صحیح اور غلط کی تفریق اور وجہ بھی ثابت کر دی ہے۔ اب ان مضامین و تفسیری نکات کو پڑھ کر کم از کم مبتدی طالب علم اور تحقیق کا خواہش مند کسی الجھاؤ اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوگا اور کسی نتیجے پر پہنچ سکے گا۔

آج کی اسلامی لائبریری اور متضاد نظریات:

اس خطرناک حقیقت تلخ تجربے اور نقصان دہ مشاہدے سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اپنے پرایوں نے مل کر اسلامی لائبریری کو مختلف متضاد نظریات کی تصنیفات سے اس قدر الجھا دیا ہے کہ نماز، روزے کے مسائل سے لے کر عدالت اسلامیہ کے بڑے بڑے آئین اسلامی تک ایک بھی ایسی تشریح، تاویل نہیں ملتی، جہاں دانشورانِ اسلام ایک سٹیج پر سر جوڑے دکھائی دیتے ہوں۔ ہر چھوٹے چھوٹے مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ اختلاف ملتا ہے۔ دنیوی ماہرین کافی حد تک مختلف مسائل میں متفق ہو جاتے ہیں۔ مگر دین کے اساتذہ میں یہ جرأت اور فراخدلی پیدا نہیں ہوتی اور پھر یہ صرف مسلمانوں میں ہی بدقسمتی پھیلائی گئی ہے یہود و نصاریٰ اکثریت میں متفق دکھائی دیتے ہیں۔ مجھ کو اس کی

دو وجہ سمجھ آئی ہیں، ایک یہ کہ یہ الجھاؤ اپنوں سے زیادہ غیروں نے پیدا کیا اور اپنوں نے اس کو تشہیر کیا۔ یہ نہ سوچا کہ آئندہ زمانوں میں آپ کی ان ہی حرکتوں سے دین کو کھیل سمجھ کر ہر شخص دین میں ٹانگ آزمائی کی کوششیں کرے گا اور دین کے معاملے میں خوف خدا ختم ہو جائے گا، دوسری وجہ یہ کہ رب تعالیٰ کی طرف سے دین و دُنیا کے سٹیج تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ تو اگر انسان اپنے ہی سٹیج پر رہ کر کام کرے تو مصلحِ قوم ہو سکتا ہے۔ جب کبھی کوئی انسان اپنا کام اپنی ذمہ داریوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں دخل اندازی کرے گا تو خرابی اور تفرقے کا باعث بنے گا۔ مثلاً امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے امام زُہد و تقویٰ کے اُونچے مقام پر ہیں، تو اگر یہ محترم امام تصوف کے میدان میں اپنے جوہر دکھاتے تو بھلا تھا مگر اُنہوں نے اپنے مقام سے ہٹ کر علم و اجتہاد میں دخل اندازی شروع کر دی جو اِنکے بس کی بات نہ تھی، لہٰذا ایسے غلط اقدام اُٹھائے کہ بعد والوں کو مصیبت پڑ گئی، کتنا ہی بڑا عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔ مگر اس کو غیر قانونی بے دلیل اسلام میں دخل اندازی کی اجازت تو نہیں دی جا سکتی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے حصے ایک اور بڑی خطرناک تخریب کاری آ گئی ہے۔ وہ یہ کہ جب کسی صاحبِ قلم مقبول و معتبر اور مشہور شخصیت کو دیکھا، جس کی تحریرات، تصنیفات و اقوال کو سند کی حد تک مانا جاتا ہو تو شر پسندوں نے اس میں ملاوٹ کر دی۔ یا اپنے باطل دین کی حمایت حاصل کرنے کے لئے اس پاک دامن مُعطر و مُنور کتاب میں اپنے گندے عقیدے شامل کر دیے ہیں اور خفیہ چھاپ کر مشہور کر دیا، جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کتب الٰہیہ کے ساتھ سلوک کیا اور بعد کے تخریب کاروں نے تفسیر ابن عباس میں اسرائیلیات کی ملاوٹ کر دی اور کسی نے غنیۃ

الطالبین میں جھوٹی اور غلط باتیں شامل کر دیں۔ ل

اسی لئے اہل درد اور قوم کے سچے خیر خواہ علماء و محققین پر لازم آیا کہ ان کتابوں کے نام کو ہی سند نہ بنائیں یا ان مصنفین کرام کے احترام و عقیدت کی بناء پر اپنی قوت فکر سے علیحدہ

ل سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین شریف کی نسبت فرماتے ہیں کہ صرف حضرت محدث شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسے تصنیف حضور پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نہ کہنا نفی مجرد ہے اور امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی کہ اس کتاب میں بعض مستحقین عذاب نے الحاق کر دیا ہے فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں صرف ترجمہ۔ خبردار دھوکہ نہ کھانا اُس سے جو امام الاولیاء سردار اسلام والمسلمین حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی غنیۃ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں اُسے حضور پر افترا کر کے ایسے شخص نے بڑھا دیا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اُس سے بدلہ لے گا۔ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ اُس سے بری ہیں ثانیاً اسی کتاب میں تمام اشعریہ یعنی اہل سنت و جماعت کو بدعتی گمراہ گمراہ گر لکھا اس میں حنفیہ کی نسبت کچھ ہو تو کیا جائے شکایت ہے لہذا کوئی محل تشویش نہیں۔ ثالثاً پھر یہ خود صریح غلط اور افترا بر افترا ہے کہ تمام حنفیہ کو ایسا لکھا غنیۃ الطالبین کے یہاں صریح لفظ یہ ہیں کہ ہم بعض اصحاب ابی حنیفۃ یعنی وہ بعض حنفی ہیں اس سے نہ حنفیہ پر الزام آسکتا ہے نہ معاذ اللہ حنفیت پر آخر یہ تو قطعاً معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ حنفیہ میں بعض معتزلی تھے جیسے زمخشری صاحب کشاف و عبدالجبار و مطرزی صاحب مغرب و زاہدی صاحب قنیہ و حاوی و مجتبیٰ پھر اس سے حنفیت و حنفیہ پر کیا الزام آیا، بعض شافعیہ زیدی رافضی ہیں اس سے شافعیہ و شافعیت پر کیا الزام آیا مجد کے وہابی سب حنبلی ہیں پھر اس سے حنبلیہ و حنبلیت پر کیا الزام آیا جانے دو رافضی خارجی معتزلی وہابی سب اسلام ہی میں نکلے اور اسلام کے مدعی ہوئے پھر معاذ اللہ اس سے اسلام و مسلمین پر کیا الزام آیا۔ رابعاً کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں بسند صحیح حضرت ابوالتقی محمد بن ازھر صریفینی سے ہے مجھے رجال الغیب کے دیکھنے کی تمنا تھی مزار پاک امام محمد رضی اللہ عنہ کے حضور ایک مرد کو دیکھا دل میں آیا کہ مردان غیب سے ہیں وہ زیارت سے فارغ ہو کر چلے یہ پیچھے ہوئے اُنکے لئے دریائے دجلہ کا پاٹ سمٹ کر ایک قدم بھر کا رہ گیا کہ وہ پاؤں رکھ کر اُس پار ہو گئے اُنہوں نے قسم دیکر روکا اور اُنکا مذہب پوچھا فرمایا حنیفا مسلما وما انا من المشرکین۔ یہ سمجھے کہ حنفی ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیلئے حاضر ہوئے حضور اندر ہیں اور دروازہ بند ہے ان کے پہنچتے ہی حضور نے اندر سے ارشاد فرمایا اے محمد آج روئے زمین پر اس شان کا کوئی ولی حنفی المذہب نہیں۔ کیا معاذ اللہ گمراہ مذہب لوگ اولیاء ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم جلد نہم ص ۲۸ مسائل کلامیہ)

نہ ہوں بلکہ ہر کتاب کو تنقیدی نظر سے دیکھتے ہوئے باطل کے جال کو توڑتے ہوئے عوام کے سامنے صحیح مسائل سچے نظریات قرآن و حدیث کی روشنی اور دلائل و مطابقت کرتے ہوئے راستہ صاف کرتے چلے جائیں اب یہ کام موجودہ علماء مصنفین محققین کا فرض منصبی ہے ان وجوہ کی بنا پر میں نے اپنی تفسیر کا رخ نہایت محنت، دلائل اور خوش اسلوبی سے تحقیق و فقاہت کی طرف موڑ دیا تا کہ موجودہ الجھاؤ پریشانی دور ہو (ماخوذ: تفسیر نعیمی ۱۵ دیباچہ)

تفسیر نعیمی شریف کے آخری نو پاوروں کی خصوصیات

خصوصیات:

۱۔ قبلہ عالم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر نعیمی شریف کے پہلے پونے گیارہ سپاروں کی تفسیر میں کئی جگہ تعلقات کا ذکر فرمایا اور اکثر جگہ سپاروں میں آیات کا تعلق چھوڑ کر صرف تفسیر کو ہی درج فرمایا، مگر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تو ہر جگہ متن و ترجمہ کے بعد آیات کے تعلق کو بیان فرمایا ہے کہ ان آیات کا پچھلی آیات سے کیا تعلق ہے۔

۲۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے علیحدہ تفسیر نحوی کو درج نہ فرمایا، بلکہ کسی کسی جگہ تفسیر عالمانہ میں درج فرماتے ہیں۔ مگر مفسر شہیر رحمۃ اللہ علیہ نے شعبۂ نحو کو علیحدہ کر کے درج فرمایا جس میں تمام آیات کی تفسیر نحوی درج فرمائی گئی ہے اور اس شعبۂ نحو کو کافی وسیع کر دیا گیا ہے۔

۳۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے آیات کے تعلق کے فوراً بعد ہی تفسیر عالمانہ شروع کر دی ہے مگر قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آیات کے تعلق کے بعد تفسیر نحوی لکھ کر علماء نحو و عوام طالبہ کیلئے آسانیاں پیدا کر دی ہیں جس سے ایک فاضل سے لیکر عام نحوی طالب علم تک استفادہ کر سکتا ہے۔

۴۔ حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مفسر شہیر، تفسیر فرماتے کہیں احکام القرآن

وفقہی مسائل کا ذکر کرتے ہیں بالکل مختصر، مگر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں ہر شعبہ تحریر علیحدہ علیحدہ کر کے احکام فقہی و مسائل فقہی کو احکام القرآن کا نام دے کر بہت وسیع کر دیا ہے۔ جو کہ عام مفسرین کی روش سے ہٹ کر ہے اور محققانہ طرز تحریر کا شاہکار ہے۔

۵ عام مفسرین قرآن بڑے ذوق و شوق سے متعلقہ ذمہ داری سے اپنے آپ کو سبکدوش کرنے کیلئے صرف اتنا درج فرماتے ہیں جو ان کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔ مثلاً آیات قرآنی کے متعلق تمام تفسیری، تاویلی، تحریفی، تعبیری، تاریخی اقوال کو نقل فرما دے کہ وہ یہ کہتا ہے، یہ وہ کہتا ہے بس، مگر فقہاء کرام کا کام یہ ہے کہ کس حدیث سے یہ مسائل مستنبط ہوئے، اور کیا احکام ثابت ہوئے، کیا فوائد حاصل ہوئے اور کس پر کیا دشواریاں لازم آتی ہیں اسی طرح ایک فقیہ کی ذمے داری ہے کہ وہ بتائے کہ کون سی تفسیر صحیح ہے کون سی غلط ہے اور کون سی مشکوک، کون سی متروک ہے، کیا تاویل ہے اور کیا تحریف ہے اور کیا تعبیر ہے اور کیا تعبیری اقوال ہیں اور کیا تاریخی پیوند ہے الحاصل کہ حضور مفتی اسلام مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام شعبہ جات پر خوب سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور اپنی تفسیر میں محققانہ طرز اختیار فرمائی۔

۶ حضرت قبلہ عالم حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تنقیدی پہلو سے بچا کر ہر ایک کیلئے آسانیاں پیدا فرما دیں۔ مگر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریرات کا رُخ ہمیشہ ہی تنقیدی اور تعمیری ہی رکھا اور تفسیر نعیمی شریف کا رُخ نہایت ہی محنت اور خوش اسلوبی سے تحقیق اور فقاہت کی طرف موڑ دیا۔ بلاشبہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علم تفسیر کے اندر جدید طرز اختیار فرما کر ثابت کر دیا کہ قرآن کریم کی تفسیر لکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے اس سے متعلق ایک واقعہ بیان کر کے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم ایک دفعہ غالباً ۲۰۰۰ء ماہ اکتوبر بسلسلۂ عرس حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے علماء اور عوام مریدین ملاقات کیلئے حاضر تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علماء سے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ مل کر تفسیر نعیمی شریف کو مکمل فرما دیں تاکہ یہ تفسیر یادگار ہو جائے، تو علماء نے صاف معذرت کر لی کہ حضور والا: جیسی تفسیر آپ فرماتے ہیں یہ آپ کا ہی خاصہ ہے ہم سے ایسا کام نہیں ہو سکتا۔

آخری گزارش ہے کہ تفسیر نعیمی شریف آخری نو پاروں کی تفسیری عبارات کو بنظر عمیق مطالعۂ میں لایا جائے اور دوسری دستیاب تفسیروں سے تقابل بھی کیجئے۔ علاوہ ازیں کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کل ۷۰۹۱ صفحات تفسیر نعیمی شریف کے تحریر کیے۔ محترم قارئین کرام! یہ تھے مختصر تفسیر نعیمی شریف کے متعلق خیالات اُمید ہے کہ آپ کو پسند آئیں گے۔







تعارف

العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ شریف

۱۳۹۶ھ۔۱۹۷۶ء

فقہ و افتاء:

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ مفسر شہیر تو تھے ہی مگر علوم فقہ اسلامی و افتاء و قضایا میں جو مہارت تامہ حاصل تھی وہ بھی کمال کی تھی، کیونکہ یہی وہ فن فقہ جس کے لئے صرف علوم اسلامیہ اور فنون دینیہ میں مہارت کافی نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لئے ضروری از حد ضروری ہے کہ کسی ماہر تجربہ کار مفتی اسلام کے حضور زانوائے تلمذ تہ کرے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ردِّ وہابیہ اور افتاء یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی پڑھنے سے نہیں آتے ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک طبیب حاذق کے مطب میں سات برس بیٹھا ہوں۔ مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش اور جاں فشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں، مگر جب حضرت والدِ ماجد قدس سرہ کے حضور پیش کیا۔ تو اُنہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ردّ ہو گئے۔ (الملفوظ)

محترم قارئین کرام ہمارے مطالعہ کے مطابق حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کہ ایک ماہر و تجربہ کار مفتی کے فتوؤں میں ہونی چاہئے۔ مثلاً۔ ۱ کتاب اللہ سے استدلال ۲ حدیث رسول اللہ سے استدلال ۳ اجماع اُمت سے استدلال ۴ فتاویٰ

کے ثبوت میں کتاب و سنت کے عموم و اطلاقات سے استدلالات ۵ فقہی جزئیات سے استدلال ۶ متعارض دلائل میں تطبیق ۷ ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید کی تعیین و تشریح ۸ فتاویٰ میں تحقیق و تنقیح مناظر کا لحاظ ۹ سائل کی اُلجھن کا ازالہ ۱۰ حالات زمانہ کی رعایت ۱۱ مسائل شرعیہ کے اسرار و حکم ۱۲ بدمذھبوں کے دلائل کا جواب اور اُنکی گرفت ۱۳ نو پیدا مسائل کے احکام کی تخریج ۱۴ اختلافی مسائل میں اعتدال کی روش ۱۵ رسم المفتی پر نظر و استحضار ۱۶ اعتاد پر مبنی مسائل کا مسکت و الزامی جواب ۱۷ تحقیق بدلنے کی صورت میں حکم سابق سے رجوع۔ ۱۸ جو مسئلہ منقح نہ ہو سکے اس میں توقف یا ادری کا اظہار ۱۹ مستفتی کی زبان کی رعایت ۲۰ جواب میں اختصار و جامعیت ۲۱ عقلی و نقلی دلائل کی بھرمار ۲۲ فلسفہ و سائنس کے علوم میں مہارت تامہ، ۲۳ مرجوع اقوال کی نشاندہی ۲۴ راجح اقوال سے انتخاب اصح و تاویلی باریکیاں، محترم قارئین کرام! فتاویٰ نعیمیہ شریف میں یہ سب خوبیاں موجود ہیں کیونکہ فتاویٰ رضویہ شریف جن حالات میں لکھا گیا اُس وقت لوگ اتنی بکواسات نہیں کرتے تھے جتنی اب کرتے ہیں۔ اس لئے اب اس دور میں جہاں علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے کہ ہر بندہ چھوٹے بڑے مسئلے میں دلیل کا طالب نظر آتا اور ساتھ ہی تخریج کا طلب گار ہے۔ جب اپنی پسند کی دلیلیں نہیں پاتا تو اُلٹی سیدھی بکواس کرنی شروع کر دیتا ہے۔ نتیجتاً علوم فقہ کا انکاری، جو دلیل سمجھ نہ آئی، اُس سے منکر اور فقہاء عظام سے تنفر کا وطیرہ اپنا لیتا ہے۔ بعض نادان مولویوں نے اپنی اپنی پسند کا معیار قائم کر رکھا ہے جس کی آڑ میں فقہاء اُمت کی جناب میں دل کھول کر گستاخیاں کیں۔ وجہ اس کی تصلب فی دین کی جگہ تعصب فی دین سے کام لیا اور جن بزرگوں نے تصلب فی دین کا دامن پکڑا وہ کامیاب ہوئے۔ اُنہوں نے اپنے فقہاء کرام کی قدر افزائی فرمائی اور راہ مستقیم پر قائم رہے، اس موجودہ دور کے نام نہاد نا خلف القابات خود ساختہ سے اپنے آپ کو مزین کر کے میدان فقہ و افتاء میں اُترے ہیں

وہ نہیں مگر نام کے سُنّی اور ہیں دھوکے باز رافضی، ناصبی، و تبرائی جو کہ اہل روافض کی مجلسوں میں جاتے ہیں اور اپنی تفضیلت کی بیماری میں مبتلا ہیں اور نمک حلالی کیلئے کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں۔ ایسوں سے عوام اہل سنت کو اپنا دین و ایمان بچا کر رکھنا چاہیے۔

مستفتی کے اِستفتاء کا جواب اور فتویٰ کی اہمیت:

حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے جواب دینا چاہیے اور اگر اس کا جواب نہ دیا جائے یا جواب میں دیر لگائی جائے تو جہلاء سمجھتے ہیں کہ وہی حق ہے جو ہم نے سمجھا ہے اور اُنکی جہالت و گستاخی کا فساد بڑھتا جاتا ہے اور اس سستی اور کوتاہی سے جاہلوں کی ضد اور عوام کا شک اور اپنوں کی مایوسی و غمگینی بڑھتی جاتی ہے اس سے حق مسلک اور اہل حق کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور باطل فائدہ اُٹھاتا ہے۔ آج کل ہمارے مدارس میں اس چیز کا خیال نہیں رکھا جاتا، اوّل تو بہت سے مدارس میں فتویٰ نویسی کا شعبہ اور دارالافتاء ہی نہیں ہے اگر کسی میں ہے بھی تو فتویٰ لکھنے پر اُن طالب علم شاگردوں کو لگا دیا گیا جن کو قلم پکڑنے کا سلیقہ نہیں، حالانکہ فتویٰ نویسی عدالت اسلامیہ کا بہت بڑا اور نازک شعبہ ہے۔ یہی وجہ ہے درس نظامی میں پورا نصاب پڑھنے اور پاس کر لینے کے بعد پھر مفتی بننے کیلئے ڈھائی سالہ نصاب پڑھنا پڑتا ہے اور مفتی اعظم بننے کیلئے مزید تین سال کا کورس کرنا پڑتا ہے اس طرح تقریباً اکیس سال تک پڑھ کر دارالافتاء کی ذمہ داری سنبھالنے کی اجازت ملتی ہے یہی وہ نصاب ہے جس کو بعض ذہین طلباء جلدی بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ فتاویٰ نویسی کا اچھا اور سچا اہتمام واحترام اوّل بریلی شریف پھر مراد آباد شریف پھر حضرت حکیم الامت بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ غوثیہ نعیمیہ میں دیکھا گیا۔ میری فتویٰ نویسی اُنہی اکابر بزرگوں استادوں کی کفش برداری اور اتباع و تعلیم و تربیت کی وجہ سے ہے، حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مدارس اور علماء کی دینی اور مسلکی خدمات میں سب سے بڑی خدمت سچی پکی اور مضبوط فتویٰ نویسی اور مدلل و مکمل فتویٰ لکھنا ہے اس کے پانچ

فائدے ہیں ۱ احقاق حق ۲ ابطال باطل ۳ عوام کی سچی رہنمائی ۴ عدالت اسلامیہ کا وقار ۵ قرآن وحدیث کی تحریری تبلیغ، اور تحریر ہی دیرپا چیز ہے، یہی علم وعلماء کی شناخت اَبدی، آج اگر رازی اور غزالی کی تصانیف ہمارے سامنے نہ ہوتیں ہم اپنے ان اکابر کی علمیت وخدمتِ دین کو کس طرح پہچانتے اور ہمارا علم کس طرح وسیع ہوتا۔

فتویٰ کون دے؟ اور آداب المفتی

حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال قائم فرماتے ہیں کہ قانون شریعت میں کون فتویٰ دے سکتا ہے اور کون نہیں؟ کیونکہ اُصول افتاء مشکل تر ہیں۔ ۱ مفتی اسلام بننے کیلئے کئی کٹھن منزلیں ہیں ۲ قانون شریعت کے مطابق لفظ مفتی ذمہ دار عہدے کا نام ہے۔ جس طرح آجکل انگریزی قانون میں جج جسٹس اور چیف جسٹس عدالتی ارکان کے نام رکھے گئے ہیں اسی طرح عدالتِ اسلامیہ کے اہم نام مفتی، قاضی اور قاضی القضاۃ ہیں، دنیاوی قانون میں بغیر ڈگری اور بغیر منظوری حکومت، کوئی شخص بھی حکومت وقت کے قانونی نام استعمال نہیں کرسکتا، ورنہ قانونی مجرم ہوکر مستوجب سزا ہوتا ہے۔ اسی طرح حکم اسلامی کی رُو سے اسلامی سلطنت کے قانونی نام شرعاً کسی طرح استعمال کرنے جائز نہیں۔ ایک آدمی کو قانون اجازت نہیں دیتا کہ اپنا لقب یا تخلص کرنل یا جرنل یا ڈپٹی کمشنر یا مجسٹریٹ رکھے ورنہ توہین حکومت کا مرتکب گردانا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی حکومت کے ڈر سے ایسا کرتا ہے۔ تو شریعت بھی کسی جاہل یا کم علم کو ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ کہ اپنا نام یا لقب یا تخلص مفتی، محدث، مفسر رکھے، کوئی ذات پات نہیں۔ نہ ہی یہ بطور قافیہ ردیف ہے کہ ہر نااہل اپنے نام پیوست کرتا پھرے یہ الفاظ نااہل کیلئے استعمال کرنے سے عدالت اسلامیہ کی توہین ہے اور ایسا شخص میدان محشر میں ضرور سزایاب ہوگا۔ یہاں تک کہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک شخص پورا عالم متبحر ہو مگر فتویٰ نہ دیتا ہو وہ بھی اپنے آپ کو مفتی نہیں لکھ سکتا۔ نہ ہی اس کو مفتی کہا جائے۔ کیونکہ کہلانے اور کہنے والا دونوں کذب بیانی کے مرتکب، لفظ مفتی، عدالتِ اسلامیہ

کا ایک عظیم ترین نام ہے اس کے لئے وہی لائق ہے اور اہل ہے جس میں فقہاء کرام کی فرمودہ: اٹھائیس صلاحیتیں ہوں مندرجہ ذیل فرمودات حضرت حکیم الامت قبلہ عالم مفتی اعظم مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ علم الافتاء دوران اسباق افتاء کے ضمن میں تلامذہ دار الافتاء کو سبقاً سبقاً تعلیم فرمایا کرتے تھے اور درس میں آپ کچھ زیادہ ہی اہتمام فرماتے، متقدمین و متاخرین فقہاء نے بھی اس علم فتویٰ پر بہت کتب تصنیف کی ان کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ اس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر دو وابستہ ہیں اس فن میں ذرا سی بھول و چوک بعض وقت مفتی کے دین و ایمان کیلئے خطرہ بن جاتا ہے۔

مفتی بننے کیلئے شرائط:

۱ یہ کہ وہ اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہو، اگرچہ غریب ہو امیر ہونا شرط نہیں بلکہ زیادہ دولت مندی اسلام کی خدمت کیلئے نقصان دہ ہے یہی وجہ ہے کہ متبحر علماء اکثر سفید پوشی اور حالت مفلسی میں ہی رہے جیسا کہ تاریخ اسلام اور اسلامی انسائیکلو پیڈیا سے واضح ہے۔ ادب و اخلاق اور تہذیبی رکھ رکھاؤ کا جو پہلو اعلیٰ خاندانی ہے وہ نیچ قوم میں نہیں ۲ مفتی بننے کیلئے ضروری ہے کہ ہمیشہ علم و معرفت میں مثل ہرن ہو کر ہر چیز سے چوکنا رہے اور وادیٔ عشق و مستی میں مثل شیر ہو کہ دل کا مستغنی اور راضی برضا رہے۔ از فتاویٰ عالمگیری ۳ جتنے علاقوں میں اس کا فتویٰ جاری ہوتا ہو، ان علاقوں کی لغت رواج و رسومات سے واقف ہو، عقود رسم المفتی میں ہے کہ جو اپنے زمانے کے رواج سے ناواقف ہو وہ علماء فتویٰ کے نزدیک جاہل ہے۔ ۴ قرآن کریم اور حدیث شریف کو سمجھنے کیلئے اٹھارہ علوم کا ماہر ہو۔ ۵ اُمراء اور دولت والوں سے دُور رہے۔ کثرت محافل سے پرہیز کرے بلکہ گوشہ نشینی اختیار کرے اور بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ منم و کنج خیال و دو واتے قلمے۔ خلوت میں ہو۔ علماء کرام کی گوشہ نشینی یہ ہے کہ ہر وقت تحقیق و علمی جستجو میں لگا رہے اگرچہ بازاروں میں پھرتا ہو، یا بظاہر دریاؤں، پہاڑوں کی سیر میں مشغول ہو۔ اور بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ہر ورقے دفتریست معرفت

کردگار کا مظہر ہو۔ ۶ اس میں عقل و خرد پوری بلکہ اتنی زیادہ ہو کہ ملکۂ اجتہاد فروعی پیدا کر سکے، از عالمگیری۔ ۷ اپنے ہر اجتہاد پر اپنے امام کی باحوالہ تائید حاصل کرتا جائے ۸ مفتی کے لئے لازم ہے نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز ہو نرم اور میٹھی زبان حلیم اور باوقار طبیعت ہو۔ ۹ مسلمان متقی پرہیزگار ہو، فاسق یا گھناؤنی طبیعت اور بدخصائل یا رذیل عادات والا نہ ہو۔ ۱۰ عدل وانصاف والا ہو۔ ظالم تر اُمراء کی دلجوئی یا ان سے مرعوب، خوف زدہ ہونے والا بزدل نہ ہو، حق بات میں جابر بادشاہ سے کبھی نہ ڈرے ۱۱ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ تحمل مزاجی سے مستفتی کی بات سنے اور اس کو سوال و جواب اور بحث کی آزادی دے اور استفتاء کی تحریر کو بغور پڑھے اچھی طرح سمجھے ایک ایک نقطے پر غور کرے صرف سنانے اور لکھنے کا ہی عادی نہ ہو، بلکہ حق سننے اور حق کی طرف رجوع کرنے کی عادت ڈالے۔ غلطی کے اعتراف میں شرمندگی محسوس نہ کرے کیونکہ غلطی پر انجماد تکبر اور غرور کی نشانی ہے۔ ایسا شخص مفتی اسلام ہونے کے لائق نہیں، بلکہ بقول حدیث پاک گمراہ گر اور گمراہ ہے۔ ۱۲ جس کا استفتاء پہلے ہو اس کو پہلے جواب دے کسی امیر کی رعایت سے یہ ترتیب نہ توڑے اگرچہ اُمراء دباؤ ڈالیں۔ بشرطیکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔ ہاں علماء کرام اور صوفیا عظام یا اپنے قریبی احباب کیلئے یا آسان اور مشکل فتاویٰ کے اعتبار سے ترتیب توڑنا جائز ہے۔ جب کہ سابق مستفتی کو نقصان نہ ہو ۱۳ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فی زمانہ اگر مکر کے فتویٰ نہ لکھا جائے بلکہ اگر کسی دوسرے فرد کا بھی استفتاء سے تعلق ہے تو اس کو حاضر کر کے دو طرفہ مع شہادت حلفیہ بیان لے کر اور پوری تشفی کر کے تب فتویٰ لکھے۔ اگرچہ کچھ دن لگ جائیں فتویٰ پر اعتماد طریقے سے لکھا جائے۔ اوّل سے ہی رجوع کا ارادہ نہ ہو۔ ورنہ مفتی میں کبھی بھی خود اعتمادی پیدا نہ ہو گی۔ دلائل مضبوط پیش کرے، بحولہ کتب کا باب اور صفحہ بھی نوٹ کر دیا جائے۔ نادر نایاب کتب کے ایسے حوالوں سے پرہیز کیا جائے جن کی تائید دوسری کتب مشہورہ سے میسر نہ ہو۔ از عقود رسم المفتی۔ ۱۴ مفتی کیلئے ضروری ہے کہ تمام دینی

تعلیم کسی بڑے عالم دین سے پڑھی ہو اور سند یافتہ ہو۔ جو شخص خود بخود عربی کتب کا مطالعہ کرے کتنا ہی بڑا عالم بن جائے مگر فتویٰ دینے کا اہل نہ ہوگا ۔ ۱۵ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ بچوں اور عورتوں سے استفتاء کا کاغذ نہ پکڑے۔ بلکہ درمیان میں مردوں کا واسطہ رکھے نہ ہی بچوں یا عورتوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر فتویٰ لکھے ۔ ۱۶ جب حوالے کیلئے کتب کا مطالعہ کرے ادب سے رکھے، نیچے زمین پر یا چٹائی پر نہ رکھے ورنہ ادب ختم ہونے سے ملکۂ تفقہ فی الدین ختم ہو جائے گا۔ کتب فقہ پر اپنی تسبیح یا قلم دوات بھی نہ رکھے سوء ادبی ہے۔ ۱۷ فتوؤں یا سوالوں سے ردی کا غذ پھاڑ کر زمین پر نہ پھینکیں کہ یہ بد خصلتی کا نمونہ ہے نفسیاتی طور پر طبیعت کی نفاست پسندی جو ایک مفتی وقت کیلئے بہت ضروری ہے، ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی میں ایجاد کردہ رسم ہے۔ کاغذ سے کسی قسم کا استنجا کرنے کی حرمت کا حکم سب مسلمانوں کیلئے ہے۔ اس لئے کہ کاغذ ذریعہ ہے اشاعت کا قرآن و حدیث و تبلیغ دین کا ۔ ۱۸ مفتی کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں۔ فوراً بعد بلوغت باعتبار اہلیت مسند افتاء پر فائز ہو جانا جائز ہے عالمگیری۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ نے اعلیٰ حضرت کو بلوغت کے ایک سال بعد بعمر تیرہ سال ہی تحریر فتویٰ کے لائق بنا دیا تھا اور آپ نے تیرہ سال کی عمر میں بکمال ذہنیت اپنے رب کریم کے فضل و کرم سے پہلا فتویٰ جامع مدلل لکھا۔ خود مجھ کو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی محنت شاقہ و نگہداشت نے اٹھارہ سالہ عمر میں فتویٰ لکھنے کا شرف بخشا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔ ۱۹ کتاب پر لکھے ہوئے مسئلہ کو پہلے بار بار پڑھ کر اچھی طرح سمجھے پھر بیان کرے ۔ ۲۰ مفتی کیلئے یہ بات اشد ضروری ہے کہ زبانی یا تحریری فتویٰ دیتے وقت نہ زیادہ بھوکا ہو نہ پیاسا نہ زیادہ پیٹ بھرا ہوا ہو۔ اس لئے کہ بھوک و پیاس میں غصہ جلد ہی آجاتا ہے، جو ایک مفتی کی شان کے خلاف ہے کہ بلاوجہ غصہ اور بے موقع طیش جہلاء کا کام ہے اور پیٹ بھرا ہو تو سستی پیدا ہوتی ہے، سوچنے اور سمجھنے کی قوت سلب ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ قوت فتویٰ نویسی اور معاملہ فہمی کیلئے بہت

ضروری ہے ۲۱؎ زبانی یا تحریری فتویٰ میں اشارے کنائے والے الفاظ و جملوں سے اجتناب لازم ہے صاف صاف عام فہم پوری عبارت اور شستہ وشائستہ گفتگو اور تحریر ہو، اس لئے کہ مستفتی اکثر گنوار ہوتے ہیں ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو ہونی چاہئے۔ از نبراس علی شرح عقائد ۲۲؎ فتویٰ لکھنے سے پہلے اپنے رب کریم کے حضور گناہوں کی معافی اور بخشش و کرم کی طلب ہو اور خطاء ونسیان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، بلکہ اپنے ہاتھ اور قلم کو سمت قبلہ بطریقہ دعا دراز کر کے یہ عرض کرے کہ یا اللہ مجھ کو ان کے فتنے سے بچا۔ اور ان کے فیوضات سے نواز پھر لفظ الجواب کی ب خاصی دراز کرے، اس کے اوپر استعانت باللہ کے دعائیہ الفاظ لکھے پھر نیچے فتویٰ کی عبارت شروع کرے اور سطور کو ب سے زیادہ درازی نہ دے تا کہ خوبصورتی رہے۔ جواب مکمل ہونے پر واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم، پھر کتبہ کا لفظ دراز کر کے لکھے، نیچے اپنا نام و پتہ درج کرے اس پر تاریخ اور مہر لگائے، اسی طرح حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ہم کو مشق کرواتے تھے اس طرح کچھ تغیر سے عالمگیری میں صفحہ نمبر ۳۰۹ پر ہے۔ لہٰذا ان قیود وشرائط علم مفتی کیلئے ضروری ہیں کہ اپنے مسلک کے اصول وفروع پر پورا عبور ہو اور مہارت رکھتا ہو۔ دیگر مذاہب کے ضروریات کی سدھ بدھ رکھتا ہو، ضوابط وقوانین کے تمام قواعد کی بھی پہچان رکھتا ہو۔ قرآن وحدیث کے ناسخ ومنسوخ سے خبردار ہو تعداد اور وجوہ بھی جانتا ہو۔ ویسے تو ہر فتویٰ کیلئے علم کثیر وتجارب شدید کی ضرورت ہے۔ کفر کا فتویٰ لگانا ہر مفتی کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے مفتی اعظم ہی کا علم ومقام مناسب ہے۔

فتویٰ پر اُجرت لینا کیسا؟:

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتویٰ پر اُجرت لینے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جب فتویٰ نماز یا روزے یا یتیموں کی میراث سے متعلق ہو تو اُجرت نہ لے۔ لیکن جب مدعی اور مدعیٰ علیہ کی شکل میں ہو۔ تو اپنی محنت کے حساب سے اُجرت لے۔

یہ اس شخص سے لے سکتا ہے جس کے حق میں فتویٰ ہو، بشرطیکہ مفتی کو اس کام پر نہ کسی ادارے سے تنخواہ ملتی ہو نہ حکومت کی جانب سے۔ لیکن اگر حکومت یا ادارے کی طرف سے فقط فتویٰ نویسی کی تنخواہ مل رہی ہو تو فتویٰ لکھنے کی اُجرت مستفتی سے لینا حرام ہوگا یہ رشوت ہے۔ از فتاویٰ نعیمیہ۔

آداب مفتی و قاضی۔ فیصلہ اور فتویٰ شریعت کے مطابق لکھنے کا طریقہ

۱۔ قانون شریعت کے مطابق جب مفتیٔ اسلام بطور قاضی و جج کسی جھگڑے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کو شرعی جج کی حیثیت سے بذات خود شرعی معیار کے مطابق چھان بین کرنا واجب ہے ۲۔ جو شخص عالم ہو یا مفتی و قاضی، جھوٹے کذاب لوگوں کے لئے اُصولی اور بے ضابطہ بیانات پر فتویٰ یا فیصلہ جاری کر دیں وہ بھی مجرم اور ظالم ہیں اور اُنکا فتویٰ ضوابط و آئین شریعت و آداب مفتی کے خلاف ہونے کی بنا پر مردود و ناکارہ نا قابل نفاذ ہوتا ہے ۳۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ پیش کرنا مدعی کے اور الزام لگانے والے کے ذمے ہے قسم مدعیٰ علیہ یعنی اس شخص پر ہے جس پر تہمت لگائی ہے جس نے اس دعوے اور تہمت سے انکار کیا۔ اس حدیث پاک نے تا قیامت دُنیاء اسلام کے تمام علماء اور مفتیوں قاضیوں کیلئے فتویٰ اور فیصلے کا ایک عظیم ضابطہ و آئین بنا دیا کہ قاضی و مفتی کی عدالت شرعیہ میں کسی بھی انسان کا وہ دعویٰ، اعتراض اور الزام تراشی ہو۔ ۱۔ جب تک کہ یک طرفہ سچے چشم دید عاقل بالغ متقی گواہ شریعت کے معیار کے مطابق نہ پیش کرے ۲۔ اگر مدعی شرعی گواہی پیش نہ کر سکے تو مدعیٰ علیہ یا اقرار کر لے ۳۔ اور مدعی کی تصدیق کر دے یعنی مفتی اسلام پر لازم ہے کہ تین صورتوں میں اپنا فتویٰ اور فیصلہ مدعی کے حق میں جاری کرے ۱۔ مدعی کی گواہی مضبوط ہو ۲۔ مدعیٰ علیہ خود جرم یا الزام کا اقرار کرے ۳۔ مدعی کو سچا کہہ کر اس کی تصدیق کر دے۔ لیکن اگر یہ تینوں باتیں نہ موجود ہوں تو مدعیٰ علیہ اس اتہام و الزام سے صاف انکار کرتے ہوئے شرعی اصول کے مطابق اللہ کی قسم اُٹھالے اور اپنی پاکدامنی ثابت کرے۔

اسی ضمن میں ایک ڈیڑھ صفحہ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ فتویٰ نویسی اسلام میں اتنا اہم اور

سخت محنت طلب کام ہے جو قاضی اور جسٹس جج وغیرہ تمام عدالتی کارکردگی سے کئی درجہ بلند ہے جس طرح عوام عدالت کے تابع اور ماتحت ہوتے ہیں اسی طرح عدالت کا قاضی اور قاضی القضاۃ (سپریم کورٹ) مفتی اسلام کے تابع ہوتا ہے اس لئے فقہاء کرام نے آداب مفتی کے نصاب (کورس) کیلئے ضخیم کتب مرتب کی ہیں جو مدارس اسلامیہ میں تیرہ سالہ دورۂ حدیث کا نصاب مکمل پاس کرنے کے بعد ڈھائی سالہ نصاب پڑھا جاتا ہے جس کو پاس کر کے ہی کوئی مفتی کی سند حاصل کرسکتا ہے۔

حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بحمدہٖ تعالیٰ میں نے بھی اپنے والد محترم حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی میں دورۂ حدیث کے بعد یہ دونوں نصاب مذکورہ بالا کامیابی سے کئے۔







فتاویٰ جات پر تائید و تنقید کے حوالے

سے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

فرماتے ہیں کہ مجھ پر میرے رب تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس وقت دُنیا بھر کے بیشتر ممالک میں کہیں کوئی فتویٰ لکھے تو مسلمان لوگ اس وقت تک اعتماد نہیں کرتے جب تک مجھ سے اس کی تائید و تصدیق نہیں کروا لیتے، خواہ پاکستان ہو یا ہندوستان یا سعودی عرب خواہ مرکز روحانیت کچھوچھہ شریف ہو یا مرکز سنیت بریلی شریف ہو اور چونکہ مجھ پر اعتماد کرنے والے میرے مشورے کو دیانتداری کا مشورہ سمجھتے ہیں اور میری تحقیق و تفتیش پر مکمل بھروسہ و یقین کرتے ہیں۔ اس لئے مجھ پر فرض ہے کہ میں کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچاؤں اور حتی المقدور محنت سے کسی کی تائید یا تنقید کروں اور با دلائل فتویٰ لکھوں اب تک سینکڑوں فتاویٰ میری نظر سے گزرے ہیں جن میں سے بہت سے فتاویٰ کی تائید ہوئی اور بہت سے میری با دلائل تنقید کی زد میں آئے، میں نے اپنی تحقیق کے دوران کبھی کسی کی بیجا حمایت نہیں کی خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا بزرگ ہو یا ہم عصر اگر میری تحقیقی نظر میں کسی کی بات یا تحریر یا فتویٰ غلط ہوا اور اس فتویٰ کی شہرت و اشاعت عوام کیلئے نقصان کا باعث بنتی ہو تو بغیر کسی خوف لَومَۃَ لَائِمٍ کھل کر با دلائل اس کی غلطیوں سے آگاہ کیا تا کہ دُنیا و آخرت کا فتنہ و گناہ فرو ہو۔ میری اسی صاف گوئی کا میرے بعض بزرگوں کو گلہ بھی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ بزرگ لوگ اپنے فتاویٰ و مضامین میں پہلے ہی غور و تدبر کیوں نہیں کر لیا کرتے ایسی نوبت ہی کیوں آتی ہے کہ کوئی اپنا یا پرایا تنقید کی جرأت کرے، پہلے بلا سوچے جلد بازی کا فتویٰ لکھ دیا پھر تنقید سن کر برا منا لیا۔ میری قلمی تنقید و مخالفت کا تعلق صرف احقاق حق کی نیت سے ہے اسی وجہ سے جھجک و شرم محسوس نہیں کرتا اور آئندہ بھی اس ذمہ داری کو

بتوفیق الٰہی پورا کرتا ہی رہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ میری سخت گرفت صرف اس لئے ہے کہ موجودہ علماء نے فتویٰ نویسی کو کھیل سمجھ رکھا ہے ہر چھوٹا بڑا پیر اور مولوی قلم کا شاہکار لئے پھرتا ہے اس دور میں اگر کہیں سے مضبوط اور مکمل احتیاط و تحقیق و تدقیق سے فتویٰ جاری ہورہے ہیں تو وہ صرف واحد بریلی شریف کا دارالافتاء ہے یہی وجہ ہے قاضی اور مفتی وہی درست ہے جو کسی کی عقیدت سے فتویٰ جاری نہ کرے بلکہ فتویٰ نویسی کے وقت عقیدت کو بالائے طاق رکھ دے اس بنا پر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ فتاویٰ میں دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں فرمایا اسی وجہ سے پوری دُنیا سے آج تک میرے فتاویٰ کا جواب نہ لکھا گیا۔ الحمد للہ۔

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک مستفتی کے جواب میں فرماتے ہیں کہ محترم آپ کا یہ سوالنامہ مجھ کو ۱۲/۱۰/۹۰ کو وصول ہوا، مگر اس کا جواب آج مورخہ ۱۲/۶/۹۱ کو یعنی آٹھ ماہ بعد حسن اتفاق آج مقام بلد عظیم مکہ المکرمہ میں تیسری مرتبہ حاضری کے دوران محلہ مسفلہ کے ایک مکان ۱۱ گلی بالمقابل مکتبہ ۱۱ معلم محمد احمد صباغ کے کمرے میں چھوٹے سے کمرے میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں۔ اس تاخیر سے آپ کو ضرور پریشانی اور کوفت ہورہی ہوگی لیکن تاخیر کی وجہ صرف میری تحقیق و تفتیش کی ذمہ دارانہ عادت ہے، جیسا کہ عوام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ میں اپنے والد محترم حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ کے حکم اور نصیحت و وصیت کی پابندی کرتے ہوئے کسی بھی مسئلے میں بغیر طاقت مکمل تحقیق و تفتیش، کبھی قلم نہیں اٹھاتا۔ اسی وجہ سے میری طرف سے اکثر جوابات میں دیر ہو جاتی ہے۔ جواب کی دیری اولاً تو سائلین کو خاصا ناراض کر دیتی ہے جس کا کئی مرتبہ کے بعد دیگرے لگاتار خطوط سے اظہار مختلف قسم کے جلد باز سائلین کر دیتے ہیں، مگر جب مکمل تحقیق و تفتیش شدہ جواب ملاحظہ فرماتے ہیں تو تمام سابقہ کوفت اور شدت انتظار کی تلافی ہو جاتی ہے اور اظہار اطمینان و تشکر کے خطوط

روانہ کر دیتے ہیں۔

فالحمد للہ علی ذالک

فتاویٰ نعیمیہ جلد سوم میں دار الاسلام و دار الحرب کی بحث کے دوران فرماتے ہیں کہ برطانیہ میں مسلمانوں کو جیسی مذہبی آزادی ہے ویسی تو انکے اپنے ملک میں نہیں مثلاً طلاق وغیرہ کے کیسوں میں اکثر عدالت سائل کو پابند کرتی ہے کہ وہ مسلم لاء کے متعلق فتویٰ اپنے مفتی علماء کرام سے لاؤ تا کہ مسلم لاء کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خود میرے فتاویٰ سے یہاں لندن میں بہت سے فیصلے جاری کئے گئے ہیں۔ یہ سب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عطاء کردہ روشنی کی وجہ سے ہے۔







(فتاوی نعیمیہ علمائے معاصرین کی نظر میں محاسن فتاوی)

۱۔ حضرت مولانا ابوداؤد صادق صاحب صادق ملت اکثر فرمایا کرتے کہ صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فقہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور ان کے لکھے ہوئے فتاوی سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں انہی کی زبانی سنیے فرماتے ہیں کہ آج کل بعض لوگ نئی روشنی کے زیر اثر ہیں اُنکو سمجھانا اشد ضروری ہے ان کو علماء اہل سنت سے اختلاف ہے۔ آپ کی تحریر بھی اُنکے سمجھانے میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوگی، دلائل اور مضمون کی طوالت کی چنداں ضرورت نہیں صرف آپ کے چند الفاظ ہی سند کیلئے کافی ہیں اہل سنت کو آپ کی ذات پر مکمل اعتماد ہے۔

فقط والسلام منتظر جواب

ابوداؤد محمد صادق غفرلہ

گوجرانوالہ ۲-۱۱-۱۹۷۲

۲۔ حضرت مولانا مفتی سید غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، ۱۳۴۱ھ ۱۴۰۷/۱۹۲۲ ۔ ۱۹۸۷ء

یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی مصنف کتب کثیرہ اور سیدی صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر صاحبان میں سے تھے علاوہ ازیں کہ ان حضرت کو حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ سے رشتہ داری کا بھی شرف حاصل تھا۔ یہ حضرت دو دفعہ گجرات تشریف لائے۔ پہلی دفعہ قبلہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں اور دوسرے یعنی ۱۸ جون ۱۹۷۸ء کو مع اپنے رفقاء سفر انکی ملاقات حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتی ہے بعد ملاقات کے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان کو فتاوی نعیمیہ شریف کی جلد بطور تحفۃً دیتے ہیں۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاوی شریف کے مطالعہ کے بعد اس فتاوی شریف کے خصائص سرمدیہ لکھ کر بھیج دیتے ہیں کہ ان کو فتاوی کی آخری جلد کے شروع میں لگا دیا جائے۔ تو اُنکی خواہش کے مطابق ان خصائص کو فتاوی نعیمیہ شریف کی جلد ۵ کے شروع میں لگا دیا گیا ہے۔

۳۔ حضرت علامہ مولانا حاجی سید سلیم الرحمٰن اویسی قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ اویسی کراچی یہ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے آستانہ کے سوا کون سی جگہ ہے جہاں سے علمی پیاس بجھائی جائے۔ ہر طرف جہالت و لاعلمی کا دور دورہ ہے ایک آپ ہی کا گھر اس وقت شمع فروزاں ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے سنیوں کو زندہ و تابندہ رکھا ہوا ہے۔

۴۔ حضرت علامہ ابو طاہر محمد مجیب قادری صاحب یہ حضرت وہابیہ کے چھ اعتراض کے جوابات دے دینے کے باوجود مستفتی بن کر عرض کرتے ہیں کہ ہم نے وہابیوں کو منہ توڑ جوابات دے دیئے ہیں، مگر آپ کے قلم سے علمی و تحقیقی رنگ میں جواب کی تشریف آوری ہمارے لیے باعث افتخار و خوشی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ اہل سنت پر قائم رکھے، ہمارے پاس آپ کے در کے سوا اور کون سا دروازہ ہے۔

(فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم فتویٰ ۳۲)







اجمالی خاکہ جلد اوّل

العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ میں مستفتی

علماء کرام ومشائخ عظام علیہم الرضوان

۱۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد اوّل میں مستفتی علماء اکتیس ۳۱۔ جلد دوم سترہ ۱۷۔ جلد سوم آٹھ ۸ جلد چہارم چھ ۶ جلد پنجم آٹھ ۸ مجموعی تعداد اکہتر ۷۱ ہے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ حضرت مولانا مولوی سید محمد اختر شاہ صاحب خطیب ڈھاکہ مشرقی پاکستان
مضمون استفتاء وضو میں پیر دھونے کا بیان ص ۹

۲۔ حضرت مولانا چوہدری محمد طارق صاحب منتظم مسجد ہیلی فیکس انگلینڈ برطانیہ۔
مضمون استفتاء خنزیر کے بالوں سے بنے ہوئے برش کا حکم ص ۳۱

۳۔ حضرت پیر صاحبزادہ مولوی عبدالجلیل نعیمی صاحب خطیب جامعہ مسجد حنفیہ ضلع میر پور آزاد کشمیر
مضمون استفتاء آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ کے بارے شرعی حکم ص ۳۱

۴۔ حضرت مولانا حاجی نذر محمد صاحب صدر مجلس عاملہ دار العلوم جامعہ غوثیہ حنفیہ پشاور۔
مضمون استفتاء خارج مسجد اذان دینے کا بیان و اذان ثانی کا حکم و محل و اذان کی قسمیں ص ۶۱

۵۔ مولانا محمد عثمان صاحب خطیب جامع مسجد منگھ پیر روڈ راشن شاپ کراچی۔
مضمون استفتاء۔ اذان قبر کا ثبوت و دلائل و مخالفین کے جوابات بزبان فارسی ص ۶۹

۶۔ حضرت علامہ ماسٹر محمد عبدالمجید صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت دینہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جہلم
مضمون استفتاء۔ تکبیر نماز کی نیت کب کرے اور تکبیر بیٹھ کر سننا واجب ہے ص ۷۴

۷۔ حضرت مولانا مولوی محمد مصطفیٰ کمال الدین صاحب صدر مدرس و مفتی دار العلوم از

کریم نگر انڈیا
مضمون استفتاء نفل اور سنتوں کے بعد دعا مانگنے کا بیان ص ۸۴

۸۔ حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ قادری رضوی صاحب خطیب و مدرس ضلع قصور
مضمون استفتاء سنی امام کو کسی شیعہ میت کی نماز جنازہ پڑھانا ناجائز ہے۔ ص ۹۳

۹۔ حضرت علامہ احمد نثار بیگ صاحب ایم اے خطیب جامع مسجد راولپنڈی ص ۹۸
مضمون استفتاء۔ جمعہ مبارکہ کو عید آ جائے تو ہر دو نمازوں کا خطبہ الگ الگ پڑھایا جائے گا یا نہیں۔

۱۰۔ حضرت مولانا مولوی محمد مصطفیٰ کمال الدین صدر مدرس دار العلوم محلہ شہر کریم نگر انڈیا۔
مضمون استفتاء۔ درمیان تراویح کچھ دیر بیٹھنے کا بیان ص ۱۰۰

۱۱۔ حضرت مولانا مقبول احمد نقشبندی صاحب
مضمون استفتاء۔ جمعہ کے بعد ظہر احتیاطی پڑھنے کا بیان ص ۱۰۳

۱۲۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب فتووالہ جامع مسجد۔ شرقپور شریف
مضمون استفتاء۔ جو شخص جمعہ کی نماز کیلئے ایک خطبہ پڑھ کر نماز شروع کر دے اس کا حکم ص ۱۰۶

۱۳۔ حضرت علامہ قاضی نور حسین معرفت صوفی فضل حسین صاحب راولپنڈی
مضمون استفتاء وتر کب واجب ہوئے اور دعاء قنوت کس رکعت میں پڑھی جائے ص ۱۲۹

۱۴۔ حضرت مولانا مولوی محمود احمد قادری نعیمی صاحب گجرات شاگرد رشید حضرت حکیم الامت و حضرت محسن اہل سنت رحمۃ اللہ علیہما حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ
مضمون استفتاء۔ بوقت تشہد انگلی اٹھانے کا جواز اور رفع سبابہ کی تحقیق ص ۱۴۴

۱۵۔ قاضی نور حسین معرفت صوفی فضل حسین صاحب گوجر خان
مضمون استفتاء۔ نماز میں علم تجوید سے تلاوت کرنے کا حکم ص ۱۸۳

۱۶ء حضرت مولانا قاضی نور حسین معرفت صوفی فضل حسین گوجر خان
مضمون استفتاء۔ نوٹ اور پیسوں کا مسئلہ آیا کہ بینکوں میں رقم جمع شدہ پر زائد رقم ملنا کیسا ہے ص ۲۸۴

۱۷ء حضرت مولانا قبلہ استاذ العلماء حافظ سید علی صاحب خطیب عیدگاہ گجرات شاگرد رشید حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ
مضمون استفتاء گھر میں کسی ولی اللہ کا مزار بنا سکتے ہیں یا نہیں ص ۲۳۱

۱۸ء حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب خطیب جامع مسجد فیض مدینہ کامونکے
مضمون استفتاء۔ حضرت حوا کا حق مہر اور نکاح کیا تھا ص ۳۲۲

۱۹ء حضرت مولانا مولوی نبی بخش صاحب امام مسجد بہاولپور شہر
مضمون استفتاء اگر کوئی بالغہ لڑکی اپنا نکاح نہیں کرنا چاہتی آیا اس کے باپ پر کوئی گناہ تو نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ یہ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے پہلا فتویٰ ہے جو آپ نے بعمر اٹھارہ سال کے تحریر فرمایا اور اصلاح کیلئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پیش خدمت کیا تو حضرت حکیم الامت نے ملاحظہ فرماتے ہی اٹھ کر اس پہلے فتویٰ کی تحریر پر معانقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بھئی کیا خوب لکھا ہے مجھے تم سے امید ہے کہ تم میرے بوجھ کو سنبھال لو گے۔ اور اگرچہ تم نے یہ فتویٰ کچھ دراز کر دیا ہے مگر بھئی خوب محنت سے لکھا۔

۲۰ء حضرت علامہ مولانا حافظ فضل احمد صاحب لاہور
مضمون استفتاء حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی بیوی ہیں اس کا ثبوت ص ۳۳۶

۲۱ء حضرت مولانا مولوی نصیر الدین صاحب
مضمون استفتاء نابالغ خاوند سے طلاق لینے کا بیان

۲۲ء حضرت علامہ محمد عثمان صاحب خطیب جامع مسجد منگھ پیر روڈ کراچی۔
مضمون استفتاء۔ نو مسلم اپنی کافرہ بیوی کو بعد تفریق تین طلاق دیکر دوبارہ بغیر حلالہ

کے نکاح میں آسکتی ہے۔

۲۳۔ حضرت مولانا سید محمد فاضل بخاری صاحب خطیب صابری مسجد جڑانوالہ
مضمون استفتاء۔ نبی کریم ﷺ کا زمانہ شیر خوارگی کتنا ہے اور کن کن دایوں نے دودھ پلایا ہے ص ۴۰۸

۲۴۔ حضرت مولانا مولوی محمد حیات رضوی صاحب محلہ سوداگران بریلی شریف
مضمون استفتاء۔ اسلامی قانون میں سخت مہنگائی اور بلیک میل کرنا ناجائز ہے۔ ص ۴۳۱

۲۵۔ حضرت مولانا علامہ احمد حسن نوری صاحب خطیب جامع مسجد حنیفہ فاروقیہ لاہور مغل پورہ
مضمون استفتاء۔ بہتے خون، مٹی اور ٹوٹے برتن اور مردار کا حکم ص ۴۳۹

۲۶۔ حضرت مولانا پروفیسر مسٹر عبداللہ خان لیکچرار گورنمنٹ کالج لاہور
مضمون استفتاء۔ علماء کو تقریر کی اُجرت لینے کا حکم ص ۴۴۵

۲۷۔ حضرت مولانا ابوالضیاء فقیر محمد حنیف صاحب عیدگاہ گجرات
مضمون استفتاء۔ مسجد کی دکان بینک کو کرایہ پر دینے کا بیان ص ۴۵۶

۲۸۔ حضرت علامہ مولانا محمد الیاس صاحب ڈیرہ غازی خاں
مضمون استفتاء۔ تقلید کا بیان تقلید کتنی قسم کی ہے اور کن اُمور میں کی جاتی ہے ص ۴۶۹

۲۹۔ حضرت مولانا مولوی محمد یوسف صاحب مدرس مدرسہ علوم شرقیہ جہلم
مضمون استفتاء۔ مسجد کے متولی اور بانی کے اختیارات کہاں تک ہیں اور تصرفات کی حد کیا ص ۴۷۱

۳۰۔ حضرت علامہ فیروز علی صاحب خادم درگاہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ
مضمون استفتاء۔ اگر قربانی غلط ذبح ہو تو اُس کا کیا حکم ہے ص ۴۹۰

۳۱۔ حضرت علامہ شیخ الحدیث قبلہ عبدالمصطفےٰ الاعظمی الازہری کراچی مکتبہ رضویہ و دارالعلوم امجدیہ ابن حضور صدرالشریعہ آرام باغ
مضمون استفتاء۔ مشین کے ذریعے ذبح کرنے اور اُس کا شرعی حکم کیا ہے ص ۵۳۷

(جلد اول ختم شد)

جلد دوم

العطایا الاحمدیہ فی فتاوی نعیمیہ جلد دوم

میں مستفتی علماء کرام ومشائخ عظام

1. حضرت مولانا صادق ملت علامہ ابو داؤد صادق صاحب گوجرانوالہ زینت مساجد خطیب ومفتی

مضمون استفتاء۔ انگریزی وضع کے کپڑے پہننے کا حکم ص ۵

2. حضرت علامہ صوفی عبداللطیف جماعتی ملیر کراچی

مضمون استفتاء۔ پیتل تانبے کی کلائی چین باندھنے کا حکم اور احکام شریعت پر تحقیقی تبصرہ ص ۱۳

3. حضرت مولانا مولوی محبوب عالم صاحب خطیب ڈیرہ نواب صاحب

مضمون استفتاء۔ قوالی کی حرمت وحلت کے بارے میں تحقیقی کلام ص ۳۱

4. حضرت مولانا مولوی قاسم صاحب مدرس مدرسہ گجرات۔

مضمون استفتاء۔ امام مسجد کو نامردی کا علاج حکیم بن کرنا کیسا ہے ص ۷۹

5. حضرت مولانا مولوی فقیر محمد نقشبندی مجددی صاحب پنڈی بھٹیاں

مضمون استفتاء۔ سلام بھیجنے کے کتنے طریقے ہیں اور علی علیہ السلام کہنا جائز ہے یا نہیں ص ۸۳

6. حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب خطیب جامع مسجد فیض مدینہ گوجرانوالہ

مضمون استفتاء۔ نور محمدی علی صاحبہا الصلوات اللہ وسلامہ کس طرح منتقل ہوتا رہا ہے

ص ۱۸۳

۷۔ حضرت مولانا محمد یعقوب خان صاحب کامونکے

مضمون استفتاء۔ درود خضری کو درود خضری کیوں کہا جاتا ہے ص ۱۵۷

۸۔ حضرت علامہ مولانا شہباز گل پاشا صاحب معلم مدرسہ محمد میاں جلال صاحب گجرات

مضمون استفتاء۔ مجرموں اور انکی اسلامی سزاؤں کا بیان اور ناسخ و منسوخ آیتوں کی فہرست ص ۱۹۴

۹۔ حضرت مولانا ابوالمسعود ذسل صاحب مدنی خطیب جامع مسجد گھڑیال راولپنڈی

مضمون استفتاء۔ سادات کے ادب و احترام کا بیان ص ۲۵۰

۱۰۔ حضرت مولانا ابوطاہر محمد مجیب قادری صاحب جھنگ صدر

مضمون استفتاء۔ وہابیوں کے اہل سنت و جماعت پر چھ اعتراضات اور ان کے منہ توڑ جوابات قاہرہ غلام رسول سعیدی صاحب سے تحریری مناظرہ ص ۳۰۷

۱۱۔ حضرت مولانا حافظ غلام محی الدین فاروقی صاحب منگلا

مضمون استفتاء۔ بیٹیوں کو میراث اور جہیز دینے کا حکم ص ۳۷۱

۱۲۔ حضرت علامہ صوفی عبد الغفور صاحب کیمبل پور

مضمون استفتاء۔ انبیاء کرام کسی مخلوق کے شاگرد نہیں ہوتے ص ۳۷۹

۱۳۔ حضرت علامہ حافظ رحمت علی صاحب فیصل آباد

مضمون استفتاء۔ سجدہ تلاوت کرنے اور اس کے واجب ہونے کا بیان اور سجدوں کی تعداد ص ۳۸۵

۱۴۔ حضرت مولانا مولوی شمس الدین صاحب الہ آبادی کراچی

مضمون استفتاء۔ آج تک کی صدیوں میں جتنے مجدد ہوئے ان کے نام اور کارنامے ص ۳۹۶

۱۵۔ حضرت مولانا مولوی نور الدین خان صاحب راولپنڈی

مضمون استفتاء۔ من دون اللہ اور مافوق الاسباب کے معنی اور مافوق کی قید اختراعی کا بیان ص ۳۹۹

۱۶۔ حضرت مولانا علامہ بشارت احمد نورانی صاحب جامع مسجد نور جہلم

مضمون استفتاء۔ امام اعظم اور حضرت قتادہ تابعی کا مکالمہ اور حضرت قتادہ کا لاجواب ہونا ص ۴۰۷

۱۷۔ حضرت علامہ مولانا قبلہ ابو العلاء محمد عبد اللہ قادری صاحب اشرفی دار العلوم حنفیہ قصور

مضمون استفتاء۔ لیلیٰ مجنون کے تاریخی حالات ص ۴۱۷

۱۸۔ حضرت علامہ شمس الدین الہ آبادی کراچی

مضمون استفتاء۔ اسلام میں تا قیامت ہر صدی کے ابتداء میں ایک مجدد آتا رہے گا چودہ صدیوں کے مجددین کرام کے اسماء گرامی اور یہ کہ ہزار سالہ مجدد کوئی نہیں ہو سکتا۔ بعض نقشبندی حضرات کے غلط اقوال کا مدلل جواب ص ۴۲۸







العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ جلد سوم

میں مستفتی علماء کرام ومشائخ عظام

۷۔ حضرت قبلہ پیر معروف حسین شاہ صاحب نوشاہی قادری برطانیہ

مضمون استفتاء۔ بعد نماز جماعت فرض پنجگانہ تمام مقتدیوں کا مل کر بلند آواز میں کلمہ طیبہ شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں ص ۴۵۶

۸۔ مولانا مولوی مہر محمد اقبال صاحب جنرل سیکرٹری انجمن غوثیہ گلاسگو لندن

مضمون استفتاء۔ صرف اسلام ہی عالمگیر دین ہے ص ۴۷۰









العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم

میں مستفتی علماء کرام ومشائخ عظام

۱۔ منجانب علماء اہل سنت سیالکوٹ وڈسکہ حضرت مولانا عبداللطیف شیرازی وغیرہ۔
مضمون استفتاء۔ تمام مسلمان مردوں کو خواہ کسی بھی عمر میں ہو کالا خضاب لگانا حرام ہے ص ۳

۲۔ حضرت مولانا غلام علی توکلی مجددی صاحب راولپنڈی
مضمون استفتاء۔ نقشہ نعلین پر بسم اللہ لکھنا اسم اللہ لکھنا یا کوئی آیت وحدیث شریف لکھنا شرعاً قطعاً ناجائز ہے اور بے ادبی ہے، نہ دائیں نہ بائیں نہ اُوپر نہ نیچے، کہیں بھی اللہ تعالیٰ کا اسم پاک نہ لکھا جائے۔ جو شخص جانتے بوجھتے سمجھتے عقل رکھتے ایسی گستاخی کرے وہ گمراہ ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ ص ۱۱۳

۳۔ حضرت علامہ مولانا حاجی محمد یونس صاحب منجانب چشتیہ ٹرسٹ یوکے
مضمون جواب استفتاء۔ ارکان حج کی ترتیب واجب ہے قرآن مجید واحادیث سے ثبوت موجود ہے ص

۴۔ حضرت مولانا ڈاکٹر جہانگیر اختر نعیمی صاحب بریڈ فورڈ لندن
مضمون استفتاء۔ لفظ ذنب کی تشریح۔ داڑھی مبارک رکھنا فرض اس کی حد چار انگلی واجب ہے۔ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کے ہر حکم پر عمل واجب ہے وہ حکم قولی ہو یا فعلی، ایک غلط کار جاہل مصنف کی چند تحریری خرافات کا تردیدی مختصراً جواب ص

۵۔ قاضی نور حسین معرفت صوفی فضل حسین صاحب گوجرخان

مضمون استفتاء۔ لمبے دن اور لمبی راتوں کا بیان اور اُن دنوں میں نماز و روزے کی ادائیگی کا بیان ص ۳۰۲

۶۔ حضرت علامہ پیر عبد اللطیف شیرازی صاحب ڈسکہ

مضمون استفتاء۔ شریعت اسلامیہ میں ہر قسم کی فوٹو تصویر، کپڑے کاغذ وغیرہ پر بنانا حرام ہے۔ جو شخص اس کو جائز کہے۔ وہ گمراہ اور فاسق ہے اس کے پیچھے نماز منع ہے ص ۳۳۱







العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ جلد پنجم

میں مستفتی علماء کرام و مشائخ عظام

۱۔ حضرت علامہ سید نصیب علی شاہ حنفی نقشبندی و مولوی مہربان خان کوٹلوی خطیب جامع مسجد ڈھوک

مضمون استفتاء۔ قانون شریعت کے مطابق سید زادی کا نکاح غیر سید نیک متقی معظم باوقار باکردار اُونچے خاندانی عالم دین سے سیدہ کے والی قریبی کی اجازت اور رضا سے جائز ہے ص ۷

۲۔ حضرت مولانا صاحبزادہ عبد القادر خان نعیمی صاحب ابن حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ دربار حضرت

مضمون استفتاء۔ سجدۂ تعظیمی حرام ہے اور دُعا کے دوران میں استمدادی کلمات پڑھنے منع ہیں ص ۱۴۰

۳۔ حافظ عبد الکریم و دیگر علماء اہل سنت گوجرانوالہ

مضمون استفتاء۔ درودِ ابراہیمی صرف نماز کیلئے ہے اور بیرون نماز درودِ ابراہیمی پڑھنا منع ہے ص

۴۔ حضرت مولانا محمد سجاد نعیمی قادری صاحب ایبٹ آباد

مضمون استفتاء۔ مولیٰ علی مولودِ کعبہ نہیں بلکہ مولودِ خانہ ہیں ص ۱۷۴

۵۔ حضرت مولانا قاری سید تنویر الحسن صاحبان وغیرہ لندن

مضمون استفتاء۔ زکوٰۃ و صدقات واجبہ کی تملیک واجب ہے کسی وقف ادارے کی تعمیر وغیرہ پر لگانا ناجائز ہے ص ۱۸۵

۶۔ حضرت علامہ ڈاکٹر بدر منیر مجددی صاحب

مضمون استفتاء۔ عیدین، رمضان، حج و قربانی، بلکہ بارہ مہینے کا اسلامی نظام الاوقات تو آج سے صدیوں پہلے خود قرآن مجید و حدیث شریف نے ایسا آسان و عظیم فرمادیا کہ اگر سعودیہ کی ضد بازی و ہٹ دھرمی و خلاف اسلام طریقے پر توجہ نہ دی جائے تو کبھی بھی نہ دو عیدیں ہوں نہ ابتداء رمضان و اختتام کی پریشانی ہو ص ۲۰۵

۷۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب چشتیہ ٹرسٹ یو کے

مضمون استفتاء۔ مفتی غلام رسول جماعتی کی کتاب حسب و نسب کی تمام جلدوں کے مدلل و مختصراً جوابات و تردید ص ۲۲۶

۸۔ حضرت مولانا حاجی محمد اشرف قادری نعیمی صاحب فرانس

مضمون استفتاء۔ بانی ادارہ منہاج القرآن کے بارے چند سوالات اور اُنکے شرعی مدلل جوابات، اسلامی شریعت میں فوٹو حرام ہے ص

یہ تو تھا مستفتی علماء کرام و مشائخ عظام کا مختصراً تعارف مع جواب استفتاء ان علماء کرام و فاضل حضرات کے استفساری سوالات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے اتنے علمی و فقہی سوالات قائم کئے۔ جن کے جوابات دینے کیلئے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ہی ذات مبارکہ زیبا تھی۔ ورنہ آج کل کے مفتی تو واقعی ہی مفت میں کھانے والے جگہ جگہ مل جاتے ہیں مگر مسائل کے بتانے والے جاتے جا رہے ہیں بقول حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ

پہلے مفتی تھے مسائل کے بتانے والے
اب کے مفتی ہیں مفت میں کھانے والے

فتاویٰ نعیمیہ شریف میں کل سوالات کے فتاویٰ جات کی تعداد ۱۹۶ ہیں اور جوابات میں صفحات تحریر فرمائے وہ ۲۴۶۶ ہیں۔ جدید فقہی تصریحات، و ابحاث اور استخراج مسائل کا مجموعہ اور فقہ حنفی کا عطر تحقیق انیق سے بھرپور خزانہ اور تحقیق مسائل میں اپنے زمانے کا فائق

ترین مجموعہ۔ علاوہ ازیں کہ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے غیر مطبوعہ فتاویٰ کی تعداد ۲۵۰۰ سے زائد ہے واللہ اعلم۔ حضرت مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے طبع شدہ فتاویٰ جات ایک نظر دیکھنے والے ناظر کو دعوت مطالعہ دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور تحقیق ایسی کہ اس کے غیر میں کم ملے الحمد للہ۔ قارئین محترم آپ سے بانظر انصاف عدل کی توقع ہے کہ کیا اتنے علماء اور مشائخ و عظام کا جس ہستی سے استفسار کرنا اور جواب پانا پھر بار بار مستفتی بن کر جوابات حاصل کرنا آخر ضرور وقعت عظیمہ رکھتا ہے نہ کہ چند جہلاء زمانہ کی یہ ہرزہ سرائی معاذ اللہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی سند کا درجہ نہیں رکھتے اور اہل سنت سے خارج ہیں! کیا وقعت رکھتی ہے۔ اور معترضین سے بھی التماس ہے کہ خدارا اِن احقاق کو حق کی نظر سے دیکھو تصلب دینی سے کام لو نہ کہ تعصب دینی سے اور ان حوالہ جات مع محاسن فتاویٰ نعیمیہ اور اکابرین وقت کا بیان فرمانا اور حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کو سند کا درجہ دینا کیا بتا رہا ہے کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی چھوڑ کر ان فقہاء اُمت کے دامن رحمت سے وابستہ ہو جاؤ، تا کہ بازار محشر میں کچھ نہ کچھ قیمتی ہو کر نکلو۔ ہدایت میرے رب کریم و رحیم کے ذمے کرم پر ہے جسے چاہے نواز دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان، صحت، سلامتی عطا فرمائے۔ آمین۔

بعض جاہل بے وقوف لوگوں نے مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ شریف پر اعتراض کرتے ہوئے ان کو عقائد اہل سنت و جماعت سے منحرف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے فتاویٰ شریف پر جاہلانہ و متعصبانہ اعتراضات کئے ہیں، ان نو خیز لونڈوں اور خود ساختہ مفتیوں میں عظمت شاہ ہزاری مفتی حنیف قریشی راولپنڈی اور امتیاز شاہ کاظمی وغیرہ اور انکے تین بڑے مثلاً مفتی غلام رسول جماعتی، ریاض شاہ، شاہ عبد القادر، دراصل یہ باذات خود رافضی ہیں وتقیہ کر کے اہل سنت و جماعت میں گھس گئے اور جو عقائد رافض کے ہیں ان کو اہل و سنت میں داخل کرنے کی مومزم کوشش کر رہیں ہم عظمت شاہ گیلانی کی کتاب جوان لوگوں کے نظریات کی نمائندہ ہے اور انکی متفقہ کاوشوں سے شائع ہوئی کا مختصراً جواب عرض کرتے ہیں

العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ شریف

پر عظمت[1] شاہ گیلانی تفضیلی کی یک نظر دجالی کا مُنہ توڑ جواب

[1] اعتراض۔ مفتی صاحب اولیاء اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے خداوند کریم کے ذکر کی توہین کر بیٹھتے ہیں لکھتے ہیں: ذاکر والدین کے نطفے بھی ذاکر ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ بعض پیدائشی اولیاء اللہ کے نطفوں میں ذکر الٰہی کی خوشبو رچ بس گئی ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد ۲ ص ۱۵۳

جواب اعتراض۔ جناب معترض صاحب سے ایک الزامی سوال اور پھر تفصیلی جواب[1] یہ کیسا انصاف ہے کہ جو حوالہ تم اعتراض کی شکل میں پیش کر رہے ہو، اُسی سے تم اپنے حق میں استدلال بھی کر رہے ہو[2] ثبوت اس کا تمہاری کتاب تذکرہ ولادت مرتضیٰ صفحہ ۱۲۶ کی یہ عبارتیں کہ روح البیان کے حوالہ کا ذکر کر کے مندرجہ بالا عبارتیں نقل کیں[3] اور وہاں یہ تبصرہ یادگار چھوڑا کہ۔ تو انصاف کیجئے عام اولیاء کیلئے یہ بات اگر تسلیم ہے تو ولیوں کے امام کے بارے الخ[4] کیسی اُلٹی منطق ہے کہ جو حوالہ تم اپنے حق میں لاؤ وہاں روح البیان کا نام لو جب بطور اعتراض کے ذکر کرو وہاں روح البیان کا نام چھوڑ کر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جھولی میں ڈال دو یہ تمہاری ہی دیانت داری ہے۔

اب تفصیلی جواب ملاحظہ فرمائیں[5] حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے کہ نطفۂ ولادت کا ٹیکہ لگانے کا کیا حکم ہے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب کے ضمن میں نطفہ کی کیفیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نطفہ چونکہ ابتدائی

---

[1] عظمت شاہ نے گولڑہ شریف کے بزرگوں کے پاس اپنی اس کتاب کی قبولیت کیلئے عرض کی: دعا کریں، تو بزرگوں نے فرمایا کہ تم نے یہ کتاب لکھی بعد میں ہے اور قبول پہلے ہی ہو چکی، ذرا اس دعویٰ پر غور کیجئے اور دوسری طرف اس کے خیالی بزرگوں کی بشارت اور اس پر اسکی خیانتیں، کیا تمہاری کتاب اس قابل ہے؟ جو تم اس دعویٰ داری میں آسمان پر اُڑ رہے ہو۔ ناظر دیکھے گا کہ اس خائن آدمی نے جو اعتراض قائم کئے اُنکی حقیقت ہی کتنی ہے اور جھوٹ بکنے سے کتاب مقبول نہیں ہوتی، اخلاص کے ساتھ سچ لکھنے سے ہوتی ہے۔

جزئیات میں سے ہے۔ اس لئے ماں باپ کی نسلیت کا اثر اس پر بہت ہوتا ہے گویے کا بیٹا پیدائشی گویا ہوتا ہے عالم کا بیٹا علم کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس کے خیالات بھی عاقلانہ ہوتے ہیں بادشاہ کی اولاد بادشاہی طبیعت رکھتی ہے۔ ذاکر والدین کے نطفے بھی ذاکر ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض پیدائشی اولیاء اللہ کے نطفوں میں ذکر الٰہی کی خوشبو رچ بس گئی۔ چنانچہ تفسیر روح البیان جلد پنجم ص ۷ پر ہے۔ يُحْكىٰ اَنَّ بَعْضَ اَهْلِ الرِّيَاضَةِ المحققين مِنْ اَهْلِ التَّوحِيْدِ الْحَقَّانِي كَانَ يُشَمُّ مِن فُضَلَاتِهِمْ رَائِحَةُ الْمِسْكِ الخ فَهُمْ مِنَ النّطفة صُوْرَةً وَمِنَ النّوْرِ مَعْنًى۔

ترجمہ: حکایت ہے کہ بعض اولیاء اللہ کے فضلات یعنی نطفوں میں مشک کی خوشبو آتی تھی پس وہ ظاہر میں نطفہ ہے اور باطن میں نور ہوتا ہے ۱؎ اب معترض بتائے کہ توہین کہاں رہی اور یہ کہ تم نے نام لیا قبلہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اور حوالہ نکلا صاحب روح البیان کا۔ یہ ہیں عبارتیں جن پر شور مچاتے ہوئے اعتراض کر رہے ہو، یہ اعتراض مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر تو نہ پڑا ہاں البتہ تم ضرور اس میں متہم ہو کر خائن ٹھہرے۔ ۲؎ یہ کیسا اعتراض ہے کہ جس سے اپنے حق میں استدلال بھی لایا جائے اور بطور اعتراض بھی لایا جائے واقعی ایک نظر والا فتاویٰ نعیمیہ پر کیا نظر رکھے گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک نظر دجّال کی ہوگی۔

تیرے ہر ایک سخن میں ہیں بہم دو پہلو
کبھی اقرار سے ہوتا نہیں انکار جدا

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ

خانقاہوں میں دلوں کا مدعا بکتا رہا
مدتوں اُنکی دکانوں میں خدا بکتا رہا
ان کے ایمانوں میں رخنے تھے وفا میں داغ تھے
دل تھا ناقص، دامن صدق و صفا میں داغ تھے

۲؎ اعتراض۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری اور حضرت میاں محمد بخش کی گستاخی مفتی

صاحب نے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے، انہوں نے اپنی تفسیر میں بہت غیر ذمہ دارانہ جلد بازیاں اور چشم پوشیاں کی ہیں اور یہ غلطیاں صرف انہی سے سرزد نہیں ہوئیں ہمارے بہت سے اکابر نے نادانی میں کیا سے کیا کر دیا مثلاً عارف کھڑی شریف میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی منظوم کتاب سیف الملوک میں بہت سے اشعار خلاف شریعت لکھ ڈالے۔ یہ ہمارے بزرگوں کی چشم پوشیاں ہیں کہ جن سے قوم کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے فتاویٰ جلد اول ص ۲۰۶

ذرا غور سے اس عبارت کو پھر پڑھیں۔ اپنے بزرگ، اکابر اور عارف بھی تسلیم کیا اور نادان، چشم پوش اور شریعت کا مخالف بھی لکھ ڈالا۔ یہ بھی مان لیا کہ خلاف شریعت اشعار کسی نے نہیں کہے بلکہ میاں صاحب نے لکھے۔

جواب ۱۔ یہاں معترض کو چاہئے تھا کہ پوری عبارت نقل کرتا تاکہ پتہ چلتا کہ گستاخی کیا ہوئی۔ ۲۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ سے سوالات ہوتے ہیں ۱۔ اذان سے پہلے درود سلام پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں دوسرا سوال یہ کہ ہم نے پیر محمد کرم شاہ صاحب سے زبانی پوچھا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اذان سے پہلے درود شریف نہیں پڑھنا چاہئے، اس قول کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پیر محمد کرم شاہ الازھری صاحب کا قول قابل قبول نہیں، اگرچہ ہماری جماعت کے بزرگ ہیں اور ہمارے لئے قابل احترام ہیں مگر بڑی غیر ذمہ داری سے کلام فرما دیتے ہیں۔ غالباً انکی یہ اغیار نوازی صلح کلی کے نظریات پر مبنی ہے، اسی لئے انہوں نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں بھی بہت غیر ذمہ دارانہ جلد بازیاں چشم پوشیاں کی ہیں۔ جس کی نشاندہی مجاہد ملت ابوداؤد محمد صادق صاحب نے اپنی تحریر میں رضائے المصطفیٰ کے صفحات پر کی ہے۔ اور یہ غلطیاں صرف انہی سے سرزد نہیں ہوئیں۔ ہمارے بہت سے اکابر نے نادانی میں کیا سے کیا کر دیا ہے۔ مثلاً عارف کھڑی شریف میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب منظوم سیف الملوک میں بہت سے اشعار خلاف شریعت لکھ ڈالے

ب عیسیٰ خاک انہاں دے درِ دی گھِن تیمم کردا
ایسے کارن ہتھ انہاں دا شفا ہر ضرر دا

یہ شعر واقعتاً غلط ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی پر تیمم نہ کیا۔ کسی حدیث و تاریخ سے ثابت نہیں یہ شعر نہ تمثیل بن سکتا ہے نہ ادب و احترام، یہ ہمارے بزرگوں کی چشم پوشیاں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار کو خلاف شریعت قرار دیا ہے اگر تم اپنی مبلغ علم دانی سے ان اشعار کو مطابق شریعت کر کے بیان کرتے تو تمہارا اعتراض قابل غور ہوتا۔

دوسرے یہ کہ یہ حضور غوث پاک کے بارے میں یہ کہنا کہ معرعہ، کھہتے روح فرشتے ہتھوں کیا ایسا ممکن ہے اگر نہیں تو یقیناً نہیں تو پھر ان جیسے اشعار پر شرعی گرفت کرنا گستاخی کیسے ٹھہرا؟

علاوہ ازیں کہ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے اسی خلاف عقیدہ اشعار و حکایت کے بارے سوال ہوا، آیئے دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اس کا کیا جواب دیا۔ ملاحظہ ہو۔

کیا یہ روایت درست ہے یا نہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک مرید کا انتقال ہو گیا۔ فوت ہونے والے کا لڑکا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس پر لڑکا بہت زیادہ رویا تو آپ کو رحم آیا آپ نے وعدہ فرمایا اور لڑکے کو تسلی دی اور تسکین کی بعدہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو مراقب ہو کر روکا۔ حضرت عزرائیل رُکے، آپ نے دریافت فرمایا کہ: ہمارے مرید کی روح تم نے قبض کی ہے۔ جواب دیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ روح ہمارے مرید کی چھوڑ دو! حضرت عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے بحکم رب العالمین روح قبض کی ہے۔ بغیر حکم نہیں چھوڑ سکتا اس پر جھگڑا ہوا، آپ نے تھپڑ مارا حضرت عزرائیل علیہ السلام کی ایک آنکھ نکل پڑی اور آپ نے اُن سے زنبیل چھین کر اُس روز کی تمام روحیں جو قبض کی تھیں چھوڑ دیں، اس پر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے رب العالمین سے عرض کیا وہاں سے حکم ہوا کہ ہمارے محبوب نے ایک روح چھوڑنے کو کہا تھا تم نے کیوں

نہیں چھوڑی، ہم کو اُنکی خاطر منظور ہے اگر اُنہوں نے تمام روحیں چھوڑ دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ شرعاً اس روایت کا بیان کرنا کیسا ہے۔

جواب اعلیٰ حضرت۔ یہ روایت ابلیس کی گڑھی ہوئی ہے اور اس کا پڑھنا اور سننا دونوں حرام اب تبصرۂ روایت ملاحظہ ہو، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ۱۔ احمق جاھل بے ادب نے یہ جانا کہ وہ اس میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تعظیم کرتا ہے۔ حالانکہ وہ حضور کی سخت توہین کر رہا ہے ۲۔ کسی عالم مسلمان کی اس سے زیادہ توہین کیا ہوگی کہ معاذ اللہ اُسے کفر کی طرف نسبت کیا جائے ۳۔ نہ کہ محبوبان الٰہی سیدنا عزرائیل علیہ السلام مرسلین ملائکہ میں سے ہیں اور مرسلین ملائکہ بالاجماع تمام غیر انبیاء سے افضل ہیں، کسی رسول کے ساتھ ایسی حرکت کرنا توہین رسول کے سبب معاذ اللہ اس کے لئے باعث کفر ہے اللہ تعالیٰ جہالت وضلالت سے پناہ دے۔ (فتاوی رضویہ قدیم جلد نہم کتاب الشتی)

حضرت عزرائیل علیہ السلام سے روحیں چھین لیں معاذ اللہ۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کا مقام و درجہ غوث اعظم سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ یہ اشعار مدحت غوث اعظم نہیں۔ کیونکہ مدح یا ثناء حقیقی مذہب ومقام و مرتبے کو بیان کرنا ہے۔ اب اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کہہ دو کہ اعلیٰ حضرت نے عارف کھڑی کی گستاخی کی ہے نیز یہ کہ حضور مفتی اسلام نے فرمایا کہ اس سازش میں میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کو ملوث کیا جا رہا ہے۔ بلکہ خود ممدوح کی گستاخی اور شرمندہ کرنے والی بات ہے اور ایسی بیہودہ عقیدت والے خیر خواہ نہیں ہوتے۔

۳۔ اعتراض۔ شیخ اکبر اور خواجہ گولڑوی پر اعتراض ۱۔ ایک جگہ لکھتے ہیں محی الدین ابن عربی فصوص الحکم میں ٹھوکر کھا گئے کہ معاذ اللہ نبی اپنے خواب کی تعبیر میں غلطی کر سکتا ہے اور ملفوظات مہریہ میں اس بات کی ناجائز تائید بھی ہوئی تھوڑا آگے جا کر لکھتے ہیں انہوں نے مقام نبوت کا حقہ سمجھا ہی نہیں ہے فتاوی جلد ۲ ص ۳۵۷ / ۲۵۶

۲۔ ملفوظات مہریہ کے اکثر ملفوظ مائل برفض اور شریعت کے خلاف ہیں۔ فتاوی نعیمیہ جلد ۲ ص ۳۳۹

جواب اعتراض۔ جناب قارئین کرام جواب سے پہلے ایک شعر پڑھتے جائیں اور معترض کی دیانت داری بھی ملاحظہ فرمائیں

؎ وہ شوق کیا جو رہے سرحد تمنا تک
وہ درد کیا جسے دل پر بھی اختیار نہ ہو

اب آئیں اصل جواب کی طرف ۱ معترض نے فتاویٰ کے جس مقام سے اعتراض لیا اُس سے پانچ سطر پہلے عقیدہ بیان ہو رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہر حالت میں معصوم ہوتے ہیں اب اس سے اگلی عبارت میں ہے، ان حوالوں سے پتہ چلا کہ اکابر دین کا مسلک یہی ہے کہ نبی جھوٹ نہیں بول سکتا، جب یہ طے ہے کہ نبی جھوٹ نہیں بول سکتا، تو عبارات منقولہ مذہب غیر سے لینے والی عبارت بھی یقیناً اس کی نظر سے گزری ہوگی اور وہیں عصمت کی چھ نوعیتیں بیان کی ہیں ۱ نوعیت عصمت عن الشک عصمت انبیاء یہ ہے کہ نبی شک سے بھی معصوم ہیں۔ اپنی وحی میں یا اس کے سمجھنے میں یا اس کی تعبیر میں غلطی کر سکتے ہی نہیں خواہ وحی جلی ہو یا خفی، منامی ہو یا یقاظی۔ محی الدین ابن عربی فصوص الحکم میں یہاں ٹھوکر کھا گئے ہیں اور کہہ گئے کہ معاذ اللہ نبی اپنی خواب کی تعبیر میں غلطی کر سکتا ہے اور ملفوظات مہریہ میں اس بات کی ناجائز تائید بھی ہوئی۔ مگر یہ سب غلطی ہے۔ اب تو آنکھیں کھول کر دیکھو کہ مقام نبوت کی گستاخی تم کو نظر نہیں آئی اور مقام ولایت کی نظر آ گئی ہے۔ اللہ کے بندو کیا تمہارے نزدیک مقام نبوت، مقام ولایت سے کم درجہ میں ہے جو اس کی اتنی وقعت ہے اور ابن عربی اور ملفوظات مہریہ میں ملاوٹ مانتے نہیں ہو۔ کیا یہ تمہاری دیانت داری ہے۔ حیاء باید (اس پر کہ نبی اپنی خواب کی تعبیر میں غلطی کر سکتا ہے) کیا کہا جائے گا۔ یہی نا کہ جن کا یہ عقیدہ ہے اُنہوں نے مقام نبوت کو کما حقہ سمجھا ہی نہیں، اگر سمجھتے تو ایسا کبھی نہ لکھتے۔ اس میں چاہے کوئی ہو، ابن عربی ہوں یا کوئی اور۔ ۲ معترض اگر سچا ہے تو بتائے کہ یہ الفاظ کہ ملفوظات مہریہ کے اکثر ملفوظ مائل بر رفض اور خلاف شریعت ہیں۔

کس نے کہے یہ الفاظ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یا ملفوظات مہریہ کے مرتب نے ملفوظات کے صفحہ ۲ پر اعتراف کرلیا ہے کہ ملفوظات کو پڑھ کر تو گمان ہوتا ہے کہ اکثر ملفوظ مائل بر رفض اور شریعت کے خلاف ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جن کا مفصل بیان کتاب الیواقیت والجواہر امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔ خصوصاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے کلام میں تو الحاقات کی گنتی نہیں کھلے ہوئے صریح کفر بھر دیئے ہیں جس پر درمختار میں علامہ مفتی ابوالسعود سے نقل کیا کہ ہم کو یقین ہے کہ شیخ رضی اللہ عنہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گڑھ دی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ششم ص ۳۰۸

اب کہہ دو کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے شیخ اکبر کی گستاخی کر دی ہے سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ،، وکان ﷺ معصومًا الخطاء فی الدین۔

ترجمہ۔ اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم قدیم ص ۲۹۹

۱۴ اعتراض۔ غزالی زماں علامہ کاظمی کی گستاخی

مصنف صاحب خود طبلہ ڈھول اپنے گلے میں ڈالیں اور مسجد کے محراب منبر میں کھڑے ہو کر الخ العیاذ باللہ خوب بجائیں۔ یہاں لفظ منبر کی کتابتی غلطی پر معترض کا تبصرہ ملاحظہ ہو لکھتا ہے کہ لفظ منبر کو انگریزی لفظ ممبر لکھنے سے مفتی صاحب کی اردو دانی تو واضح ہو گئی ہے۔

جواب اعتراض۔ پہلے معترض کی پکڑی ہوئی غلطی پر اس کا تبصرہ ملاحظہ ہو، کہتا ہے کہ فتاویٰ نعیمیہ جلد ۵ ص ۱۷۸ پر لفظ کاتب سے سبکی کی جگہ لفظ جنگی لکھا گیا، ممکن ہے کتابت کی غلطی ہو، جب یہاں کتابت کی غلطی نظر آ گئی تو وہاں کتابت کی غلطی مانتے ہوئے کون سی موت پڑتی تھی۔ جیسا اظہار وہاں کر دیا ویسا اظہار یہاں بھی ہو سکتا تھا اب آؤ پہلے اعتراض پہ سنو

اور خوب کان کھول کر سنو وہ یہ کہ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہاں فَاضْرِبُوا بمعنی ضرب ہی ہے اور اس میں مذکر مردوں کو خطاب ہے جیسا کہ مصنف نے اس رسالے کے ص ۳۵ پر لکھا ہے۔ تو اوّلاً لازم آتا ہے کہ ہر نکاح کے موقعہ پر دولھا اور دولھا کا باپ، بھائی، چچا، تایا، ڈھول باجہ طبلہ وغیرہ لے کر بجائیں۔ اور مصنف صاحب کے صاحبزادے کی اگر شادی نکاح ہو تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ خود طبلہ ڈھول اپنے گلے میں ڈالیں اور مسجد کے منبر میں کھڑے ہو کر العیاذ باللہ معترض بتائے کہ فتاویٰ نعیمیہ میں اس اعتراض کے یہ الفاظ محراب ہیں اور لفظ منبر کی بھی وضاحت ضروری ہے عبارت خود بتا رہی ہے کہ اگر یہاں خطاب مردوں کو ہو تو کیا مصنف ایسا کر سکتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بریلی کے تاجدار فرماتے ہیں کہ سماع مجرد کو ائمہ محققین علمائے عاملین و اولیائے کاملین نے صرف اہل پر محدود اور نا اہل پر قطعاً مسدود فرمایا ہے نہ کہ مزامیر محرمہ کہ خود منکر و حرام ہیں اس سے آگے آٹھویں عبارت میں یوں ہے کہ احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں اور کچھ نہ ہو تو حدیث جلیل جمیل صحیح رجیح صحیح بخاری شریف کافی ووافی صرف ترجمہ۔ ضرور میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہونے والے ہیں کہ حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔ اس سے آگے بھی ہے کہ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے فتاویٰ میں ثابت کیا ہے کہ ان پیروان ہوائے نفس کا حضرات اکابر چشت قدست اسرارہم کی طرف سماع مزامیر نسبت کرنا محض دروغ بے فروغ ہے ان کے اعاظم اجلہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے مشائخ کرام علیہم پر افتراء ہے۔ نیز ان کے تمام تمسکات واہیہ کا اجمالی جواب موضع صواب ان لفظوں میں گزارش کر دیا ہے کہ بعض جہال بدمست یا نیم ملا ہوس پرست یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ کلمے پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول، کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب

العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے فتاویٰ رضویہ جلد دہم قدیم ص ۲۱۳

اعتراض ۵: علامہ کاظمی شاہ صاحب نے ایک نواسۂ رسول ﷺ امام حسن مجتبیٰ کے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھا ہے، یہ جملہ پڑھتے ہی مفتی صاحب کی خارجیت والی رگ پھڑی اٹھی اور علامہ کاظمی پر فتویٰ لگا دیا معاذ اللہ۔ ملاحظہ ہو، اہل سنت کے نزدیک حسن علیہ السلام کہنا سخت ناجائز ہے مصنف (علامہ کاظمی) یا تو در پردہ شیعہ ہے یا غیر عالم ہے یا کاتب کی غلطی ہے۔

جواب: اگر سچے ہو تو بتاؤ کہ فتاویٰ نعیمیہ شریف میں یہ الفاظ کہاں ہیں کہ علامہ کاظمی شاہ صاحب در پردہ شیعہ ہیں۔ یا غیر عالم؟ یہ تمہاری اپنی تخریب کاری ہے جو نفرت آمیز الفاظ کو اعتراض بنا کر پیش کرتے ہو جو کہ فتاویٰ میں ان کے برعکس ہوتے ہیں۔ اب اصل عبارت ملاحظہ ہو اور ساتھ ہی معترض کی دیانت داری بھی۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو حسن علیہ السلام کہنا یا تو کاتب کی غلطی ہے یا مصنف نے خود لکھا۔ اگر خود لکھا تو ثابت ہوا کہ مصنف اس بات سے بے خبر ہیں کہ یہ رافضیوں شیعوں کا طریقہ ہے، اہل سنت کے نزدیک بجز انبیاء کرام اور ملائکہ کسی کو علیہ السلام کہنا جائز نہیں۔ آگے اس مسئلہ کے دلائل ہیں، جو معترض کو نظر نہ آئے۔ اور ملاوٹ والے الفاظ کو عمل میں لائے۔ اور اپنی رگ رافضیت کو تازہ کر لیا۔ نیز فتاویٰ رضویہ شریف میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ کیا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر بھی یہی رگ خارجیت والا الزام دو گے؟ علاوہ ازیں کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف جلد اوّل سے حوالہ نقل فرمایا صرف ترجمہ، یعنی صحابہ کرام کو صرف رضی اللہ عنہ کہا جائے۔ در مختار جلد پنجم ص ۳۴۹ کا حوالہ بھی لکھا ہوا ہے کہ یعنی انبیاء کرام کے سواء کسی اور پر درود بھیجنا منع ہے لفظ علیہ السلام بھی درود شریف کے درجے میں ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سن کر صرف علیہ السلام کہہ دینا وجوب کو ادا کر دیتا ہے۔ بہت جگہ صرف فرشتوں کیلئے اور انبیاء کرام کیلئے علیہ السلام کہنا کافی ہوتا ہے۔ کیونکہ علیہ السلام کا لفظ حقیقتاً درود شریف کے لئے مختص ہے۔ مزید تسلی و تشفی کیلئے اسی فتاویٰ اس جگہ اور دلائل ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ جنہیں یہاں طوالت کے خوف سے ترک کر دیا گیا۔

۵۔ اعتراض۔ علامہ عطاء محمد بندیالوی مصنف کی نظر میں مسئلہ قوالی پر استاذ العلماء حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ علامہ بندیالوی کا قول منطق و فلسفہ میں تو حجت ہوسکتا ہے مگر فقہ میں ان کا قول قابل حجت نہیں چند سطروں بعد لکھا ہے کاش بندیالوی صاحب فقہ اور اصول فقہ کی کتاب پڑھ لیتے یا کم از کم علامہ شامی کی کتب اور تلویح و توضیح کا مطالعہ فرما لیتے تو ایسی خطاء مطلقہ کا صدور نہ ہوتا۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم ص ۵۷ معترض نے خطاء مطلقہ کا ذکر نہ کیا، جس سے واضح ہوتا کہ کونسی خطاء مطلقہ مراد ہے۔ جس سے تعین ہوسکتی۔

جواب۔ یہاں بھی معترض کی خیانت جھلک رہی ہے۔ اور اب تک پانچ اعتراضوں میں یہی حالت رہی۔ قبلہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو معترض کی منقولہ عبارات سے اوپر جہاں سے عبارت شروع فرمائی وہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی اس رسالے کی تردید میں مشغول تھا کہ مجھ کو ایک صاحب نے حضرت قبلہ عالم جناب علامہ عطاء محمد بندیالوی صاحب کا رسالہ مسمّٰی قوالی کی شرعی حیثیت پیش کیا اور مجھے جواب کیلئے کہا۔ میں نے سرسری طور پر مطالعہ کیا کہ شاید کوئی دلیل کارآمد نظر آئے مگر اس میں بھی وہی چشم پوشیاں ہیں جن کی وضاحت و تردید کردی گئی۔ آگے ایک سطر بعد مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ علامہ بندیالوی مدظلہ اگرچہ منطق کے بحر بیکراں کے عظیم تیراک ہیں اور دریاء فلسفہ کے شناور ہیں، اگر آپ کو معقولات کا استاد کامل یا فلسفے کا امام کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا، بلکہ یہ حقیقت مسلم ہے ہم جیسے اصاغر علامہ بندیالوی کے گلستان منطق کے خوشہ چین ہیں اور فلسفے میں بڑے بڑے اُستاد ان ہی کے کاسہ لیس ہیں مگر فقہ اسلامیہ میں پیر طریقت سید قبلہ ابوالبرکات اور شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب کا ہی مقام ہے۔ امام فقہ کا لقب تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل مراد آبادی کو ہی زیبا ہے۔ علامہ بندیالوی کا قول منطق اور فلسفہ میں تو حجت ہوسکتا ہے مگر فقہ میں ان کا قول قابل حجت نہیں۔ علاوہ ازیں کہ یہ کیوں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کاش مصنف محترم لکھتے وقت فقہ اور اصول فقہ کی کتب

پڑھ لیتے وجہ یہ تھی کہ حضرت بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حرمت کیلئے دلیل قطعی ضروری ہے دلیل ظنی سے ثابت نہیں ہوتی اور خبر واحد مفید ظن ہے۔ یہاں پر پہلا مقدمہ کے جواب میں قبلہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قانون شریعت کے مطابق حرام دو قسم کا ہے۔ ۱۔ حرام قطعی۔ ۲۔ حرام ظنی۔ حرام قطعی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، حرام ظنی، جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اسی کو مکروہ تحریمی بھی کہتے ہیں اب معترض سے کوئی پوچھے کہ حلت و حرمت اسلام میں اہم ہے یا ان کے خلاف لکھنے والے کی شخصیت اہم ہے؟

۶۔ اعتراض۔ خواجہ گولڑوی کی توہین اور قبلہ بابو جی کا اُدھار

مسئلہ سیاہ خضاب پر بھی مفتی صاحب نے ایک تردیدی مضمون لکھا۔ اس میں قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب کے بارے میں جو جملے لکھے ہیں انہیں دیکھ کر اندازہ کرلیں کہ یہ شخص بزرگوں کا کتنا بے ادب و گستاخ ہے ملاحظہ ہو۔ نیز گولڑوی سرکار آخر کس عورت کو اپنی طرف راغب کرنے کیلئے لگاتے یا کالا خضاب لگاتے وقت کس کو جوانی کا دھوکہ دینے کا ارادہ فرماتے۔ جلد چہارم ص ۵۳ اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ میں نے خضاب کے بارے میں حضرت بابوجی صاحب گولڑوی کے سامنے سوال کیا، آپ نے فرمایا آپ کے اس سوال کا جواب مجھ پر اُدھار ہے مگر وہ اُدھار آج تک ادا نہ ہوا

جواب ۱۔ واہ رے بہادر تضادی شاہ تم تو دیانتداری کا خونِ ناحق کرنے پر تو تلے ہوئے ہو اور سوائے اشتعال انگیزی کے تمہارے تالو سے کچھ خارج ہوتا ہی نہیں۔ ۲۔ قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ معترضانہ طور پر فرماتے ہیں کہ میں نے اور بھی بہت سے حضرات قبلہ محدث گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین سے اس بارے استفسار اور تحریر طلب کی مگر مجھ کو آج تک کوئی تحریر نہ مل سکی۔ نہ ہی کسی نے دکھائی جس سے میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ یہ نسبت غلط ہے اور پھر ہو کیسے سکتا ہے کہ اتنا عظیم انسان درویشِ رسالت عاشقِ کفشِ نبوت، وہ خضاب لگائے جس کو صریحی احادیث میں وعیدِ شدید سے منع فرمایا گیا ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیے کہ پیر صاحب کو کس کس غلط طریقوں سے ملوث کیا جا رہا ہے، اگر یہ گولڑوی سرکار

کی طرف کالے خضاب کی نسبت معاذ اللہ درست ہوتی تو اُس دور کے فقہاء اسلام سے ضرور مباحثہ، تحریری وتقریری کہیں نہ کہیں مذکور ہوتا۔ نیز گولڑوی سرکار آخر کس عورت کو اپنی طرف راغب کرنے کیلئے لگاتے یا کالا خضاب لگاتے وقت کس کو جوانی کا دھوکہ دینے کا ارادہ فرماتے؟، بات بنانے سے پہلے یہی سوچا ہوتا۔ محترم قارئین! مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات کا انداز بتا رہا ہے کہ یہاں حضور قطب وقت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کالے خضاب کی نسبت کرنے والو! تم اگر دیدہ ودانستہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھوپ رہے ہو، تو بتاؤ کہ قبلہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخر کس کو دکھانے کیلئے لگاتے الخ۔ اسے کہتے ہیں الزامی اعتراض، مگر معترض کی مت ماری گئی ہے جو تعصب کی بنا پر الزامی عبارت کو اعتراض بنا رہا ہے۔ باقی رہا بابو جی قبلہ کا اُدھار اگر معترض اُنکی نیابت میں یہ اُدھار چکا سکے تو ضرور چکائے ہم مشکور ہونگے۔

کالے خضاب کے سلسلے میں مزید تسلی اگر درکار ہو تو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ رضویہ قدیم جلد دہم صفحہ ۳۰ تا ۳۳ مطالعہ کریں۔

پ۔ اعتراض۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو دین کی کچھ سمجھ نہیں تھی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے مفتی صاحب لکھتے ہیں رازی صاحب ان شخصیات میں سے ہیں جن کے پاس سوائے عقلیات ونفسیات کے اور کچھ نہیں، ساری زندگی فلسفے کی الجھنوں میں گزری اس لئے ہر چیز کو عقلی استدلال کے ترازو میں تولنے کے عادی ہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ دینی رموز عقل وشعور سے حاصل نہیں ہوتے ہیں شعور کشف اسرار سے اور کشف اسرار شرح صدر رب کے کرم اور فیضان نبوت سے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد ۴ ص ۲۸۸ ص ۱۰۳

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے دروغ گورا حافظہ نباشد۔ مفتی صاحب نے یہاں امام رازی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ آپ نے دیکھ لیا۔ اور خود ہی اسی فتاویٰ کی جلد اوّل میں امام رازی کو اپنے زمانے کا مجدد تسلیم کر لیا۔ لکھتے ہیں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک قول کے مطابق اپنے زمانے کی چھٹی صدی کے مجدد گزرے ہیں۔ فتاویٰ جلد اول ص ۲۴۰

اور اپنے فتاویٰ میں مجدد کی شان لکھتے ہیں کہ یہ مرتبہ عظمیٰ خاص عطیۂ الٰہیہ ہے۔ بفرمان

حدیث مقدس ہر صدی بعد پورے عالم اسلام میں ایک ہی خوش قسمت و باصلاحیت شخص پر عطیۂ الٰہیہ ہوتا ہے اور اسلام کے ہر شعبے میں پورے سو سال تک اس ایک ہی مجدد منجانب اللہ کے فیوض و برکات و تجدیدی کارنامے جاری و ساری رہتے ہیں۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد ۴ ص ۶

مفتی صاحب کی اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ۱ مجددیت کا مرتبہ عظمیٰ عطیۂ الٰہی ہوتا ہے ۲ مجدد کی یہ شان ہوتی ہے کہ اسلام کے علمی، فکری، روحانی، اقتصادی، فقہی، ظاہری و باطنی ہر شعبے میں اس کا فیضان جاری ہوتا ہے ۳ مجدد منجانب اللہ ہوتا ہے ۴ مجدد پورے عالم اسلام میں ایک صدی بعد ایک ہی شخص ان اوصاف کا حامل ہوتا ہے۔ ۵ مفتی صاحب کے اس فتویٰ سے ثابت ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام رازی کو اسلام کے ہر شعبے میں فیضان جاری کرنے کیلئے اپنی جانب سے مجدد بنا کر بھیجا ۶ چھٹی صدی میں امام رازی کے علاوہ کوئی شخص ان صلاحیتوں کا مالک نہیں تھا۔ لہٰذا ان جیسا فقیہ اسلام بھی کوئی نہیں ہوگا۔ ۷ ایک ایسے شخص کو امت کی رہنمائی کیلئے مجدد بنایا گیا جس کے پاس عقلیات و نفسیات کے سواء کچھ نہ تھا فقہ میں اُسکی باتیں بھی کمزور ہیں۔ اب اندازہ کیجیے ایک طرف مجدد بھی مان رہے ہیں اور دوسری طرف رازی کے شرح صدر اور تفقہ فی الدین کا انکار بھی ہے۔

جواب۔ ۱ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر جلد پنجم ص ۵۱۵ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے۔ یعنی جائز اور ممکن ہے کہ غیر نبی اُن علوم میں نبی سے زیادہ عالم اور اُونچا ہو جائے جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ہوتی۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے واقعے میں لکھا ہے حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام فخر الدین رازی کی یہ بات قطعاً بے بنیاد اور بے ثبوت ہے۔ حقیقت ایمانی یہ ہے کہ کوئی غیر نبی دین و دنیا کے کسی بھی علم میں کسی بھی نبی علیہ السلام پر فوقیت تو درکنار برابری بھی نہیں کر سکتا۔ تفسیر کبیر کی عبارت چار طرح غلط اور قابل تردید ہے ۱ یہ کہ کوئی دلیلی ثبوت پیش نہ کیا گیا محض بات کر دینا غلط اور قابل تردید ہے ۲ یہ کہ یہ کہنا کہ بعض علوم پر نبوت موقوف ہے بعض پر نہیں یہ بھی

غلط ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کو دین و دنیا کے تمام علوم کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے اس لیے رب تعالیٰ نے ہر علم، فن، صنعت، حرفت، اپنے انبیاء علیہم السلام کو اپنی قدرت سے خود تعلیم فرمائی۔ دنیا میں جس کسی نے جو کچھ سیکھا وہ بلواسطہ یا بلاواسطہ سینہ بسینہ تعلیم رسالت و فیضان نبوت سے ہی سیکھا۔ ۳ یہ کہ فخر الدین رازی کے پاس کوئی ایسی میزان نہیں جس سے وہ علوم کی تقسیم یا چھانٹ کرتے پھریں کہ یہ علوم نبوت کیلئے ضروری ہیں اور یہ ضروری نہیں۔ ۴ یہ کہ تفسیر کبیر کی یہ بات قرآن مجید کے دلائل کے خلاف ہے، قرآن مجید کے دلائل سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہر علم تمام مخلوق کے علم سے زیادہ ہے۔ آگے اس بات پر دلائل ہیں جو قائل دیدیں۔ لہٰذا معترض کو چاہئے تھا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تائید کرتا اور اس نظریئے کے حق میں دلائل پیش کرتا۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا، اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے، شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ السلام نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا، ان وجوہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے، ولی کس مونہہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے گا حاشا ولی نہ ہوگا پکا شیطان ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ششم ص ۱۴۵)

اب معترض کے امام فخر الدین رازی کو مجدد ماننے پر دلائل کا جواب ملاحظہ ہو۔

مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک قول کے مطابق امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد تسلیم کیا ہے۔ کیا کبھی مجرد قول پر مجدد مانا جاتا ہے؟ اگر ہاں تو کیوں؟ اگر نہیں تو وجہ کیا ہے وجہ اس کی سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے واضح ہو رہی ہے۔ جسے آنکھیں کھول کر پڑھو۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اوّلاً کتاب غنیۃ الطالبین شریف کی نسبت حضرت شیخ محقق محدث عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہی نہیں۔ مگر یہ نفی مجرد ہے۔ ہاں اگر اسکے حق میں ہی فیصلہ ہو، تو سوال یہ ہے کہ چھٹی صدی میں کونسا فرقہ تھا جس کے زور کو توڑنے کیلئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو

مجدد مانا جاتا ہے۔ وہ فرقہ جہمیہ تھا اور اس فرقہ کے عقائد فلسفہ پر مبنی تھے اور ہر چیز کو فلسفے کے ذریعے حل کرتے تھے۔ لہٰذا امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاسفہ کے باطل عقیدوں کو اسلامی فلسفے کے ذریعے سے ختم کیا اور عالم کے قدیم ہونے کے کفریہ عقیدے کا رد بلیغ فرمایا اور انہوں نے پانچویں اور چھٹی صدی کا زمانہ پایا یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فلسفہ اپنے بام وعروج پر پہنچا ہوا تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ صرف فلسفی ہی تھے اس سے بڑھ کر مقام نہیں تھا انکا اور یہی ان کے کارناموں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ان ہی عقلیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا روم نے مثنوی شریف میں فرمایا۔

گر بہ استدلال کار دیں بودے
فخر رازی راز دار دیں بودے
کار استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

ترجمہ: اگر دین کے کام عقلی دلیلوں سے سمجھ آسکتے تو فخر الدین رازی دین کی رمز سمجھنے والا ہوتا استدلالی پاؤں تو لکڑی کے ہوتے ہیں۔ اور لکڑی کے سخت کمزور ہوتے ہیں۔

علاوہ ازیں کہ جس زمانہ میں مجدد ہوتا ہے اسے اسی فتنہ کی سرکوبی کیلئے انہی علوم خاص سے نوازا جاتا ہے جیسا امام فخر الدین کے زمانے سے ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں کہ حدیث مبارکہ ہے کہ میرے صحابی کا ایک سیر جو راہ خدا میں خیرات کرنا تمہارے احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ جب یہاں درباره صحابہ کرام دعویٰ برابری کی نفی ہے تو دعویٰ نبی سے ارفعیت خود بخود مردود ہے۔

۱۸۔ اعتراض۔ صحابہ کرام کے علاوہ کسی کو غازی کہنا

معترض فتاوٰی نعیمیہ جلد چہارم ص ۴۴۹ سے عبارات نقل کرتا ہے کہ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے علاوہ کسی کو غازی کہنا سراسر جہالت ہے اور کذب بیانی ہے اس لئے کہ غازی بنا ہے غزوہ سے اور غزوہ وہ جہاد ہے جس میں آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے بذات خود شرکت فرمائی یہ کل غزوات ۲۷ ہوئے جو صحابہ کرام ان میں سے جس کسی میں شریک ہوئے، صرف ان کو ہی غازی کہا جاتا۔ بعض جہلا اب بھی اپنے آپ کو یا اپنے کسی بڑے کو غازی کہہ دیتے ہیں یہ حماقت اور لاعلمی ہے جو گناہ ہے کیونکہ جھوٹ ہے۔ اس عبارت سے نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرام کے علاوہ کسی اور کو غازی کہنے والا جھوٹا جاہل احمق اور گنہگار ہے۔ لہٰذا مفتی صاحب کے نزدیک غازی علم دین، غازی عبدالقیوم وغیرہ کہنے لکھنے والے گنہگار جھوٹے اور احمق ہیں۔ مفتی صاحب کو احساس ہی نہیں کہ ان کے ابا حضور مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ غازی عبدالقیوم، غازی عبدالرشید، غازی علم دین نے حضور کی عزت پر اپنے سر دے دیئے مراۃ شرح جلد ۸ ص ۵۰۸ کاش کہ یہ مفتی اسلام لکھنے سے پہلے اُن احادیث مبارکہ کو پڑھ لیتے جن میں قیامت تک ہونے والے جہاد کیلئے غزوہ کا لفظ استعمال فرمایا گیا اور غزوہ ہند والی مشہور حدیث جس میں لفظ غزوہ آیا ہے۔

جواب اعتراض ۱ ۔ سب سے پہلے لفظ غزوہ کے متعلق عرض ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق شرح المشکوۃ جہاد کے بیان جلد ۵ ص ۴۲۷ پر فرماتے ہیں کہ جس جہاد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شرکت نہ فرمائیں وہ سریہ ہے اور جس میں حضور بنفس نفیس شرکت فرمادیں وہ غزوہ ہے۔ (مرقات واشعتہ)

اسی جلد میں ص ۵۱۵ پر شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جہاد، قتال، غزوہ تینوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ جہاد بنا ہے جہد سے بمعنی مشقت اور صرف طاقت، غزوہ بنا ہے غزوٌ سے بمعنی باہر نکلنا اور جنگ کیلئے روانگی، قتال بمعنی ایک دوسرے کو قتل کرنا، ۲ ترکیہ میں ۲۴ نومبر ۱۹۳۴ء کو کمال پاشا کی اپنی پارٹی بیوک ملت مجلسی نے کمال پاشا کو اتاترک کا خطاب لقب دیا تو ہندوستان میں ڈاکٹر علامہ اقبال نے اور انکی پارٹی شفیع گروپ نے کمال پاشا کو غازی کا لقب دیا۔ حالانکہ صحابہ کرام کے علاوہ کسی بھی شخص کو غازی کہنا سراسر جھوٹ ہے۔ الخ علاوہ ازیں کہ ترکی میں اس وقت جتنے بھی علماء صوفیا تھے اُن سب نے کمال پاشا کو دجال اوّل کا لقب دیا تھا۔ اور ادھر ہندوستان میں اس کو غازی کا لقب دیا گیا۔ اس لئے حضور مفتی

اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ غازی کا محل بیان فرمایا ہے مگر نجانے معترض کو کیوں درد اٹھا جو لفظ غازی کو بے محل بتانے پر تلا ہے۔ اب رہا لفظ تغزو الھند کا ترجمہ کسی نے غزوہ نہیں لکھا حالانکہ حضرت حجۃ اسلام حامد رضا خان بریلوی تو الصارم ربانی ص ۲۴ پر، تغزو کا ترجمہ، جہاد کرتے ہیں پوری روایت ہے میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے نار سے محفوظ رکھا ہے ایک گروہ وہ جو کفار ہند پر جہاد کریگا۔ الخ

۹ درود ابراہیمی گناہ اور باعث عذاب

معترض نقل کرتا ہے کہ بیرون نماز درود ابراہیمی پڑھنے کے بارے میں مفتی صاحب کا فتوٰی ملاحظہ ہو۔ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنا اللہ تعالیٰ کے حکم کو اپنی من پسندی سے تبدیل کرنا ہے اور بحکم قرآنی رب کے حکم میں تبدیلی کرنا گناہ اور باعث عذاب ہے فتاوی نعیمیہ جلد ۵ ص ۷۴

ایک اور جگہ تو انتہاء کر دی۔ تمام علمائے اسلام کے مسلک میں بغیر سلام والا درود شریف پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی پر عمل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ نماز کے علاوہ درود ابراہیمی پڑھنا گناہ ہے فتاوی جلد ص ۱۵۰

جواب ۱۔ حضرت حکیم الامت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ یہ درود ابراہیمی ہے نماز میں صرف یہی پڑھا جائے گا اور درود نہیں، مگر نماز کے علاوہ یہ درود غیر مکمل ہوگا۔ کیونکہ اس میں سلام نہیں اور قرآن کریم نے صلوٰۃ و سلام دونوں کا حکم دیا لہٰذا خارج نماز وہ درود پڑھو جس میں صلوٰۃ و سلام دونوں ہوں نماز میں چونکہ التحیات میں سلام آچکا ہے اس لئے یہاں سلام نہ آنا مضر نہیں ہے۔ جلد دوم ص ۹۸ آگے صفحہ ۹۹ کے حاشیہ نمبر ۱ میں فرماتے ہیں کہ یہاں بھی سوال نماز کے بارے میں ہے جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے درود ابراہیمی صرف نماز کے لئے ہے ۲ معترض ضد بازی، وجہالت میں وہ، وہ اعتراضات کر رہا ہے جن سے اسے سروکار ہی نہیں۔ علاوہ ازیں کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو چودہ ۱۴ عدد دلائل سے

مزین کیا، معترض صاحب کا اعتراض تو تب بنتا تھا کہ ان چودہ ۱۴ عدد دلائل کا جواب لکھتے اور اعتراض بناتے اور اب اس اعتراض کی کوئی اہمیت نہ رہی۔ ۳ معترض کو قلبی بیماری لاحق ہے وہ یہ کہ اس نے اپنی کتاب میں ہر جگہ بجائے درود وسلام کے صرف اشارت سے کام لیا مثلاً۔ انبیاء کرام کے نام مقدس کے ساتھ ؑ۔ اور صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ ؓ تو ہر جگہ ہی ہے اور اولیاء عظام کے مقدس ناموں کے ساتھ ؒ وغیرہ لکھے ہیں اس مسئلہ میں بھی حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ دلیلیں اس کے رد میں ذکر فرمائیں ہیں اس کا کیا جواب ہے معترض کے پاس؟ ۴ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر خصوصیات میں سے ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ آپ نے جس مسئلہ میں بھی قلم اٹھایا، اس مسئلہ سے متعلق تمام عموم و خصوص، اور اعتراضات و جوابات قاہرہ کو پیش نظر رکھا ہے اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں بھی اہل علم کے سامنے اپنی تحقیق پیش فرمائی ہے، اور اس تحقیق میں بہت سے دلائل ذکر فرمائے ہیں، اور اس مسئلہ میں تمام معترضین کو چاہئے تھا کہ اس کے جواب میں اپنی تحقیق کو میدان میں اُتارتے، مگر افسوس کہ بجائے مسئلہ فہمی کے اُلٹا تعصب فی الدین کو پیش کیا گیا۔ پھر اس پر جہالت یہ کہ یہ مسئلہ ایک معترض نے اپنی لاعلمی سے بنایا اور پھر دیگر ہمارے علماء نے اس کو متنازعہ مسئلہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کیا اور انٹرنیٹ پر پھیلا دیا، کیا یہ علم و دیانت ہے؟ کسی جاہل مطلق نے مفتی اقتدار احمد نعیمی کا اجماع اہل سنت سے انحراف وخروج کے نام سے مضمون لکھ کر اپنے متعصب فی الدین ہونے کا ثبوت فراہم کیا، وہ ایسے کہ اسی مضمون کے اعتراض ۴ میں میں لکھتا ہے کہ درود ابراہیمی راہ چلتے پڑھنے کے متعلق فتاوٰی رضویہ ج ۶ مسئلہ ۴۱۳ پر ہے، سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہو وہاں رُک جائے درود وسلام و آل کو جمع کرنے والا درود یقیناً جامع درود ہے مگر غیر جامع صیغہ درود کو مکروہ تحریمی کہنا اور گناہ کبیرہ ماننا بھی بدعت ضلالت ہے۔

جواب۔ اس اعتراض میں معترض نے جتنے بھی درود شریف کے صیغوں کا ذکر کیا ہے اُن

میں ایک حوالہ درود تاج میں سَلِّمُوْا کے امر کا امتثال نہیں دیا ہے۔ لہٰذا پہلے اس پر عرض کیا جاتا ہے:۔ ۱۔ علماء فرماتے ہیں کہ دین میں جتنی جس کی فہم و فراست ہے اُتنا ہی وہ فقیہ ہے۔ یہاں معترض لکھ بیٹھا کہ درود تاج میں سلموا کا امتثال نہیں۔ کیا معترض صاحب درود تاج کو صرف نُوْرٍ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ تک پڑھتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ساتھ ہی "یَاۤ اَیُّھَا الْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"، بھی پڑھتے ہونگے۔ جب تو وَسَلِّمُوْا کا امتثال خود بخود ہو گیا، کیا یہی علمیت ہے کہ اعتراض قائم کرنے کیلئے زمین و آسمان کے قلابے ملائے جائیں اور جب ذرا سا غور کیا جائے تو یہی اعتراض ھبا منثورا ہو جائے، کیا یہ ہوتی ہے قابلیت؟ ۲۔ درود ابراہیمی کے موقع و محل کے بارے سیدی اعلیٰ حضرت اور حضرت حکیم الامت اور حضور مفتی اسلام کا موقف واضح ہے جیسا کہ اُوپر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ و حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ذکر ہوا۔ اور سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات معترض صاحب نے پوری نقل نہ کی اگر پوری عبارات نقل کرتا تو اعتراض کی حقیقت آشکار ہو جاتی۔ مگر ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ آگے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیا ارشاد فرماتے ہیں (اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کر کے ایک عدد مقرر کر لے کہ اُس قدر باوضو دوزانو با ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر نباہ سکے بہتر ہے۔ چند لفظوں کے بعد فرمایا کہ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغۂ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضور قلب میں فرق نہ ہو۔ ۳۔ اس حوالے اور سوال کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ سائل تو اوراد و وظائف کی اجازت مانگ رہا ہے اور ساتھ ہی افضل درود شریف کے بارے استفسار کر رہا اور جواب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے واضح کہ درود ابراہیمی صرف نماز کیلئے ہے جیسا کہ افضل اعمال یعنی نماز سے واضح ہوتا ہے اور مختلف صیغوں کا حکم کرنا بتا رہا ہے کہ علاوہ نماز کے کامل درود و سلام کے صیغے عرض کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ سچی سمجھ عطاء فرمائے۔ آمین۔

۱۰ اعتراض حدیث شریف کی توہین اور یاوہ گوئی:

معترض لکھتا ہے کہ مفتی اقتدار احمد خان صاحب نے مسئلہ سیاہ خضاب کا رد لکھتے ہوئے حدیث رسول کا مذاق اڑایا ہے۔ اور مفتی صاحب نے حدیث کو بلاوجہ من گھڑت کہہ دیا جو حدیث کی سخت ترین گستاخی ہے۔ ھذا الحدیث ضعیف لکھنے کے بعد بیان کیا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ آگے معترض نے اپنی علمی دھاک جمانے کے لئے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ جو آپ نے انگوٹھے چومنے کی بحث میں ذکر کئے ہیں چوری کر کے لکھے، کہتا ہے کہ اہل علم جانتے ہیں کہ ضعیف اور موضوع میں کتنا فرق ہے، اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ[1] میں اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ملا قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں زیادہ سے زیادہ اس کا متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ محدثین نے تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اگر راوی ضعیف ہو تو روایت صرف ضعیف ہوگی موضوع نہیں ہوسکتی۔

جواب۔ ویسے معترض کی بحث اور مسئلہ خضاب سیاہ کا موازنہ کیا جائے تو اس کی جہالت آشکارا ہے وہ ایسے کہ اس نے فتاوی رضویہ شریف سے عبارت نقل کی ہے کہ والظاھر ان الحدیث ضعیف لاموضوع۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) یہ الفاظ من و عن فتاوی رضویہ سے نقل کئے، مگر معترض کو مفید نہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کو ملا علی قاری سے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارۂ اتخاذ ودجاج کی نسبت نقل کیا کہ اُسکی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے ابن حبان نے کہا وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم قدیم ص ۲۴۳ ۲۔ ضعیف حدیث سے احکام وغیرہ ثابت نہیں ہوتے یہ بات معترض کو بھی تسلیم ہے تو پھر اتنا بڑا لمبا چوڑا اعتراض فضول ہے اور خضاب والا مسئلہ حلت و

---

[1] جس جاہل کو (متن کے ضعیف ہو جانے پر حدیث کا کیا حکم ہوتا ہے) معلوم نہیں وہ اگر حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ پر اعتراض کرتا ہے تو کس منہ سے؟

حرمت والا ہے۔ اس بیچارے معترض کو اتنی تمیز بھی نہیں کہ مسئلہ مذکورہ کے شعبہ کو جانتا۔ ۲۔ اب تفصیلی جواب سنیے معترض کی جہالت ہے یا ضد لکھتا ہے کہ مفتی صاحب نے پہلے تو اس حدیث کو فوراً ہی بلاوجہ من گھڑت کہہ دیا جو حدیث کی سخت ترین گستاخی ہے۔ بہادر شاہ جی! آپ کی معلومات کیلئے وہ سب وجوہ فتاویٰ شریف سے ہی نقل کرتا ہوں اور قارئین کرام سے تمہاری دیانت داری کی داد لیتے ہیں۔ وجہ ۱ حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ماجہ سے جو روایت نقل کی جواز خضاب سیاہ کے حق میں، مگر مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی چار قسم کی غلطیاں اور کمزوریاں بیان فرماتے ہوئے اس روایت کے متعلق فرمایا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہو سکتی۔ وجہ ۲ اسماء رجال کی مشہور کتاب التقریب التہذیب کے حوالہ سے شرح انجاح کی عبارت حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۶۷ پر ۲ میں صاف لکھا ہے کہ هذا الحديث ضَعِيفٌ لِاَنَّ عَبْدَ الْحَمِيدِ ابن ضيفى لِيِّنُ الحديث۔ وجہ ۳ یہ روایت اُن تمام احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن میں بڑی شدت سے کالے خضاب کی ممانعت اور وعید شدید مذکور ہے۔

وجہ ۴ ابن ماجہ شریف والی اس روایت میں راوی عبد الحمید ابن ضیفی ہے جو اسماء رجال میں لیّن ہے۔ محدثین کرام کے نزدیک لیّن بمعنی ہے کمزور نرم، ضعیف لین کی تین قسمیں ہیں ۱۔ لیّن فی الحفظ ۲۔ لیّن فی العقل ۳۔ لیّن فی الدیانت اور راوی کے لین ہونے کی وجہ سے روایت ضعیف اور ناقابل قبول ہو جاتی ہے۔ دیکھو اصول حدیث کی کتب اور اگر اس ابن ماجہ کی غلط روایت کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں تضاد بیانی پائی جاتی ہے کہ کبھی کچھ کبھی کچھ معاذ اللہ اور یہ سراسر گستاخی نبوت ہے ۱۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اب اس روایت کے موضوع ثابت ہو جانے کے بعد مزید جرح کی ضرورت نہیں ہے مگر باطل کی یہ غلط بیانی ختم و توڑنے کیلئے اتمام حُجت ضروری ہے کہ یہ روایت اخلاقاً بھی غلط ہے ۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی بیکار بے فائدہ بات فرما دیں۔ ناممکن ہے۔ غور تو کرو کہ ابن ماجہ کی اس ذرا سی بے احتیاطی نے کتنوں

کے ایمان برباد کردیئے اس روایت خود ساختہ سے سراسر ناموس رسالت کی گستاخی ہورہی ہے۔ ۱۴ حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ اس روایت کا کرتے ہوئے غور نہ کیا آخر فی صدور عدوکم کا ترجمہ کیا تمہارے دشمن کے سینوں میں۔ کیا کبھی ایک دشمن کے متعدد سینے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس روایت میں عدو واحد ہے اور صدور جمع ہے علماء نحات کے نزدیک واحد سے جمع مراد لینے کی تین شرطیں ہیں۔ نمبر۱ وہ واحد الف لام استغراقی سے معرف ہو۔ ۲ نکرہ مفرد غیر مخصوصہ ہو مضاف نہ ہو۔ ۳ یا تکرار لفظ ہو جیسے عدوی وعدولکم مگر یہاں یہ کوئی شرط نہیں اس لئے اس کی وحدت معین ہے لہٰذا حدیث کے اندر ایسی غلطی نہیں ہو سکتی۔ نیز یہاں عدولکم مجمل اور غیر واضح ہے یہ پتہ نہیں کہ دشمن سے ذاتی دشمن مراد ہے یا دینی و ایمانی دشمن۔ کسی بھی دوسری حدیث نے وضاحت نہیں فرمائی، کسی شارح کے قول نے اس کی وضاحت نہ فرمائی حالانکہ احادیث کے احکام قیامت تک سب مسلمانوں کیلئے یکساں ہیں۔

محترم قارئین کرام یہاں معترض کی دیانت داری کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ ۵ الزامی عبارت کو اپنی طرف سے اعتراض بنا کر لکھ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے اپنا ایمان برباد کر لیا ہے۔ حالانکہ علامہ شفیع اوکاڑی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ سیاہ خضاب میں لکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سرخ یا پیلا خضاب لگایا کرتے تھے، اس پر حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اگرچہ یہ بھی حقیقتاً غلط ہے۔ ۱ اور یہ بھی معترض کی دیانت داری کے گزشتہ نمونوں میں اضافہ ہے۔

نمبر۱۱ اعتراض۔ سبز اور سیاہ رنگ کی نسبت معترض لکھتا ہے کہ مفتی صاحب نے مشائخ کے اس عمل پر جس انداز میں تبصرہ کیا اس کے ایک ایک لفظ سے گستاخی پھوٹ رہی ہے۔ بعض کم عقل، نادان پیر لوگ ہر کالے اور سبز رنگ کی تعظیم میں جھکے پڑتے ہیں اور مریدوں کو بھی

---

۱ حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضور نے کبھی خضاب نہ لگایا۔ کیونکہ سر شریف میں تقریباً چودہ بال اور داڑھی شریف میں چھ بال سفید ہوئے، بال شریف کی زیارت کرنے والوں نے جو خضاب کی روایت کی وہ اس خوشبو کے رنگ سے دھوکہ کھا گئے جس میں بال شریف رکھے رہتے تھے (سلطنت مصطفےٰ ص ۶۷، ۶۶)

ان دونوں رنگوں کی تعظیم کا حکم دیتے ہیں کہ کالے رنگ کی جوتی نہ پہنو سبز رنگ گنبد کا رنگ ہے اسلام ان خرافات کو نہیں مانتا، اللہ تعالیٰ نے کالی بھیس، کالا ریچھ بہت سے کالے حرام جانور پیدا فرمائے الخ۔

جواب۔ حسب سابق معترض کے اس اعتراض میں بھی کتر و بیونت کی فنکاری نمایاں ہے مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرز عبارت بتا رہی ہے کہ یہ بھی الزامی اعتراضات سے ہے، کیونکہ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان صرف اس رنگ کی تعظیم کرے گا جو غلاف کعبہ سے لگ چکا ہے آج کل کالا ہے تو کالے غلاف کی تعظیم ہے اگر کل کسی حکومت نے سرخ یا پیلا غلاف ڈال دیا تو اُس غلاف کی تعظیم ہوگی یہ تعظیم فقط کعبہ کی نسبت اور اُس کلمہ طیبہ کی وجہ سے ہوگی جو اُس پر لکھے ہوئے ہیں نہ کہ کپڑے یا کالے رنگ کی وجہ سے اسی طرح صرف اُس سبز رنگ کی تعظیم ہوگی جو سبز گنبد میں لگ چکا ہے، اُس میں لگے ہوئے رنگ کا ٹکڑا اگر ہم کو مل جائے تو تاج شاہی سے بھی زیادہ اُسکی تعظیم کریں گے، یہ مومن کا فرض ہے لیکن اُس کے علاوہ کسی بھی ہرے، کالے، پیلے، سرخ رنگ میں شریعت اسلامیہ مسلمانوں پر کوئی بھی حکم صادر نہیں فرماتی نہ کوئی رنگ واجب نہ کوئی حرام نہ مکروہ نہ تحریمی نہ تنزیہی، اسلام ان بناوٹی اور خود ساختہ پابندیوں کے خلاف ہے۔ اب رہی سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نفیس تحقیق، اس سے تم کو کیا حاصل، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو نسبت نبوی کی تعظیم و تکریم کے بارے فرماتے ہیں نہ کہ رنگوں کو بیان فرمایا۔ کہ فلاں رنگ کی تعظیم کرو فلاں کی نہ کرو۔



صوفیائے چشت کی گستاخی

۱۲۔ اعتراض:۔ معترض کہتا ہے کہ مفتی صاحب نے صوفیائے چشت کی گستاخی کی ہے، عیش پرستوں نے اپنے عیاش مریدین کیلئے چشت کا نعرہ مار کر طلبہ و سارنگی اور قوالیوں سے دل بہلایا۔ (فتاویٰ جلد اول)

جواب: ۱۔ پہلی دفعہ ایسا احمقانہ اعتراض دیکھا کہ بیان ہو رہا ہے معاشرے کی خرابیوں کا اور انکی اصلاح و درستگی، مگر اس معترض کے نزدیک اصلاحی قواعد پر اعتراض کرنا عین ایمان ہے۔ یہی تو معترض کی خرابی ہے، لہٰذا پورے سیاق و سباق کو نقل کرتا ہوں اور فیصلہ ناظر پر چھوڑتا ہوں تا کہ معترض بیچارے کی قلبی بیماری واشگاف ہو۔ ۲۔ اسی جگہ عبارت یوں ہے کہ کیسی سچی تھی وہ تقسیم جو آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، کیسی پیاری تھی وہ تفریق جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ کیسی انوکھی تھی وہ تعلیم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ کیسا حسین تھا وہ انتخاب جو حبیب خدا نے مرحمت فرمایا، کیسی مشفقانہ تھی وہ ترتیب جو بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرتب کی کہ شریعت کیلئے علماء اور طریقت کیلئے صوفیاء مقرر فرمائے، علماء کو حکم دیا کہ تم ظاہر ہو جاؤ اور صوفیاء کو فرمایا کہ تم پوشیدہ ہو جاؤ۔ علماء کو فرمایا کہ تم ہر شخص سے ملتے رہو، صوفیاء سے کہا عوام سے دور بھاگو۔ علمائے کرام کو تبلیغ کا حکم دیا، صوفیاء کو تصوف کے ظہور کی پوشیدگی کا حکم دیا فقہاء کو علم چھپانے سے منع کیا، کہ وہ احکام الٰہیہ ہیں، صوفیاء فقراء کو تصوف کے ظہور سے منع کیا کہ وہ اسرار الٰہیہ ہیں۔ عوام کو حکم ملا کہ علماء کے پاس رہا کرو۔ خواص کو لازم ہوا کہ صوفیاء کی صحبتیں اختیار کرو۔ یہ تھی وہ پیاری ترتیب کہ جس نے دامن اسلام کو زرنگار بنا دیا تھا، اب اس سے اگلے صفحہ یعنی نمبر ۴۴۸ پر عبارت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ آئندہ نسلوں نے حق و باطل میں فرق نہ کیا چور اور پولیس کے نازک رشتے کو نہ سمجھا۔ راہزن و شاہد کی معمولی گتھی کو بھی نہ سلجھایا، صماً و عمیاناً ہو کر، مدرسوں سے دور، مسجدوں سے متنفر،

قرآن و حدیث سے علیحدہ ہو کر مجلس صالحین کو چھوڑ کو گوشۂ سینما میں آرام ڈھونڈا، تلاوت کو ہٹایا، ناول کو پکڑا۔ حدیث پاک سے نظریں ہٹا کر ٹیلی ویژن پر جمائیں۔ ادھر عیش پرست پیروں نے اپنے عیاش مریدین کیلئے چشت کا نعرہ مار کر طلبہ و سارنگی اور قوالیوں سے دل بہلایا اور اگر ایک طرف قوم کا سرمایہ عدالتوں اور کچہریوں کی نذر ہو رہا ہے تو دوسری طرف ان پیروں کی عیاشی اور بھانڈ، قوالوں پر ڈھرا ڈھر خرچ ہو رہا ہے، حالانکہ مسلم قوم کو رب العالمین کی طرف سے دولت اور سرمایہ اس لئے ملتا ہے کہ اس کو دینی ملی، اسلامی، مذہبی، قومی فلاح و بہبود پر صرف کیا جائے نہ کہ فرد واحد کا پیٹ بھرا جائے۔ دینی کام مدارس اسلامیہ کے سواء ممکن نہیں۔ جب تک قوم کا روپیہ علمائے کرام کو ملتا رہا۔ مدرسے پنپتے رہے اور مدارس اسلامیہ سے غزالی و رومی پیدا ہوتے رہے۔ اب معترض سے پوچھو کہ صوفیاء کی گستاخی کہاں ہوئی، البتہ تم ضرور خیانت کے مرتکب ہو کر خائن گستاخ ٹھہرے۔ اصل لفظ میں عیش پرست پیروں نے کہ عیش پرستوں کو؟

۱۳ اعتراض: معترض لکھتا ہے کہ مفتی صاحب نے اپنی طرف سے بناوٹی اصول پیش کیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص اپنے مسلمان والدین سے افضل نہیں ہو سکتا اگرچہ صحابی ہو یا تابعی عالم ہو، غوث یا قطب، عورتوں میں حضرت مریم افضل ہیں، پھر خدیجہ کبریٰ پھر حضرت عائشہ پھر ازواج مطہرات پھر تین صاحبزادیاں پھر حضرت فاطمۃ الزہرا، مردوں میں تمام خلق سے افضل بعد انبیاء کرام حضرت صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولا علی، یہاں چند امور غور طلب ہیں۔ ۱۔ پہلے لکھا ہے کہ نبیوں کے علاوہ کوئی شخص اپنے مؤمن مسلمان والدین سے افضل نہیں ہو سکتا۔ ۲۔ آگے جا کر لکھ دیا کہ انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر الخ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نبیوں کے علاوہ کوئی شخص اپنے مؤمن والدین سے افضل نہیں تو حضرت صدیق اکبر اپنے والد گرامی سے کیسے افضل ہو گئے؟ اس بناوٹی اصول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبیوں کے علاوہ اگر باپ بیٹا دونوں مسلمان ہوں تو ہمیشہ باپ افضل ہو گا، لہٰذا سیدنا صدیق اکبر اپنے والد

گرامی سے کیسے افضل ہو گئے؟

اس بناوٹی اصول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبیوں کے علاوہ اگر باپ بیٹا دونوں مسلمان ہوں تو ہمیشہ باپ افضل ہو گا، لہٰذا سیدنا صدیق اکبر کے والد گرامی حضرت ابو قحافہ کو سب سے افضل ہونا چاہیے۔ مفتی صاحب کی اس عبارت سے یا تو ان دونوں صحابیوں میں سے ایک کے ایمان کا انکار لازم آتا ہے یا معاذ اللہ ایک کی نبوت۔

جواب:۔ ۱۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فضلیت اور افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے فتاویٰ رضویہ قدیم جلد دوم ص ۵۰۹۔ مزید اسی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو، واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر واجماعی ہے اور متواتر و اجماع کے مقابل آحاد ہرگز نہ سنے جائیں گے۔ ۲۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ' مسلک اہل سنت لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فضلیت و افضلیت دینا صرف اللہ رسول کا کام ہے اللہ رسول کے سوا کوئی شخص بھی کسی کو فضلیت نہ دے سکتا ہے نہ چھین سکتا ہے۔ آیات قرآنیہ اور احادیث مطہرہ سے جن کی فضلیت واضح ہے پس وہی افضل ہے۔ آگے ضمنی بحث میں فرماتے ہیں کہ یہ بھی واضح رہے کہ بجز انبیاء کرام کے کوئی بھی شخص اپنے مسلمان والدین سے افضل نہیں ہو سکتا اگرچہ صحابی ہو یا تابعی عالم الخ افضلیت کے متعلق قرآن و حدیث سے جو دلائل حاصل ہوتے ہیں ان کی مختصر فہرست اس طرح ہے کہ ۱۔ عورتوں میں حضرت مریم، پھر حضرت خدیجہ کبریٰ پھر عائشہ صدیقہ، پھر ازواج مطہرات پھر تین صاحبزادیاں پھر فاطمہ زہرہ پھر تین صاحبزادے پھر امام حسن پھر امام حسین پھر اولاد بنات ثلاثہ پھر امامین کریمین کی اولاد پھر تا قیامت سادات، ۲۔ اور مردوں میں تمام خلق سے افضل بعد انبیاء صدیق اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی پھر باقی صحابہ پھر تابعین پھر تبع تابعی پھر تا قیامت اولیاء پھر علماء ان کے دلائل کتب فقہ و عقائد میں لکھے ہوئے ہیں۔ ۳۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنے شہرہ آفاق فتاویٰ رضویہ شریف قدیم جلد نہم صفحہ ۶۱، ۶۰، مسائل

کلامیہ میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پہلا شعار اہل سنت یہ بتایا ہے کہ ان تفضل الشیخین۔ یہ کہ تو صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تمام امت سے افضل مانے، یہ عقیدہ حمیدہ خود امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اسّی ۸۰ صحابہ و تابعین نے روایت کیا۔ اس میں حافل کافل ہماری کتاب مطلع العمرین فی ابانۃ سبقۃ القمرین ہے جس سے اس مطلب شریف پر قرآن عظیم اور احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و آثار اہل بیت کرام و صحابہ و عرفا قدست اسرارہم سے دریا لہرا رہے ہیں۔ ہر بچہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی تمام کتب عقائد میں افضل البشر بعد الانبیاء ابو بکر الصدیق ہیں۔ اس کے بعد مجدد ملت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ فتوحات مکیہ میں ہے کہ یقین جان کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی ایسا نہیں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ سوائے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ وہ حضور کے اُمتی ہیں اور صدیق سے افضل ہیں، کہ نبی ہیں۔ ۲ کیا حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے جو فہرست تفضیلی بیان فرمائی وہ تمہارے نزدیک بناوٹی ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو بیان فرمایا وہ بھی بناوٹی ہے اگر نہیں اور یقیناً بناوٹی نہیں ہے، تو تم عقائد اہل سنت کو چھیڑ کر ان کی توہین کے مرتکب ہوئے۔ دوسرے یہ کہ تم کہتے ہو کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ افضل ہونے چاہیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ورنہ ان دونوں صحابیوں میں سے ایک کے ایمان کا انکار لازم آتا ہے یا معاذ اللہ ایک کی نبوت ہم پوچھتے ہیں کہ بات کو واضح کرنے کی بجائے گول مول کیوں کر گئے ہو؟ نبوت سے مراد کیا ہے انکار یا اقرار؟ اگر یہ اعتراض قبلہ مفتی اعظم علیہ الرحمۃ پر پڑتا ہے تو مذکور بالا بزرگوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، جو یہاں جواب دوگے وہی جواب ہماری طرف سے ہوگا؟ حرفِ آخر! محترم قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے یہ شخص ایک تو لایعنی عبارات سے اپنے صفحات تقدیر کو سیاہ کر کے اپنی مبلغ علم دانی کا ثبوت فراہم کر رہا ہے اور دوسری طرف ایسے اعتراضات کر کے اہل دانش کے نزدیک اپنے رافضی ناصبی تفضیلی ہونے کا اعتراف بھی کر رہا ہے۔ کیا ایسا شخص اس قابل ہے کہ اس کی کسی بات کا اعتبار کیا جائے اور اپنے آپ کو سید لکھنے والا جب اعتراض

کو نباہ نہیں پاتا تو اپنی تحریز میں بازاری جملوں کا سہارا لیتا ہے کیا یہ خائن شخص اس قابل ہے کہ اسکی کسی بھی تحریر پر بھروسہ کیا جاسکے۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابوبکر و عمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں سواء انبیاء ومرسلین کے، فتاویٰ رضویہ جلد نہم قدیم ص ۶۰

خانقوں میں دلوں کا مدعا بکتا رہا
مدتوں اُنکی دکانوں میں خدا بکتا رہا
اُنکے ایمانوں میں رخنے تھے، وفا میں داغ تھے
دل تھا ناقص، دامن صدق و صفا میں داغ تھے

اعلیٰ حضرت مطلع القمرین میں فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق بلکہ تمام صحابہ بلکہ تمام اُمت سے افضل و بہترین ہونا مسئلہ اجماعیہ ہے۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم گروہ صحابہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ابوبکر پھر عمر پھر عثمان کے برابر کسی کو نہ سمجھتے۔ صحیح بخاری باب فضائل ابی بکر النبی جلد دوم ص ۴۸۹ رقم حدیث ۲۳۸۲۔

معترض تضادی شاہ نے تضادات اور کذب بیانیاں نام رکھ کر ایک مضمون لکھا ہے آیئے اسکا جائزہ لیتے ہیں اور حسب سابق معترض کی خیانتوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔



تضادات اور کذب بیانیاں

فتاویٰ نعیمیہ میں متعدد مقامات پر جو تضادات ہیں اُسکے چند نمونے ملاحظہ کیجیے۔

1 تضاد۔ حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ کے عقائد و نظریات پر ایک مستقل مضمون لکھا جس میں سب سے پہلے باطل کی چھ نشانیاں بنا کر علامہ اقبال کو گمراہ بددین اور عقائد باطلہ کا ترجمان بنایا گیا کہیں لکھا اُنکے نظریات ہندوانہ تھے، وہ منکر حدیث، نبیوں کے گستاخ اولیاء کرام کے بے ادب، شریعت کے مخالف اور اسلام کے دشمن تھے۔ (فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم، ص ۳۹۱)

دوسری جگہ اس اقبال کو عارف کامل تاجدار روحانیت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض یافتہ مان لیا۔ لکھتے ہیں اور مولانا رومی کی روحانی صحبت کا پروردہ اقبال پکار اُٹھا

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

تسلیم کر لیا کہ اقبال اس درجہ روحانی طاقت کے مالک تھے کہ صدیوں پہلے گزر جانے والی ہستی حضرت رومی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور انہیں رومی سے ملاقات کا شرف حاصل تھا آگے معترض لائن لگا کر حاشیہ جڑتے ہیں کہ روحانی صحبت کا مفہوم یہی ہے۔ ایک طرف رومی کا فیض یافتہ ولی کامل تسلیم کیا، دوسری طرف گمراہ، بے ادب اور گستاخ بھی کہہ دیا۔

جواب تضاد 1: شریعت مطہرہ کا حکم ظاہر پر ہے باطن پر نہیں اور جس حقیقت کو شریعت رَدّ کر دے وہ زندیقیت ہوتی ہے۔ حالانکہ دربارہ فاسق تبیین، الحقائق و امام زیلعی وغیرھا میں ہے وقد وجب علیھم اھانتہ۔ اور شرح میں تو اُسکی توہین واجب ہے 2 یہ سوال حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ سے ۱۹۶۸ء کو پوچھا گیا مستفتی محترم جناب

مسٹر عبداللہ خان لیکچرار گورنمنٹ کالج لاہور سے تھے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ آج اس جواب کو لکھے ہوئے اڑتالیس سال گزر گئے اور اِن اڑتالیس سالوں میں بڑے بڑے پائے کے علماء کرام فضلاء عظام گزرے یقیناً اِن میں اکثریت کے پاس فتاویٰ نعیمیہ موجود تھا اور یہ فتویٰ مذکورہ بھی مطالعہ میں آیا ہوگا، مگر اِن میں سے آج تک کسی نے تضاد ثابت نہ کیا، اور آج جن کو طہارت کے مسائل بھی معلوم نہیں وہ تضاد ثابت کرنے لگ گئے ہیں۔ یہ بھی قیامت کی نشانی ہے لہٰذا ہم حق بجانب ہیں کہ معترض کے تضادات کی جامہ تلاشی لیں ۳؎ حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ نے باطل کی چھ نشانیاں لکھی ہیں کیا تمہارے نزدیک غلط ہیں؟ اگر ہیں تو ان کا رَدّ لکھتے تا کہ تمہارے تضاد کی کچھ وقعت ہوتی اور یہ تمہارے بس کی بات نہ تھی ورنہ تم کم نہ کرتے۔ چلو اب بھی کوشش کر کے دیکھ لو اس کے لئے اپنی تمام ذرّیت اذناب کو ساتھ ملا لو۔ ۴؎ معترض نے بطور اعتراض جہاں سے عبارات لیں وہیں پر دلائل بھی موجود تھے وہ نقل کیوں نہ کیے؟ ۵؎ لفظ پرورده (پَر۔ وَر۔ دَہ) فارسی زبان کا لفظ ہے اور مذکر ہے معنی ہے پلا ہوا، پرورش کیا ہوا، (فیروز اللغات طبع ۱۹۷۶) اب پرورش یا پلا ہوا کا معنی روحانی صحبت مراد لینا اور روحانی طاقت کا حامل کہنا یہ تو معترض کے گھر کی کسی لُغت سے تو ہو سکتا ہے مگر لُغت مروجہ میں کہیں یہ معنی مراد نہیں ہیں اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ یہاں لفظ پَرورده کو دعویٰ داری کے ضمن میں لکھتے ہیں نہ تمہاری طرح مطلب بَرآری کیلئے اقبال کو ولی کامل حکیم الامت علیہ الرحمۃ لکھا۔ ۶؎ پھر دعویٰ کئی قسم کا ہوتا ہے اور دعویٰ کو پرکھنے کی کسوٹی شریعت مطہرہ ہے، لہٰذا دعوت عام ہے کہ شریعت کے مطابق دعویٰ کر کے دکھائیں تو یہ بات ہوگی۔ باقی روحانی صحبت کی دعویٰ داری کی حقیقت جاننے کیلئے مطالعہ کریں فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم ص ۴۳۴ پھر خود ہی واضح ہو جائے گا کہ کس نے اقبال کو ولی تسلیم کیا۔ ۷؎ پھر معترض کے حکیم الامت مفکر کا کھلا تضاد ملاحظہ ہو۔ علامہ اقبال نے سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو ہندوستان کا امام اعظم کہنے میں لفظ شدت، کو حد فاصل قرار دیا کہ اگر درمیان میں یہ چیز نہ ہوتی تو آپ اپنے زمانے میں ہندوستان کے امام اعظم ہوتے۔

حالانکہ قرآن کریم سورہ فتح ۲۹۔ ترجمہ:۔ محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ کیا اقبال کو اپنا ہی لکھا ہوا کلام بھول گیا جو کہ اسی آیت کی تشریح ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

کیا یہ تضاد نہیں کہ جس چیز کا اشعار میں اقرار ہے اسی سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے امام اعظم ہونے کیلئے رکاوٹ قرار دیا جارہا ہے اگر اسکا جواب آپ یوں دیں کہ جب علامہ اقبال نے یہ کہا انکے پیش نظر مذکورہ بالا آیت و اشعار نہ تھے اگر ہوتے تو وہ یوں حد فاصل قائم نہ کرتے، ہم جواباً کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معیار فقاہت متعین کرنے کے لیے اقبال کوئی کسوٹی نہیں تھا۔ کیونکہ علمائے عرب و عجم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کے پہلے ہی معترف تھے اور آپ کے تبحر علمی پر حیران تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا سردار مانا سندیں لیں خلافتیں لیں اور صاف کہہ دیا انکی لکھی عبارتوں کو اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ دیکھ لیتے فوراً اپنے صاحبین میں شامل فرماتے۔

تضاد ۲: فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم ص ۱۲۵ میں فقہ کی کتاب ینابیع کے حوالے سے ایک حدیث پاک کا ذکر کیا، اپنی بات کو ثابت کرتے ہوئے ینابیع کا حوالہ دے دیا اور فتاویٰ جلد ۵ ص ۶۰ یعنی ہماری بدمعاشی ہے جب ہم حوالہ دیں تو کتاب معروف ہو جاتی ہے۔ جب کوئی دوسرا عالم اس کا نام لے تو غیر معروف ہو جاتی ہے۔

جواب تضاد ۲:۔ معترض کے الفاظ کے بارے میں میرا پہلے خیال ہی تھا کہ غصے میں سخت الفاظ استعمال کرتا ہے، لیکن اب یقین ہو گیا کہ حسد کی بیماری ہے جبھی تو بازاری جملے کسے اور حقیقت حال تک رسائی حاصل نہ کی۔ دوسرے یہ کہ جب فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہے تو یہاں کیا موت پڑتی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہاں پر کتاب ینابیع کے تضاد کو

ظاہر کیا جا رہا ہے وہ تضاد ملاحظہ ہو، کتاب ینابیع میں اسی مقام پر دو قول نقل کیے گئے۔ پہلا یہ کہ عالم مرد عربیہ اور علویہ کا کفو ہے اور دوسرا قول یہ کہ عالم مرد علویہ کا کفو نہیں ہے اور ایک طرف امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ جن کی عبارت عین مسلک حنفی کے مطابق تھی مگر مخالف نے از راہ خیانت اُسے چھوڑ کر کتاب ینابیع کے قول متضاد کو لیا۔ ظاہر ہے کہ مشہور حوالہ چھوڑ کر غیر معروف حوالہ دینا خیانت نہیں تو پھر کیا ہے؟ اور کتاب ینابیع ایک غیر معروف کتاب ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ نے یہ کب کہا کہ ینابیع ایک مشہور کتب فقہ کی طرح ہے (جیسے فقہ کی مشہور کتب شامی و عالمگیری وغیرھا)۔ معترض نے جو تضاد لکھا اس سے تو اُلٹا اُسکی تضاد بیانی ظاہر ہے، کیونکہ تضاد تو تب ہوتا جب فتاویٰ شریف میں اسی مقام پر حوالہ دیتے ہوئے اس کتاب کو معروف و مُستنَد کتابِ فقہ لکھا ہوتا۔ چلو سب جانے دو صرف یہ بتاؤ کہ کسی کتاب کو غیر معتبر ماننے کے یہ معنی کہ اُسکی ہر روایت کو باطل سمجھا جائے گا۔ یا نہیں اور اگر یقیناً نہیں تو تمہارا تضاد کا دعویٰ ھبا منثورا ہو گیا۔ کیونکہ اس بات کا قائل نہ کوئی محدثین کرام میں ہے نہ کوئی اکابرین عظام میں اور پھر اس قدر کہنے سے تو یہ لازم نہیں آتا کہ ساری کتاب مطروح و مجروح ٹھہر جائے اور اسکی روایت سے استناد جائز نہ رہے۔

ع۳ تضاد: کئی مقامات پر سادات کرام کیلئے ظالم، لالچی، بدعقیدہ، بد دماغ، فاسق، و فاجر سیّد کے الفاظ لکھتے ہیں۔ جلد ۵ ص ۱۴، ۱۵ اور اس فتاویٰ میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ سیّد کو بدعقیدہ کہنے والا منکر قرآن و حدیث ہے۔ (فتاویٰ نعیمیہ جلد ۵ ص ۲۵۶۔۲۵۷)

جواب تضاد: ع۱ حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ فتاویٰ کی اسی جلد ص ۱۴ پر فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے انڈیا یوپی میں اکثر نیک شریف سنی سادات گھرانوں نے اپنے خاندان کے بدقماش، و بدعقیدہ سیّدوں سے اپنی اور اپنی بیٹیوں کی جان و عزت بچا کر نیک و متقی سُنی معظم و معزز اُونچے خاندان صاحب وقار و حیثیت گھرانوں کے علماء و فقہاء کو اپنی بیٹیاں بیاہی ہوئی ہیں۔ سارا سسرال یہاں تک کہ ساس و سسر بھی اُسکی عزت کرتے ہیں

صرف اس لیے کہ یہ سیدزادی ہے ہمارے گھر کا چراغ اور قبر وحشر کی روشنی ہے۔ بھلا یہ عزت کسی سیدزادی کو فاسق وفاجر بدعقیدہ ظالم لالچی بددماغ سید خاندوا اور اُسکے گھرانے سے مل سکتی ہے؟ یہاں عبارت سوالی کو بطور تضاد پیش کرنا ہی معترض کی ذہنی حالت وعقل میں تضاد واقعی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ ۲۔ دوسری جگہ جو فرمایا گیا کہ سید کو بدعقیدہ کہنے والا منکر قرآن وحدیث ہے، وہاں بھی جو عبارت ہے اُسے نقل کر کے دکھاتے ہیں کہ معترض کتنا بڑا خائن ہے۔ ۳۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسی فتاوٰی کی جلد ۵ صفحہ ۲۵۶ پر جواب کے شروع میں فرماتے ہیں کہ بدعقیدہ اور کافر کو کافر نہ سمجھنا بھی کفر ہے اور کافر دشمن الٰہی وعدو اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی تعظیم وتوقیر کرنا بھی کفر ہے اسی میں چھٹی سطر کے بعد فرماتے ہیں کہ سید میں تب ہی کفر وبدعقیدگی کی پلیدی آسکتی ہے جب یا تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ تطہیر پورا نہ فرمائے یا نبی کی دُعا قبول نہ ہو۔ اس سے پانچ سطر بعد فرماتے ہیں تا قیامت کوئی صحیح النسب سید کافر ومشرک یا بدعقیدہ ہو سکتا ہی نہیں ورنہ اللہ رسول کی خبر ودُعا پر حرف طعن آئے گا۔ بدعقیدہ سید دراصل بناوٹی سید ہے پھر صفحہ ۲۵۷ پر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جو شخص سچے سادات میں بدعقیدگی اور کفر مانے وہ منکر قرآن وحدیث ہے اس کے بعد ایک حدیث قدسی بیان فرماتے ہیں صرف ترجمہ۔ حضور فرماتے ہیں کہ میرے رب نے میرے اہل بیت میں مجھ سے وعدہ فرمایا کہ جو سید بھی جب تک توحید ورسالت کو وتبلیغ وعقائد کو مانتا اقرار کرتا رہے گا یعنی اسی ایمان پر مرے گا اُسے عذاب نہیں فرمائے گا۔ صاف ثابت ہوا کہ جو سید کافر یا بدعقیدہ ہو کر مرے گا وہ جہنم میں ڈالا جائیگا اور اس سے نسبت رسولی ختم ہو جائے گی۔

تضاد ۴: پانچویں جلد میں متعدد مقامات پر حسب ونسب کے مصنف حضرت علامہ مفتی غلام رسول جماعتی صاحب کو رافضی شیعہ اور جاہل لکھا ہے ص ۲۴۷ پر لکھتے ہیں مصنف کو علم نحو آتا ہے نہ علم صرف نہ منطق نہ فلسفہ کے قواعد، قرآن مجید کی سمجھ تو پاس سے بھی نہ گزری چند

سطروں کے بعد لکھتا ہے مصنف حسب ونسب کے یہ چند رافضیانہ عقیدے ہیں ص ۲۳۵ لیکن اسی فتاوی میں تسلیم بھی کرلیا ہے کہ مفتی غلام رسول جماعتی صاحب کے سُنی حنفی عالم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حضرت مصنف صاحب کی علمیت، سنیت وحنفیت میں کوئی شک نہیں صرف جذباتیت اور یک طرفہ کارروائی پر افسوس ہے۔ ص ۱۲۹ یعنی بیک وقت سُنی حنفی عالم بھی ہیں رافضی شیعہ جاہل بھی نعوذ باللہ۔

جواب تضاد: ۱ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت یہ کلمات غلام رسول جماعتی صاحب کیلئے لکھے اُس وقت آپ نے ابھی حسب ونسب پر تبصرہ نہ فرمایا۔ ۲ اور اس اُمید پر اور نام ونسبت کی وجہ سے فرمایا کہ اب یقیناً مصنف اپنے رُویہ پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ ۳ مگر نظر ثانی ورجوع تو دور کی بات ہے اُلٹا رافضیانہ عقائد کا اظہار بَرملہ کرتے ہیں۔ اس لیے آپ نے اِسی فتاویٰ کی جلد پنجم ص ۲۳۵ پر حسب ونسب کے ص ۱۷۱ پر لکھے غلط واقعے کی تردید کرتے ہوئے اور سرِدست سات کذبیات درج فرمائی۔ ۴ کتاب حسب ونسب کی بچگانہ عبارتیں عامیانہ باتیں قواعد علم کیخلاف کمزور دیکھ کر ہی فرمایا ہے اگر معترض کے پاس اتنا علم ہے تو حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کا توڑ کرے ۔ ۵ رافضی اور شیعہ اس لیے لکھا کہ کتاب حسب ونسب جلد سوم صفحہ ۲۱۷ پر علیہ السلام کہنے ولکھنے کا مسئلہ ہی غلط لکھا اور اہل سنت کے بزرگوں کے سر تھوپ دیا۔

تضاد ۵: فتاویٰ نعیمیہ میں ایک جگہ سیّدہ خاتون جنت فاطمہ زہرا کی حضرت مریم پر فضلیت کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مریم ذریت خلیل کی اینہ اور فاطمہ ذریت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اینہ ہیں۔ فاطمہ طیبہؓ کی شرافت علی النساء العلمین زیادہ ہے جلد دوم ص ۱۲۷۔ اسی میں ص ۱۲۳ پر لکھا ہے کہ جو فضائل ومراتب سیدہ فاطمہ زہراء کو حاصل ہوئے وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر تین صاحبزادیوں کو نہ مل سکے دوسری طرف خود ہی اس کا رَدّ کردیا اور سیدہ کی فضلیت ماننے والوں کو رافضی شیعہ کہہ دیا جلد ۵ میں لکھتے ہیں۔ فاطمہ زہرا کو ازواج

اور اپنی بڑی ہمشیرگان پر فضیلت نہیں۔ جب عمر میں چوتھے نمبر پر ہیں تو فضیلت میں بھی چوتھے نمبر پر ہیں۔ یہی مسلک اہل سنت ہے جو اس کے خلاف ہے وہ شیعہ رافضی ہے ص ۱۶۹۔ استغفر اللہ۔ اس فتوے کی روشنی میں محدثین مفسرین اور علمائے ربانین سمیت اقتدار صاحب کے والد گرامی بھی شیعہ رافضی ہو گئے کیونکہ انہوں نے بھی اپنی تصنیف مراۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا جناب فاطمہ زہرا سب سے افضل ہیں۔ بھلا حضور اقدس ﷺ کے لخت جگر کے برابر کون ہو سکتا ہے مراۃ جلد ۸ ص ۴۰۰۔

جواب تضاد:

۱۔ معترض کو جزئی و کلی خصوصیات کا علم نہیں ورنہ یہاں بھی تضاد نہیں بلکہ تعصب ٹپک رہا ہے وہ یوں کہ ص ۱۲۲ پر حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے خصوصی فضائل کا ذکر ہو رہا ہے مگر معترض صاحب بطور تضاد اِسے عموم میں گھسیٹ رہے ہیں۔ ۲۔ اسکی دلیل ص ۱۲۲ پر خصوصیت ۳ میں صاف لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیت سے ہے کہ فاطمہ زہرا کو یہ اعزاز نصیب ہوا کہ آپ نسل پاک جناب مصطفیٰ کی امین بنیں۔ ۴۔ ص ۱۲۴ پر خصوصیت ۵ میں حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیدہ خاتون جنت فاطمہ بتول زہراء کو جتنے بھی خصوصی فضائل ملے وہ اسی وجہ سے ملے کہ آپ کے بیٹے حسن و حسین ہوئے۔ ۵۔ جو نسل نبی اور آل نبی کے ابتدائی پھول و پھل ہیں اس سے تین سطر بعد فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہرا کے اس کے علاوہ بھی بے شمار فضائل و مراتب کی وجہ یہی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ آقائے موجودات ﷺ کی دیگر تین صاحبزادیوں کو یہ مراتب حاصل نہ ہوئے۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت کلثوم، کے تذکرہ میں یہ فضائل منقول نہیں، بس وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ اگر حضرت فاطمہ زہرا کی مذکر اولاد نہ ہوتی، نہ آپکی اولاد سیّد ہوتی نہ آپ کو یہ خصوصی فضائل ملتے اب معترض کے دوسرے اعتراض کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ یہ کہ فاطمہ زہراء کو اپنی بڑی ہمشیرگان پر فضیلت نہیں جب عمر میں چوتھے نمبر پر ہیں۔

فضلیت میں بھی چوتھے نمبر پر ہیں۔ یہی مسلک اہل سنت ہے۔ ۱۶ اس کے چھ سطر پہلے مولوی فیض احمد صاحب کے اس اعتراض کا جواب کہ حسب حدیث صحیح فاطمہ سیدہ کو دیگر دختران طیبہ پر فضلیت حاصل ہے دیتے ہوئے فرمایا کہ مولوی فیض احمد صاحب بالکل غلط کہتے ہیں۔ فاطمہ زہرا اُس حدیث مقدسہ کی بنا پر تمام اُمت کی عورتوں کی سردار ہیں سب پر فضلیت ہے مگر ازواج اور اپنی بڑی ہمشیرگان سے افضل نہیں۔ ازواج مطہرات کی تمام اُمت پر فضلیت ہے فاطمہ زہرا پر بھی اور باقی بنات النبی واہل بیت النبی پر بھی اور بڑی دختران علی الترتیب بلحاظ عمر درجہ بدرجہ افضل ہیں۔ اب معترض کے تضاد میں دم نہ رہا۔ ۷ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی فتاویٰ کی جلد دوم ص ۱۲۳ پر فرمایا کہ اسی طرح اگر دوسری کسی صاحبزادی کی بھی مذکر اولاد ہوتی تو وہ بھی سید ہوتی اور اُنکی اولاد جب تک عالم اجسام میں رہتی نسلی سید ہوتی۔ ہاں البتہ جس طرح فاطمہ زہرا نسلاً سادات ہیں اپنے والد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اسی طرح جناب سیدہ زینب، جناب سیدہ رُقیہ، جناب سیدہ کلثوم بھی نسلاً سادات ہیں۔ کیونکہ بنات رسول ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین۔ باقی رہا اب علمائے ربانیین ومفسرین عظام کا اس فتوے کی رُو سے منکر کا رافضی وشیعہ ہونا اسکا بھی جواب عرض ہے کہ حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی مرآۃ شرح مشکوٰۃ شریف حوالہ و صفحہ نمبر نقل نہ کرنا دروغ ہے ہاں البتہ اسی جلد ۸ کے صفحہ نمبر ۴۵۵ حاشیہ ۱ میں لکھا ہے کہ مومن مردوں کی بیویوں کی تم سردار ہوگی۔ لہٰذا جناب فاطمہ ازواج مطہرات خصوصاً جناب عائشہ صدیقہ اور خدیجہ کبریٰ کی سردار نہیں کہ وہ بیویاں مومنین کی بیویاں نہیں بلکہ "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ سبحان اللہ کیسی پیاری اور جامع عبارت ارشاد فرمائی۔ آگے اسی صفحہ حاشیہ ۲ سطر ۳ میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ فضلیت فاطمہ زہرا کے متعلق چند قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت فاطمہ زہرا دنیا بھر کی تمام عورتوں سے افضل ہیں (غالباً یہ ہی قول معترض نے نقل کیا مگر اگلے اقوال اور ترجیح والے قول کو چھوڑ دیا دوسرے یہ کہ حضرت

خدیجہ و عائشہ جناب فاطمہ زہراء سے افضل ہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ تینوں حضرات ہی حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ زہرا ہم رُتبہ ہیں۔ اور ترجیح دوسرے قول کو ہے کہ جناب عائشہ صدیقہ و خدیجہ کبریٰ حضرت فاطمہ زہرا سے افضل ہیں کہ وہ ماں ہیں اور جناب فاطمہ زہراء بیٹی۔ اب باقی رہا معترض کا بازاری جملوں میں بکواسات کرنا یہ اسی کو مبارک ہو ہم بازاری جملے کہنے سے منع کیے گئے ہیں، کیونکہ اُلٹی سیدھی بکواس وہی کرتا ہے جسکے پاس علمی دلائل نہیں ہوتے۔

تضاد ۶:

اولیاء علمائے ربانی کے اجسام مطہرین میں نورِ الٰہی کی جلوہ گری ہوتی ہے فتاویٰ جلد دوم ص ۹۵ چند سطروں کے بعد لکھا ہے اولیاء اللہ کے پاس صفت نور نہیں۔ فرشتوں جیسی نورانی مخلوق کے بارے میں یوں گل افشانی ہوتی ہے۔ ملائکہ کے پاس نہ صفت بشریت ہے نہ تجسم بشریت اور نہ صفت نور ہے۔ اسی صفحہ پر شان نبوت کے بارے میں لکھا۔ آپ کی انسانیت جسم لطیف ہے اور آپ کی آدمیت جسم کثیف ہے، نعوذ باللہ، کثافت و کثیف لطافت کے فرق سے جاہل کہتا ہے کہ۔ یہ شانِ لطافت ہے کہ سایہ نہیں کوئی

جواب تضاد:

۱۔ یہاں معترض تضاد ثابت کر نہ سکا کیونکہ کتر وبیونت سے تضاد ثابت ہی نہیں ہوتا خیانت آخر خیانت ہوتی ہے۔ خائن تو خود تضادی ہوتا ہے وہ بھلا کیا تضاد ثابت کرے گا۔ ۲۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ کے اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ و علماء ربانی کے اجسام مطہرین میں بھی نورِ الٰہی کی جلوہ گری اور جاگزینی ہوتی ہے مگر نہ وہ جسمانیت بنتا ہے نہ صفت، بلکہ وہ فقط ودیعت و امانت ہوتا ہے اسی مقام پر معترض قاطع تضاد عبارت کو چھوڑ گیا اور خط کشیدہ جملے چھوڑ کر لگا ثابت کرنے تضاد۔ یہ تو اسی کی دیانت داری ہے۔ اب رہا یہ کہنا کہ اولیاء اللہ کے پاس صفت نور نہیں ہے۔ یہاں بھی معترض کی خیانت ثابت ہو

رہی ہے کہ مذکورہ عبارت کو مکمل نقل نہ کیا کیونکہ اس سے پہلے ہے کہ جملہ تمام انبیاء کرام علماء اولیاء اللہ سے افضل ہیں۔ کیونکہ اولیاء اللہ کے پاس صفت نور نہیں ہے اور انبیاء کرام تمام ملائکہ سے بھی افضل ہیں اس لئے کہ ملائکہ کے پاس صفت بشریت ہے نہ تجسم بشریت اور نہ صفت نور ہے تمام اولیاء اللہ اس تمام مخلوق سے افضل ہیں جن کے پاس نور ودیعت نہیں۔ تمام صحابہ کرام کے پاس صحبت پاک مصطفےٰ ﷺ کی برکات سے سب سے زیادہ نور و معرفت کی امانت ہے اور صحابہ کے آستانوں سے غوث وقطب وغیرہم کو اِن کا حصہ سینہ بسینہ عطاء ہوا۔ یہاں ناظر دیکھے کہ تضاد کہاں ہے اُلٹا تضاد معترض کی عقل وفہم میں واقع ہوا ہے۔ کیونکہ اس معترض تضادی شاہ نے کتر و بیونت کر کے آگے پیچھے سے عبارات نقل کیں کہ شاید تضاد ثابت ہو جائے مگر اس کی چالاکی کام نہ آئی۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آقائے دو عالم ﷺ ازلی مکمل ہیں۔ آپ کی انسانیت تمام کی انسانیت سے پہلے ہے۔ آپ کی انسانیت آپ کی روح اور نور کا نام ہے، ہاں آپکی آدمیت اور جسم کثیف اپنے والد سے بھی بعد ہے انسانیت آپکی تکمیل ہے اور یہ تکمیل ازل میں ہوئی، اسی انسانیت کا ذکر سورۂ رحمٰن کی پہلی آیت اَلرَّحْمٰنُ o عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ o عَلَّمَهُ الْبَيَانَ o میں ہے، آپکی آدمیت بعد میں مکمل ہوئی، آپکی انسانیت کا نام احمد ہے۔ آپکی آدمیت کا نام ابن عبداللہ اور ابوالقاسم ہے۔ آپکی آدمیت جسم کثیف ہے اور اِن دونوں تکمیلوں کا نام محمد ﷺ دیگر انبیاء کرام کا نور اِن کی فقط صفت ہے مگر نبی اکرم ﷺ کا نور آپ کی ذات اور جسمیت ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات میں تضادات نہیں ہیں۔ البتہ معترض تضادی کی عقل وفہم میں تضاد ضرور ہے، ورنہ یہ کبھی بھی تصلب فی الدین کی جگہ تعصب فی الدین سے کام نہ لیتا۔ اور نہ بازاری جملے کسنے کا نام علم و دلیل ہے۔

شگفتہ ندارد کسے با تو کار
ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار

۲۔ کثافت و کثیف لطافت کے بارے معترض کا سند کے طور اس شعری عبارت کو دلیل بنانا ہی بتا رہا ہے۔ معترض بیچارہ کثافت و کثیف لطافت کے فرق سے جاہل، حالانکہ مذکورہ بالا جواب کو پڑھ لینے والے پر کثافت و کثیف کے معنی روشن، مزید اس تضادی شاہ کا تضاد دیکھئے کہ شعری عبارت متعلق شانِ لطافت، محترم اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت ہے، اس سے پہلا مصرعہ یوں ہے، جیسے میری سرکار ہیں ویسا نہیں کوئی۔ کیا اب معترض کو از خود شعری عبارت کو دلیل بناتے شرم نہیں آئی، جو حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ نعلین سمیت عرش پر جانا میں اعظم چشتی صاحب کے اشعار کو دلیل سکوتی پر تبصرہ کرتے ہوئے الفاظ بازاری کا سہارا لیا۔ اب معترض کو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سناتے ہیں کہ شان لطافت و حسن لطافت کسے کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ واقعی عاشقوں کے امام ہیں۔ فرماتے ہیں۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ
خامۂ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
اشک شب بھر انتظار عفو اُمت میں بہیں
میں فدا چاند اور یوں اختر شماری واہ واہ
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
اس طرح روضہ کا نور ، اس سمت منبر کی بہار
بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ
صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

یہ ہوتی ہے شانِ لطافت و حسن لطافت۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

تضاد ۷:

خواجہ حسن نظامی بزرگان اسلام اور اکابر دین میں سے ہیں، فتاویٰ جلد ۴ ص ۱۲،۴ ۴
خواجہ حسن نظامی غالی تبرائی رافضی شیعہ تھا۔ فتاویٰ ۵ ص ۸۷۔

جواب تضاد:

۱ معترض تضادی کو چاہیے تھا کہ خواجہ حسن نظامی کے بارے میں حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا موقف لکھتا، مگر معترض نے تو بحث کی جولانیاں نہیں دیکھیں۔ یعنی اے اقبال کے ماننے والو، تم تو خواجہ حسن نظامی دہلوی کو بھی بزرگ و اکابر کہتے مگر اقبال کے نزدیک تو قابل نفرت ہیں اور مگر تم بزرگان دین میں شمار کرتے ہو اور فوراً تضاد ثابت کرنے کیلئے بحث اور موقف کو یکجا کر کے لکھ مارا اور اس جگہ یہ بھی عبارت تھی کہ اگر یہ واقعی ہی خواجہ حسن نظامی کا مضمون ہے تو صاف عیاں ہے۔ ۲ اب حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا موقف جیسا کہ معترض نے آخر میں لکھا وہی ہے تو تضاد کہاں رہا۔ مزید تسلی کیلئے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس موقف کی تائید حاصل کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ خواجہ حسن نظامی اپنی محرم نامہ و یزید نامہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین سے افضل کہتا ہے اسکو مذہب اہل سنت کہنا کیسا ہے؟۔

جواب:

۱ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرات شیخین سے افضل کہنے والا اور اسکو مذہب اہل سنت کہنے والا صریح جھوٹا مفتری کذاب ہے اور اسی فتاویٰ رضویہ جلد نہم قدیم ص ۵ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ حسن نظامی کی کتاب محرم نامہ کے بارے میں سوال ہوتا ہے کہ خواجہ حسن نظامی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور تمام بنو اُمیہ پر نہایت سخت و شدید حملے کئے ہیں۔ ان حملوں کی تعداد دس عدد ہے۔ ۱ حضرت عثمان کی شروع خلافت سے لیکر قتل عثمان تک جنگ صفین فیصلہ صفین اور آخر تک ہر چھوٹے

بڑے فساد کی بنیاد میں حضرت عمرو ابن العاص کا ہاتھ تھا۔ ۲ حضرت علی کو دھوکہ دیکر خلافت حضرت عثمان کو اُنہوں نے دلوائی۔ ۳ اور سب سے پہلے مخالفت عثمان پر یہ آمادہ ہوئے۔ ۴ حضرت عثمان کی بہن کو طلاق دی۔ ۵ اور مسجد میں سخت کلامی کا افتتاح بھی انہی عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے ساتھ کیا۔ ۶ یہی عمرو بن العاص تھے جنہوں نے لوگوں کو علانیہ جوش دلا کر حضرت عثمان کے مار ڈالنے پر ترغیب دی۔ ۷ اور پھر یہی عمرو بن العاص تھے جو معاویہ کے وزیر بن کر حضرت علی سے خون عثمان کا انتقام لینے آئے تھے۔ ۸ فیصلہ خلافت میں ابو موسیٰ اشعری کو دھوکا دینے والے بھی یہی تھے۔ ۹ بنی اُمیہ اور عمرو بن العاص چند آدمیوں کی یہ آگ لگائی ہوئی ہے جو آج تک نہیں بجھی۔ ۱۰ آخری عبارت یہ ہے کہ محرم نام مذکورہ کو پڑھنا واسطے سینوں کے کیسا ہے اور اسکو درست سمجھنا؟

جواب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ ایسی کتاب کا سینوں کو پڑھنا اور سننا حرام ہے اور سیدنا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں اُنکی شان میں گستاخی نہ کرے گا مگر پکا رافضی۔ آخری بات وہ یہ کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء ہنگام ذکر دلائل وابحاث ومناظرہ میں جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں اُس پر نہ اعتماد ہے نہ خود اُنکا اعتقاد ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد نہم قدیم ص ۹۰ مسائل کلامیہ۔

تضاد ۸:

آپ مثل ملائکہ ہیں اور اس بدنام زمانہ فتاویٰ میں یہ گستاخانہ عبارت موجود ہے۔ آقا اپنی انسانیت میں مثل ملائکہ ہیں اور آدمیت میں تمام لوگوں کی مثل ہیں۔ فتاویٰ جلد دوم ص ۹۵۔ نعوذ باللہ کہیں فرشتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کہا جا رہا ہے، کہیں تمام لوگوں کو، تمام کے عموم میں ہر قسم کا آدمی شامل ہے۔

جواب تضاد:

۱ معترض کی جہالت ہے کہ عموم وخصوص کی بحث میں اُلجھا کر براہ مطلب برآری

اپنی جہالت کو چار چاند لگا رہا ہے، یہ کیا علم و دیانت ہے کہ علمی دھونس جمانے کیلئے اُنہی عبارات میں توڑ مروڑ کر کے تضاد میں لایا جائے؟ کیا یہ سب برائے چالاکی اور مکاری ناجائز تصرف کر کے تضاد بنا کر کیا ثابت کر رہے ہو یہی نا کہ میں نے یہ سب براہِ حسد کیا ہے۔ ۲ اس تضاد کا جواب تضاد ۶ کے جواب میں ملاحظہ کرو۔ وہاں تمہارے اس تضادی سوال کے علاوہ تمہاری سوچ سے بڑھ کر ملے گا، شرط یہ ہے کہ بنظرِ تصلبِ دینی مطالعہ کرو نہ کہ تعصبِ دینی۔

تضاد ۹: مصنف کی علمی حیثیت:

مفتی صاحب ایک طرف مستدرک حاکم، مدارج النبوت، ازالۃ الخفاء شرح شفاء اور مروج الذھب جیسی مستند و معتبر کتب کے حوالہ جات کا انکار کرتے ہیں۔ دوسری طرف نزھۃ المجالس، درۃ الناج، نادر المعراج جیسی وعظ کی کتابوں کا حوالہ جات پیش کرتے ہیں کبھی دلائل الخیرات کا حوالہ دیا جاتا ہے تو کبھی بوستان سعدی کے کسی شعر کو دلیل بنا لیا جاتا ہے اور کہیں اعظم چشتی مرحوم کے اشعار کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اسی پر فتویٰ صادر ہوتا ہے اور جب بالکل مجبور ہو جائیں ڈوبتے کو تنکے کے سہارے کی ضرورت پڑے تو مفتی اسلام صاحب عملیات و تعویذات کی کتابوں سے مدد لیتے ہیں۔ اس کی تفصیل اس کتاب کے پہلے حصے میں گزر چکی ہے۔ اب ہم مزید چند مثالوں سے ثابت کرتے ہیں۔

جواب تضاد:

۱ کوئی معترض سے پوچھے کہ اگر سوال عملیات سے متعلق ہوگا تو کیا فتویٰ فقہ کی کتاب سے دیا جائے گا یا تاریخ کی کتب سے۔ ۲ جب معترض مذکورہ بالا مسائل کی تفصیل اپنی کتاب کے پہلے حصے میں لکھ چکا ہے تو دوبارہ یہاں لکھنے کا مفاد چہ معنی۔ ۳ اکابر اُمت کا کسی مسئلہ کے متعلق اُسے عن کر خاموش رہنا کیا ثابت کرتا ہے یہی نا کہ یہ واقعہ سچا ہے ۴ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی علمی حیثیت کا اندازہ کورے جاہل کو کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اندھے کی بات بھی اندھی ہوتی ہے اگر علمی حیثیت دیکھنی ہو تو اسی کتاب میں فتاویٰ نعیمیہ کے

مستفتی علماء کرام کی فہرست دیکھو اور آنکھیں کھول کر پڑھو کہ اُنکے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے کیسے تاثرات ہیں اور یہ تب کی باتیں ہیں جب معترض صاحب ابھی اپنے باپ کی پشت میں بھی نہ آئے ہونگے اور جو معترض صاحب کی علمی حیثیت ہے اُسکی تفصیل آگے آرہی ہے، جسے ملاحظہ کرتے ہی صاحب تحقیق پکار اُٹھے گا کہ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔

جواب تضاد نمبر ۱۱:

نمبر ۱: حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں تضاد تو نہیں البتہ معترض کی علم دانی ہی ایسی ہے کہ عبارت ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھوپ کر اپنی جہالت کو مزید چار چاند لگا رہا ہے۔ اور سرخی جمائی کہ مفتی صاحب کا ایک تاریخی جھوٹ واہ ارے بہادر شاہ! تم نے حسد میں قسم اُٹھا رکھی ہے کہ بات بنے یا نہ بنے کرنی ضرور ہے یعنی مولوی آں باشد کہ چپ نہ شد۔ نمبر ۲: سیاق عبارت تو یوں ہے کہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر کچھ عبارت ملفوظات درج کی جاتی ہیں اور عبارت نمبر ۳ کے آخری الفاظ عبارت نقل کر کے تضاد بنایا جانا تمہارے نزدیک تو صحیح ہو سکتا ہے مگر عقلاء کے نزدیک خیانت کہلاتا ہے۔

تضاد نمبر ۱۲ تضادی شاہ خواجہ حسن نظامی دہلوی کو بھانجہ محبوب الٰہی کہنے پر معترض ہیں۔

جواب تضاد نمبر ۱۲ عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ حسن نظامی حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ کا سجادہ نشین ہونے کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ کسی نے مشہور کر دیا ہو کہ یہ سجادہ نشین حضرت محبوب الٰہی کے بھانجے ہیں، کیونکہ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ واقعی حسن نظامی دہلوی کا مضمون ہے تو صاف عیاں ہے کہ حسن نظامی دہلوی غالی تبرائی رافضی شیعہ تھا۔ اس لقب سے اسکو حضرت محبوب الٰہی کا بھانجہ ہونا نہ بچا سکے گا۔ کیونکہ شیطان ہر وقت ساتھ ہے کیا خبر کوئی کس وقت مرتد ہو جائے، یہ ہے عبارت۔ اب معترض بتائے کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محبوب الٰہی کا بھانجہ لکھا یا مولوی فیض احمد صاحب نے با حوالہ اخبار ذوالفقار لکھنؤ۔ تضاد نمبر ۱۳ معترض کہتا ہے کہ آپ نے ترک واجب کیوں کیا؟

جواب تضاد نمبر ۱۳ تضادی شاہ کہتا ہے کہ کاش یہ حضرت اپنے ہی نظریہ پر قائم رہتے ہوئے خود بھی عمل کر لیتے؟ اندھے کو اگر دن میں نظر نہ آئے تو کسی انکھیارے آدمی سے عرض کر کے عبارات کو دوبارہ پڑھائے اور غور سے سنے کہ اسی صفحہ پر دوسری وجہ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ علامہ شعرانی اور علامہ ابن حجر حنبلی اور شافعی مقلد ہیں اور انکی فقہ حنبلی و شافعی سے الخ۔

تضاد ۱۴ تضادی شاہ کہتا ہے کہ اگر امام ابن حجر مکی فقیہ نہیں تو انہوں نے فتاویٰ حدیثیہ چار جلدوں پر مشتمل فتاوی کبریٰ کیسے تصنیف کر دیا۔ (تبصرہ جاہل تضادی شاہ کو معلوم ہی نہیں کہ تصنیف کسے کہتے ہیں اور مرتبہ کسے) جواب تضاد ۱۴ اس سے آگے ترجمہ کے بعد یہ عبارت بھی لکھی ہوئی تھی کہ امام حجر کی عبارت کے اس مسئلہ کفو میں اگرچہ مجھ کو کچھ کلام ہے اور اس سے متفق ہونا میرے نزدیک کچھ ضروری نہیں، تاہم بتانا یہ مقصود ہے۔ الخ

تضاد ۱۵ معترض لکھتا ہے کہ لفظ آقا ترکی لفظ ہے اسے عربی کہنا بڑی حماقت وجہالت ہے۔ جواب تضاد ۱۵ ۱ لفظ جواب آقا کو ترکی کہنا معترض کی جہالت فاحشہ ہے اور مزید جہالت کہ نہ اپنے اس دعویٰ پر کوئی حوالہ نہ ہی کوئی دلیل۔ ۲ دونوں لغات میں موجود ہے۔ حوالہ ۱ فیروز اللغات اُردو جدید ص ۲۲ پر ہے۔ آقا (آ۔قا) ف۔ا۔مذکر۔ مالک۔ صاحب۔ حوالہ دوم لُغات کشوری مطبوعہ لکھنو صفحہ ۵ ۳ میں ہے کہ لفظ آقا عربی ہے۔ علاوہ ازیں کہ یہ لفظ فارسی سے معَرب ہو کر معنیٰ مستعمل ہے۔ جواب تضاد ۱۶ معترض نے ازراہ خیانت خطبہ کی غلطی نوٹ کی اسی مقام پر عبارت میں لفظ پورا تھا۔

فِي بُطُونِهِمْ نُوْرًا ۔ وَهُوَ اللهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ هٰذِهٖ بِوَاُمَّهٗ چھوڑ کر صرف ایک بُطُونِهِمْ کی جمع وتنکیر وتعریف بیان کر رہا ہے جو کہ اُسے بالکل بھی مفید نہیں، کیونکہ چھوٹے کی حرمت کا بیان ہو رہا ہے۔ جواب تضاد ۱۷ یہ معترض کا حسد اور جہالت ہے کہ زبان عربی سے شناسائی بھی نہیں ہے اور چلے ہیں قواعد عربی بیان کرنے تمہارے باقی دو ۲ سوالوں کے جواب میں فتاویٰ الرضویہ شریف میں لکھا ہوا فرمان سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کافی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ من افتی فی کل ما استفتی فھو مجنون، اور نہ ہی ہر سوال کا جواب دینا شرعاً لازم ہے۔

تضاد ۲۰ فتاویٰ رضویہ پر اعتراضات:

معترض لکھتا ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کا فتاویٰ ایک عظیم علمی ذخیرہ ہے۔ ۱ مفتی اقتدار صاحب نے اپنے فتاویٰ کے نام میں بھی اس فتاویٰ کے نام کا چربہ اُتارا ہے۔ ۲ فتاویٰ رضویہ کا اصل نام العطایا النبویہ فی الفتاویٰ رضویہ جبکہ فتاویٰ نعیمیہ کا نام العطایا الاحمدیہ فی الفتاویٰ نعیمیہ تجویز کر کے نیابت اعلیٰ حضرت کو ثابت

کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ۳ مفتی صاحب کے ایک فتویٰ نے ایک مکمل طور پر فتاویٰ رضویہ کو مشکوک بناڈالا۔ ۴ لکھتے ہیں اس کی ایک ایک سطر خود ہی پکار رہی ہے ہم اعلیٰ حضرت کی تحریر نہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ یہ فتاویٰ مکمل طور پر اعلیٰ حضرت کی حیات طیبہ میں شائع نہیں ہوا۔ یہ مسودات از جلد سوم تا جلد یازدہم غیر مجلد اُکھڑے پکھڑے رجسٹرڈ سائز کاغذوں ورقوں اور چھوٹے چھوٹے پرزوں کی شکل میں طابعین و ناشرین کو ملے۔ کئی اوراق تو کیڑوں نے بھی کھائے تھے۔ اتنے مدھم ہو چکے تھے کہ پڑھنا دشوار تھا بعض مسائل اپنے اندازے سے عبارت بنا کر لکھے گئے تھے جس کا اعتراف خود ناشرین نے کیا ۵ لہٰذا اگر کوئی عالم مفکر فتاویٰ رضویہ کے کسی مطبوعہ مسئلے سے اختلاف کرے تو وہ اعلیٰ حضرت کی تحریر سے اختلاف نہیں ہوگا، بلکہ یہی کہا جائیگا کہ یہ عبارتیں بعد میں اندازے سے لکھی گئی ہیں۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم ۱۴۰ تا ۱۳۹ ۱۱۔۶ یہ مضمون کافی تفصیل سے لکھا گیا ہے ہم نے وہ جملے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں جنکی روشنی میں فتاویٰ رضویہ کی کسی بھی عبارت یا مسئلے سے اختلاف کی گنجائش دے دی گئی ہے۔ اب طابعین و ناشرین کی ذمہ داری ہے کہ اس کی وضاحت یا تردید کر کے اہل سنت پر احسان فرمائیں۔ ۷ اس تضاد سے پہلے کی عبارات بھی ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے کہ یہ حالت ایسے شخص کی ہے جو اپنے آپ کو نائب اعلیٰ حضرت کہتا ہے۔ اور جس کے چاہنے والے کہتے ہیں کہ واقعی جناب کی تحریر امام اعظم امام رازی، امام سیوطی، اعلیٰ حضرت بریلوی اور حکیم الامت کی جانشینی کا حق ادا کر رہی ہے۔ یہ عبارت ہم نے معترض کی وکالت میں تضاد کو مضبوط کرنے کیلئے لکھی ہے۔

جواب تضاد:

۱ فتاویٰ رضویہ کے نام کا چربہ اُتارنے کے بارے میں معترض کی جہالت ملاحظہ فرمائیں اوّل تو فتاویٰ رضویہ شریف کے نام العطایا النبویہ کی پہلی نسبت آقائے دو عالم ﷺ کی طرف ہے اور دوسری لفظ رضویہ میں خود سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے۔ ۲ فتاویٰ نعیمیہ کے نام میں الاحمدیہ سے مراد قبلہ عالم حضرت حکیم الامت ہیں

اور دوسری میں نعیمیہ سے مراد سیدی صدر الافاضل ہیں۔ اب معترض سے پوچھو کہ چربہ کہاں رہا ہاں چربہ تو نہ تھا البتہ چربی تھی معترض کی آنکھوں کے آگے جو چربہ بن گئی۔ اسی لئے تو معترض کو چربہ اور نسبت میں فرق معلوم نہ ہو سکا۔ آیئے اب حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی معلوم کرتے ہیں کہ حضور آپ نے جو اس فتاویٰ شریف کے نام میں نسبت قائم کی ہے اس سے آپکی کیا مراد ہے؟ جواب ملا کہ اس فتاویٰ کا نام دو۔ بزرگ ترین ہستیوں کی ذاتی و اسمی شخصیات سے وابستہ ہے کہ لفظ احمدیہ میں استاذ زمن آقائے نعمت والد گرامی قبلہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ کے نام پاک سے وابستگی ہے اور لفظ نعیمیہ میں شیخ المشائخ اُستاذ زمن میرے علمی جدِ اعلیٰ (دادا اُستاد) صدر الافاضل قبلہ ولی نعمت مولانا نعیم الدین والملت سے وابستگی ہے۔ اس لیے اپنی تحریر و محنت کی نسبت ان دونوں بزرگوں کی جانب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ ۲۔ معترض تضادی شاہ کا کہنا کہ ہم نے وہ جملے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں جنکی روشنی میں فتاویٰ رضویہ کی کسی بھی عبارت یا مسئلے سے اختلاف کی گنجائش دے دی گئی ہے اب طابعین و ناشرین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی وضاحت یا تردید کر کے اہل سُنّت پر احسان فرمائیں کیونکہ حضور مفتی اعظم کے ایک فتویٰ نے مکمل طور پر فتاویٰ رضویہ کو مشکوک بنا ڈالا۔ ہم پوچھتے ہیں معترض سے اور معترض کے تمام حواریوں پٹاریوں سے کہ تم لوگوں نے اکٹھے ہو کر ۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۸ء تک فتاویٰ نعیمیہ شریف کے اعتراض اور تضاد نوٹ کرنے میں جتنا وقت صرف کیا۔ ہمت کر کے اگر فتاویٰ رضویہ شریف کے جن مسائل کی حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تردید و وضاحت فرمائی۔ کم از کم اُنکے ہی جوابات لکھ کر اہل سنت پر بقول تمہارے احسان کرتے، کیونکہ طابعین و ناشرین حضرات کی منت و سماجت پر اُترے ہو، یہاں تمہاری علم دانی خاموش کیوں ہے اس کا کیا جواب ہے یا پھر بازاری الفاظ والا قلم موجود اور صحیح علم مفقود ہے اور اس پر معترض کی مکاری ملاحظہ فرمائیں کہ طابعین و ناشرین سے ۲۰۰۸ء میں التجاء کر رہا ہے حالانکہ اسے خوب معلوم تھا کہ اب طابعین و ناشرین اس دنیا میں رہے نہیں، چلو یوں جعل کھلنے کا موقع ہے ہوا میں تیر مار کے تو دیکھو کہ کیا

جواب آتا ہے لو، اب تفصیل سے جواب سنو! اور اپنے حواریوں کو بھی سناؤ۔ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اور ناشرین میں بھی یہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور دارالعلوم امجدیہ وارکین دارالعلوم آرام باغ کراچی و جناب مولانا عبدالرؤف صاحب ناظم سنی دارالاشاعت مبارکپور ضلع اعظم گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فتاوی رضویہ قدیم جلد سوم ص ۵۸ ق تا، ش نقل کی جاتی ہے۔ ص ۵۰ پر ناشرین فرماتے ہیں کہ اس جلد سوم میں مندرجہ ذیل دس رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہو سکے۔ ۱ جماعت اولیٰ کے بیان میں عربی ۲ نئے یا استعمالی جوتے میں نماز پڑھنا اور مسجد جانا۔ ۳ قعدہ فرض ہے یا واجب عربی ۴ مستورہ اعضاء کے بیان میں عربی ۵ اذان جمعہ بیرون مسجد محاذی منبر چاہیے اُردو ۶ جمعہ کیلئے شہر شرط ہونے اور احتیاطی ظہر کے بیان میں فارسی ۷ مسجد میں کیا کیا کام کرنا ناروا ہیں۔ اُردو ۸ تہجد سنت ہے یا نفل اُردو ۹ شہر کی تعریف، جمعہ، عیدین کہاں جائز ہیں اُردو ۱۰ جماعت ثانیہ کے بیان میں اُردو۔ یہ وہ رسائل ہیں جو فتاوی رضویہ میں شامل نہ ہو سکے۔ اب آگے چلئے فرماتے ہیں ستائیس ۲۷ عدد عبارات مختلف جگہوں میں اندازے سے لکھی گئی ہیں۔ ملاحظہ نقشہ ہو عبارات و مقامات جلد سوم میں، پھر آٹھ مقامات وہ ہیں جنکے جوابات ہی ناتمام ہیں۔ علاوہ ازیں کہ جو مسائل کاپیوں سے نقل ہوئے اُنکی تعداد ۱۱۷ ہے اور جہاں بیاض چھوڑ دیے گئے اُنکی تعداد چھ ۶ عدد ہے۔ صفحہ ق پر ہے کہ جس طرح فتاوی رجسٹروں کا حال ہوتا ہے کہ ریکارڈ کے دفتر میں سوال و جواب دونوں درج کر لئے جاتے ہیں اور اصل سائل کو بھیج دی جاتی ہے وہ ہی فتاوی رضویہ کا بھی حال تھا کہ مسائل مبوب اور مفصل پھر یہ بھی نہیں کہ وہی نقل ہو جو پہلی دفعہ تیار ہوئی تھی۔ بلکہ نقل در نقل ہوتے ہوئے موجودہ رجسٹر چوتھی نقل ہے۔ مزید برآں کچھ اوراق کی کتابت بھی ہو چکی تھی جس کی طباعت کی نوبت نہ آسکی اسکی اصل مفقود صرف کاپیاں موجود ہیں۔ لیکن یہ روداد الم یہیں ختم ہو جاتی، زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اگر یہ جلد سوم جسمیں مکمل حالت میں دستیاب ہو جاتی تو اسکی شان اور ہوتی، کچھ رسالے اور جوابات ناقص ملے جنہیں ہم نے اس خیال سے نامکمل ہی شائع کر دیا

اور بعض اوراق کو کیڑوں نے بری طرح چاٹ لیا تھا، ان میں جہاں جہاں اور کتاب کی عبارت سے تصحیح ممکن تھی کردی گئی۔ جہاں تک ماسبق و مالحق سے عبارت بن سکتی تھی بنادی گئی اور جہاں مجبوری تھی بیاض چھوڑ دی گئی ہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل ہم شریک حال عرض کررہے ہیں۔ اب چلئے جلد چہارم کی طرف تو اس کی صحت کا حال رسائل کے نہ ملنے اور ناتمام جوابات اور بیاض چھوڑ دینے کی بنا پر ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست مضامین جلد چہارم۔ ناشرین و طابعین مزید فرماتے ہیں کہ پھر بھی اگر کہیں کوئی کسر رہ گئی ہو تو یہ ہماری نظر کی کوتاہی ہے اور بصیرت کی کمی ہوگی، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دامن اس سے پاک ہوگا یعنی اگر کسی مسئلے میں کوئی استدلالی یا استفاطی یا فکری کوتاہی اور چشم پوشی پائی جائے تو اعلیٰ حضرت کا دامن اس سے پاک ہوگا لہٰذا اگر کوئی عالم مفکر فتاویٰ رضویہ کے کسی مطبوعہ مسئلے سے اختلاف کرے تو وہ اعلیٰ حضرت کی تحریر سے اختلاف نہ ہوگا، بلکہ یہی کہا جائیگا کہ یہ عبارتیں بعد میں اندازے سے لکھی گئی ہیں یہی حال از جلد سوم تا جلد یازدھم تک ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ قدیم طبع شدہ مکتبہ امجدیہ آرام باغ کراچی اور بقول علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری لاہور، جلد دوازدھم کو شبیر برادر لاہور نے شائع کیا تو اس میں جلد دہم اور یازدھم سے مسائل لے کر مکمل کیا گیا۔ مکتوب تحررہ ۲۰۰۲ء بنام احقر۔ اب معترض اور اسکی ذریت تفضیلیہ مل کر غور کریں کہ فتاویٰ رضویہ کے کسی بھی مسئلے سے اختلاف کی گنجائش اور مشکوک بنانے والے الفاظ و التجاء طابعین و ناشرین کی صدائے بلند و بانگ کس کے سر پڑی، معترض کے اور معترض کے تفضیلی ٹولے پر یا ناشرین مرحومین کے۔ ۱۱ نیابت اعلیٰ حضرت کے بارے میں تمہارا بے کار تضاد اب بیچ چورا ہے کے پھوڑا جائے گا سنو، اور خوب سنو، کہ خالی نیابت ہی نہیں بلکہ دلائل میں مطابقت بھی دکھائیں گے۔ ۱ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی تعلق ایک ہی قبیلے سے ہے یعنی یوسف زئی قبیلہ بڑھیچ اسی یوسف زئی قبیلے کی شاخ ہے۔ ۲ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو شرف بیعت حاصل ہے۔ ۳ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے

خلیفہ الشاہ ابو البرکات سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت برکت ہے۔ ۴ فیضان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جتنا اس خاندان کو ملا کسی دوسرے کو نہ مل سکا۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا آپکی عمر شریف مطابق سن ہجری ۶۳ برس تھی اور جب قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا آپکی عمر شریف بھی ۶۳ برس تھی۔ ۵ مطابقت دلائل مذکور فتویٰ و تفسیر یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ اور پاکستان میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ و حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا طوطی بولتا ہے۔
اسی لئے فتاویٰ وغیرہ کے دلائل میں جو مطابقت پائی جاتی ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

مسئلہ ۱:

گردش زمین و آسمان کے متعلق اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں صرف کواکب چل رہے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد نہم، ص ۱۷۷ زمین و آسمان بالکل ساکن و جامد ہیں، فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم ص ۲۷۲ ۱ حضرت مفتی اعظم فرماتے ہیں۔ سورۂ انبیاء۔ ۳۳ ترجمہ: ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ یہی آیت ص ۲۷۴ ۲ اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا (سورۃ فاطر: ۴۱) ترجمہ: بیشک اللہ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انہیں کون روکے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ دلیلِ رضوی، حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ یہی آیت فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم ص ۲۷۳ پر یوں ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ آسمان و زمین بالکل ساکن۔

مسئلہ ۲:

وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ سورہ ہود ۱۰۸ ترجمہ: اور وہ جو خوش نصیب ہوئے وہ جنت میں ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین رہیں مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا، کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّکَ کے وہ معنی بعونہٖ تعالیٰ ذہن فقیر میں ہیں جنکے بعد ہرگز کسی تاویل کی حاجت نہیں معنی ظاہر پر بلا تکلف مستقیم ہیں، خلود اہل دارین کو عمر آسمان و زمین سے مقدر فرمایا ہے۔ مادامت

السموات والارض، ظاہر ہے کہ اس سے یہ بقائے آسمان وزمین مراد نہیں۔ جو نفخ صور پر منقطع ہے بلکہ سماء وارض، کہ روز قیامت اعادہ کئے جائیں گے اُنکی عمر مراد ہے جو ابدی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اُسکی مقدار جنتیوں کے جنت، دوزخیوں کے دوزخ میں رہنے کی مقدار سے صدہا سال زاید ہے۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد نہم ص ۵۰

حضور مفتی اسلام مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں دونوں جگہ دنیوی آسمان مراد نہیں بلکہ جنت کے آسمان وزمین مراد ہیں جو ہشل جنت کے ہیں، ان کو فنا نہیں انکی مدت لا محدود ہے دوسرے یہ کہ یہ قول عربی محاورے کے لحاظ سے ہے کہ آسمان وزمین کی مدت کو محاورے میں ہیشگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تفسیر نعیمی نمبر ۱۲ ص ۲۳۹۔

مسئلہ ۳:

فضلات شریفہ کے پاک ہونے کا، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سابقہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نطفے اور پیشاب بھی پاک ہے یونہی تمام فضلات شریفہ۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد دوم ص ۱۳۸۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضلات مبارکہ طیب وطاہر ہیں۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد اول ص ۳۸

مسئلہ ۴:

اذان خارج مسجد دینا کیسا؟۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اذان مسجد کے اندر دینا ممنوع ہے اور اُس میں دربار الٰہی کی توہین و بے ادبی ہے اور خلاف سنت ہے اور اذان ثانی جمعہ کی کیسے ہوتی تھی زمانہ اقدس میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی۔ سنن ابی داوٗد شریف جلد اوّل ص ۱۵۵ میں ہے۔ عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔ ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور

کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کیلئے کبھی ایسا ضرور فرماتے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو اور اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلا شبہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۰۶۔ ۴۰۵، اب ملاحظہ ہو حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ استدلال، آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی دوسری اذان خارج مسجد ہی کہلوائی۔ چنانچہ ابو داؤد شریف جلد اوّل ص ۱۵۵ پر ہے۔ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ الخ۔

ترجمہ: سائب بن یزید سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اذان دی جاتی تھی۔ آقائے دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب آپ منبر شریف پر تشریف فرما ہو جاتے تھے جمعہ کے دن مسجد پاک کے دروازے پر اسی طرح حضرت ابوبکر و عمر کے دور خلافت میں بھی ہوتا رہا۔ مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔ حدیث پاک میں بھی یہی صراحت ملتی ہے کہ اذان مسجد کے خارجی حصے میں ہونی چاہیے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد اول ص ۶۶، ۶۵، سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ یکرہ سے غالباً کراہت مطلقہ سے کراہت اول تحریم مراد ہوتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوم قدیم ص ۳۸۱

مسئلہ ۵:

نماز با جماعت کی تکبیر بیٹھ کر سننا واجب ہے کیونکہ کھڑا ہو کر سننا مکروہ تحریمی ہے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آیا تو بیٹھ جائے اور جب مکبر حیّ علی الفلاح پر پہنچے تو اس وقت سب کھڑے ہو جائیں۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد دوم ص ۴۱۹ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مرد نمازی مسجد میں تکبیر کے وقت داخل ہو۔ تو کھڑے رہنا

اور کھڑے کھڑے ختم ہونے کا انتظار کرنا مکروہ ہے، لیکن پہلے بیٹھے پھر کھڑا ہو جب مکبّر حی علی الفلاح پر پہنچے اور مطلق مکروہ سے فقہاء کرام کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ ص ۷۶ جلد اول۔

مسئلہ ۶: قبر پر اذان دینا کیسا ہے:

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا، حق یہ ہے کہ اذان قبر کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اُسکی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا۔ قائلان جواز کیلئے اس قدر کافی، جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد دوم ص ۴۵۵۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بمطابق قانون شریعت پاک، دَر دہ مقام اذان شرعی دادن جائز و سنت است زیرا کہ از عبارت روایت مختلفہ ثابت است۔ و لے مقام یازدہم یعنی دفن میت بعد از فگندن خاک و قبر برابر ساختن پیش از سوال فرشتگان منکر نکیر۔ بر قبور مومنین اذان دادن بہتر است ہیچ کس از فقیہان و عالمان منکر ایں نیست، اذان بر قبور مسلمانان فوراً بعد از دفن سنت است۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد اوّل ص ۷۲

مسئلہ ۷: رفع سبابہ یعنی انگلی سے اشارہ:

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلم شریف میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دہنا ہاتھ دہنی ران پر رکھا اور سب انگلیاں بند کر کے انگوٹھے کے پاس کی انگلی سے اشارہ فرمایا اگلی حدیث کا ترجمہ یوں درج فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھار دار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے۔ وعن رضی اللہ عنہ ایضاً یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اُس کی برابر والی کو

بند کیا پھر بیچ کی اُنگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا۔ پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المشیخۃ میں دربارہ اشارہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے فرماتے ہیں پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے ابوحنیفہ کا اور ہمارا۔ فتاوٰی رضویہ قدیم جلد دوم ص ۸۴۔

حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے۔ مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی التحیات میں بیٹھتے تو اپنی داہنی ہتھیلی داہنی ران پر رکھتے اور اپنی تمام انگلیوں کو بند فرماتے اور اپنی اُس انگلی سے اشارہ فرماتے جو انگوٹھے کے ساتھ ہوتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ انگلی سے کرنا زیادہ سخت ہے۔ شیطان پر لوہے سے اور انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اشارہ شیطان کو بھگانے والا ہے۔ لفظ مُذْکِرَۃُ الشَّیْطَان سے دونوں معنی مراد ہیں۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف کو لیتے ہیں اور یہی فرمان امام اعظم کا ہے۔ فتاوٰی نعیمیہ جلد اول ص ۱۴۵۔

مسئلہ ۸ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اسم گرامی کے ساتھ پورا درود وسلام لکھنا:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ؐ اور یہ سب بیہودہ و مکروہ و سخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے۔ اس سے بہت سخت احتراز چاہیے اگر تحریر میں ہزار جگہ نام پاک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آئے، ہر جگہ پورا صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو۔ علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔ فتاوٰی رضویہ قدیم جلد سوم ص ۸۱،۸۲۔

دیگر علماء نے آسانی اُمت میں قول دوم اختیار کیا کہ ایک جلسہ میں ایک بار درود ادائے واجب کیلئے کفایت کریگا۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت درود و سلام میں یہ حکم الٰہی ہے کہ جس کو پورا کرنا بجالانا ہر مسلمان پر واجب مگر صلے، صلعم، علیہ، یہ

ایک بیکار و بے معنی نشان ہیں ان کو درود پاک کی جگہ لکھنا بولنا۔ حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہے اور گناہ کبیرہ۔ اگلے صفحہ پر باحوالہ فتاویٰ طحطاوی حاشیہ درمختار و تتار خانیہ، جلد اوّل میں ہے مَنْ كَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْهَمْزَةِ وَالْمِيْمِ اَوِالْعَيْنِ يَكْفُرُ لِاَنَّهٗ تَخْفِيْفٌ وَتَخْفِيْفُ الْاَنْبِيَاءِ كُفْرٌ ۔ ترجمہ:۔ جس شخص نے علیہ السلام کی بجائے ام یا عم لکھا وہ کافر ہو جائیگا۔ اس لئے کہ ایسا لکھنا گستاخی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ادب و احترام صلوٰۃ وسلام کو ہلکا اور معمولی سمجھنا کفر ہے۔

کیونکہ وہابی لوگ بجائے صلی اللہ علیہ وسلم، صلے، صلعم ہی زیادہ لکھتے ہیں۔ شرعی حکم یہ ہے کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مقدس بولا جائے یا لکھا جائے یا سنا جائے تو پورا درود سلام ایک بار پڑھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ درود شریف کو مخفف کرنا ناجائز ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد پنجم ص ۱۵۹

مسئلہ ۹: غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا قطعاً ناجائز ہے:

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذہب مہذب حنفی میں جب کہ ولی نماز جنازہ پڑھ چکا یا اُس کے اذن سے ایک بار نماز ہو چکی (اگرچہ یونہی کہ دوسرے نے شروع کی، ولی شریک ہو گیا) تو اب دوسروں کو نماز مطلقاً جائز نہیں۔ نہ اُن کو جو پڑھ چکے نہ اُن کو جو باقی رہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس پر اجماع ہے جو اس کے خلاف کرے مذہب حنفی کا مخالف ہے۔ تمام کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ اس کی تصریحات سے گونج رہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد چہارم ص ۵۹۔

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرعاً غائبانہ نماز جنازہ بالکل ناجائز ہے۔ امام اعظم و امام مالک علیہما الرحمۃ کے نزدیک کسی بھی میت کا کسی بھی حالت میں غائبانہ نماز جنازہ منع ہے۔ اب یہ ممانعت کس درجے کی ہے صرف ترجمہ: امام عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کرام اس طرف گئے کہ غائبانہ نماز جنازہ مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ اصطلاح فقہاء میں مطلقاً مکروہ سے تحریمی مراد ہوتا ہے۔ دیکھو فتح القدیر جلد دوم ص ۱۸۰ اور امام عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں و نیاءِ اسلام کے کسی بھی عالم نے غائبانہ نماز جنازہ کی اجازت نہیں دی۔ ثابت ہوا کہ غائبانہ نماز مکروہ تحریمی ہے جس کو حرام ظنی بھی کہتے ہیں۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد اوّل ص ۲۲۵

مسئلہ ۱۰: تصویر کشی کے احکام کیا ہیں آیا فوٹو حرام ہے یا حلال:

سیّدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احکام تصویر پر ایک رسالہ لکھا اس میں بادلائل ثابت کیا کہ فوٹو جان دار کی ہر صورت میں حرام ہے۔ آیئے اس مسئلے میں بھی حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل کی مطابقت دکھا کر اس مضمون کو اسی پر ختم کرتے ہیں کیونکہ یہ پورا عشرہ کاملہ نیابت اور مطابقت کا ہوا۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصویر جاندار کی حرام اگرچہ نصف بدن کی ہو اگرچہ صرف سر کی کہ حقیقۃً سر ہی کا نام تصویر ہے۔

جاندار کی صورت گری مطلقاً حرام ہے اور تصویر ذی روح کی بنانی بنوانی اور اعزاً احتراماً اپنے پاس رکھنی سب حرام اور اس پر سخت سخت وعیدیں۔ سورہ نوح میں یغوث وغیرہ جن پانچ بتوں کا ذکر ہے وہ پانچ نیک بندے تھے۔ ہر شریعت میں ذی روح کی تصویر حرام رہی۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد دہم ص ۱۴۵، ۱۴۳

حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ میں ہر قسم کی فوٹو کپڑے کاغذ وغیرہ پر بنانا حرام ہے۔ احادیث پاک میں کسی تصویر کیلئے عکس کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا خواہ وہ تصویر کپڑے پر یا کاغذ پر ہو۔ تصویر کہتے ہیں کاغذ یا کپڑے پر بنے ہوئے نقشے کو اور تصویر میں اور عکس میں چار طرح فرق ہے۔ ۱ یہ کہ تصویر بنائی جاتی ہے عکس آئینے میں خود بخود بن جاتا ہے۔ ۲ یہ کہ تصویر کو بقاء ہے کہ کاغذ کپڑے مورتی پر قائم رہتی ہے مگر عکس کو بقاء نہیں کہ جب تک عکاس آئینے کے سامنے ہے عکس باقی، جب آئینے سے ہٹ گیا ہے تو عکس ختم اسی لئے آئینے کے سامنے نماز جائز ہے، لیکن بڑی یا چھوٹی فوٹو کے سامنے نماز پڑھنا حرام ہے اس لئے کہ اصل جب سجدہ کرے گا تو عکس بھی سجدہ ریز ہوگا۔ مگر تصویر

ویسے ہی سامنے ڈٹی رہے گی، دوسرے یہ کہ عکس کے سامنے بھی نماز جائز کہ وہ پیچھے ہوگا، اپنی تصویر کے سامنے بھی نماز ناجائز[1]۔ ۳ یہ کہ تصویروں فوٹوؤں سے کمرے کو اور کمرے کی اُونچی دیواروں کو آلودہ کیا جاسکتا ہے۔ عکس سے نہیں کیا جاسکتا۔ ۴ یہ کہ جس کمرے میں فوٹو لگے ہوں وہ کمرہ مندر اور بت خانہ ہے لیکن عکس اور آئینوں والا کمرہ بت خانہ نہیں، تصویر کو جیب میں رکھا جاسکتا ہے عکس نہیں رکھا جاتا۔ فوٹو اور تصویر اصلاً ایک ہی چیز ہے اور تصویر کو جائز کہنے والے کے پیچھے نماز منع ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم ص ۳۳۴۔۳۳۳

قارئین محترم! یہ تو مطابقی رنگ کی ایک جھلک تھی۔ جو خوف طوالت کے باعث تشنہ ہی چھوڑی گئی ہے اس کی تکمیل فتاویٰ نعیمیہ شریف کی کمپوزنگ کے بعد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ، اب فتاویٰ رضویہ شریف پر کیے گئے اعتراضات اور اُنکے منہ توڑ جوابات ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ معترض تضادی شاہ کے اس شور وغوغا کو تحت الثریٰ تک پہنچا دیا جائے اور اس کا کیا گیا پروپیگنڈہ اسی کے سر ڈوٹے۔ فتاویٰ رضویہ شریف پر اعتراضات کا جائزہ ملاحظہ فرمانے سے پہلے کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کا جائزہ پیش خدمت ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۱ ناشر شبیر برادر

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دوسرا شعر یوں ہے

اگرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو غفور
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود

اعتراض یہ ہے کہ ندیم کہتا ہے کہ مذکورہ شعر درست ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل غیب جانتے ہیں اور وسیم کہتا ہے کہ مذکورہ شعر درست نہیں ہے اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور

---

[1] حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک مکتوب میں فرمایا کہ اپنے گھر کوئی جاندار کی فوٹو نہ رکھنا ورنہ میرا اور تمہارا کوئی وظیفہ کامیاب نہ ہوگا، فقط والسلام اقتدار احمد خان بدایونی

ویسے ہی سامنے ڈٹی رہے گی، دوسرے یہ کہ عکس کے سامنے بھی نماز جائز کہ وہ پیچھے ہوگا، اپنی تصویر کے سامنے بھی نماز ناجائز[1]۔ ۳ یہ کہ تصویروں فوٹوؤں سے کمرے کو اور کمرے کی اونچی دیواروں کو آلودہ کیا جاسکتا ہے۔ عکس سے نہیں کیا جاسکتا۔ ۴ یہ کہ جس کمرے میں فوٹو لگے ہوں وہ کمرہ مندر اور بت خانہ ہے لیکن عکس اور آئینوں والا کمرہ بت خانہ نہیں، تصویر کو جیب میں رکھا جاسکتا ہے عکس نہیں رکھا جاتا۔ فوٹو اور تصویر اصلاً ایک ہی چیز ہے اور تصویر کو جائز کہنے والے کے پیچھے نماز منع ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم ص ۳۳۴۔ ۳۳۳

قارئین محترم! یہ تو مطابقی رنگ کی ایک جھلک تھی۔ جو خوف طوالت کے باعث تشنہ ہی چھوڑی گئی ہے اس کی تکمیل فتاویٰ نعیمیہ شریف کی کمپوزنگ کے بعد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ، اب فتاویٰ رضویہ شریف پر کیے گئے اعتراضات اور اُنکے منہ توڑ جوابات ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ معترض تضادی شاہ کے اس شور و غوغا کو تحت الثریٰ تک پہنچا دیا جائے اور اس کا کیا گیا پروپیگنڈہ اسی کے سر ٹوٹے۔ فتاویٰ رضویہ شریف پر اعتراضات کا جائزہ ملاحظہ فرمانے سے پہلے کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کا جائزہ پیش خدمت ہے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱۱ ناشر شبیر برادر

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

دوسرا شعر یوں ہے

اگرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو غفور
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود

اعتراض یہ ہے کہ ندیم کہتا ہے کہ مذکورہ شعر درست ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل غیب جانتے ہیں اور وسیم کہتا ہے کہ مذکورہ شعر درست نہیں ہے اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور

---

[1] حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک مکتوب میں فرمایا کہ اپنے گھر کوئی جاندار کی فوٹو نہ رکھنا ورنہ میرا اور تمہارا کوئی وظیفہ کامیاب نہ ہوگا۔ فقط والسلام اقتدار احمد خان بدایونی

صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کا علم مساوی ہے۔ قرآن وسنت سے فیصلہ فرمادیں کہ کس کا قول صحیح ہے
کس کا قول باطل۔ شعر دوم پر اعتراض یہ ہے کہ صوفی اللہ دتہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف
کتاب الولایت (کیا خدا کے سوا کوئی مشکل کشا ہے ص ۲۳ ناشر اشاعت العلوم لاہور)
میں تحریر فرماتے ہیں۔ مشکل کشائی فریادرسی، حاجت روائی۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے
جس میں نیابت جاری ہے جیسا کہ صدر کتاب میں ہم قرآن وحدیث سے دلائل پیش کر
آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بالاصالت مشکل کشا فریادرس اور حاجت روا ہے اور اولیاء اللہ بالتبع
ہیں لیکن شان غفاری تو خاصہ خداوندی ہے جس میں نیابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے
من یغفر الذنوب الا اللہ یعنی کون ہے گناہ بخشنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ جس کام
میں نیابت نہیں اس میں ایماندار اصل کو ہی پکارے گا اور جس میں نیابت جاری ہے وہاں
نائب کی طرف ہی رجوع کیا جائے گا۔ انتہی بلفظہ اس صورت حال کے پیش نظر اعلیٰ حضرت
رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ شعر کی تشریح فرمادیں۔ قبلہ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ جواب ارشاد فرماتے ہیں
کہ ندیم کا قول درست ہے کیونکہ حدیث وقرآن کے مطابق ہے۔ لیکن وسیم کا قول غلط ہے
کیونکہ وہابیانہ ہے۔ وہابیت بھی عجیب مذہب ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی
جائے تو ان کو اللہ تعالیٰ کی فکر پڑ جاتی ہے کہ ہائے ہمارے خدا کے پاس کیا بچا۔ خدا کے
برابر کردیا اور اولیاء اللہ کی تعریف کی جائے تو انکو نبی کی فکر پڑ جاتی ہے کہ ایک ولی اللہ کو بڑی
سرکار کہہ دیا اور ایک ولی اللہ کو چھوٹی سرکار کہہ دیا، تو نبی کے پاس کیا بچا۔ عجیب احمقانہ دماغ
لئے پھرتے ہیں۔ بھلا اس شعر میں مساوات کس طرح ظاہر ہوئی، اگر کوئی کسی کارخانے کا
مالک اپنے کسی محبوب دوست کو اپنا پورا کارخانہ دکھادے اس کے اندرونی خفیہ گودام بھی دکھا
دے اور خود اپنا بھی دیدار کرادے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ مالک اور وہ دوست برابر ہو
جائیں۔ اگر اب بھی وسیم کو سمجھ نہ آئے اور حماقت ہی دکھائے تو پھر قرآن کریم میں رب تعالیٰ
کے کلام پر اعتراض کرے۔ اور وجہ کہے کہ الحمد للہ رب العالمین اور وما ارسلنک الا
رحمۃ للعالمین۔ درست نہیں ہے کیونکہ دونوں جگہ عالمین ہے جس سے ہر جگہ حاضر و

ناظر ہوتے میں حضور ﷺ اور خدا تعالیٰ برابر ہو گئے (معاذ اللہ) بہر کیف یہ سوچ احمقانہ ہے۔ سائل کے سوال میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجدد بریلوی کے اس شعر پر

گرچہ ہیں بیحد قصور تم ہو عفو و غفور
بخش دو جرم و خطا تم پہ کروڑوں درود

اعتراض ہے سائل اس سوال میں پانچ الفاظ بیان کر کے اپنی الجھن ظاہر کرتا ہے۔ ۱۔ عفو۔ ۲۔ غفور ۳۔ جرم۔ ۴۔ خطاء۔ ۵۔ ذنوب یہ پانچوں الفاظ عربی لغت کے ہیں۔ مگر شعر میں جرم و خطا ہے اور آیت میں ذنوب ہے شعر میں ذنوب نہیں اور آیت میں جرم و خطا نہیں۔ اس لئے ان پانچوں لفظوں کی تشریح ضروری ہے۔ شارحین اور مفسرین کے نزدیک منقول شرعی کی اصطلاح میں لفظ جرم کا معنی دانستہ نافرمانی خطا کا معنی نادانستہ نافرمانی، ذنوب جمع ہے ذنب کی ذنب کا معنی فسق و فجور جس کو اُردو زبان میں گناہ کہا جاتا ہے۔ جرم و خطا عام ہے حق العبد حق النفس اور حق اللہ کو۔ ذنب خاص ہے حق اللہ کیلئے۔ عفو کا معنی ہے معاف کرنے والا غفور غفر سے بنا ہے اس کے دو معنی ہیں۔ ۱۔ رحمت۔ ۲۔ بخشنا مٹانا۔ اس لیے لُغت سے غفور کے دو معنی کئے جا سکتے ہیں۔ ۱۔ رحمت کی چادر میں چھپانے والے۔ ۲۔ اپنی خطائیں اور جرم معاف فرما دینے بخش دینے والے۔ یہاں جرم و خطا سے مراد ذنب نہیں بلکہ حق العبد کی خطائیں اور جرم مراد ہیں اور شعر کا معنی یہ ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ کے بے حد قصور کیے اتباع میں کوتاہی اطاعت میں۔ سنیں مجھے اس کا اعتراف ہے لیکن میں نے قرآن مجید میں پڑھا ہے کہ آپ معاف فرمانے والے بھی ہیں رؤف بھی رحیم و رحمت کی چادر میں چھپانے والے بھی لہٰذا اس بھروسے اور سہارے پر عرض کرتا ہوں کہ بخشدو میرے وہ تمام جرم و خطا جو میں نے دانستہ یا نادانستہ آپ کی بارگاہ میں کئے۔ خیال رہے کہ قانون شریعت کے مطابق حق العبد کے جرائم اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا۔ وہ تو حق دار بندوں نے ہی معاف کرنے ہیں ہم دن رات ایک دوسرے سے معافی مانگتے بخشتے

بخشواتے ہیں۔ عربی میں ہر بخشنے والے کو غفور کہہ سکتے ہیں۔ ہاں غفار کسی بندے کو نہیں کہہ سکتے۔ غرضیکہ عفو، غفور۔ رؤف۔ رحیم وغیرہ یہ سب رب تعالیٰ کی غیر خصوصی صفات ہیں اور غفار۔ رحمٰن، رزاق وغیرہ خصوصی صفات ہیں، دیکھو کتب فقہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم و عقل چاہیے۔ کلام الامام امام الکلام۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم ص ۳۷۴۔

حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے

اس شعر۔

کہ جس نے ٹکڑے کئے قمر کے وہ ہے
نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

پر وہابیوں کے اعتراض کا منہ توڑ جواب ملاحظہ فرمائیں۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نور وحدت سے مراد اللہ اور ٹکڑا سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ دونوں باتیں بے ادبی ہیں وہابیوں کی کم عقلی اور ناقص علمی کو کیا کہا جائے کہ انکو نہ مصدر اور مشتق کے فرق کا پتہ ہے اور نہ اُردو محاورہ کا، اسی لاعلمی کی بنا پر اپنے کسی کا نام عبدالتوحید رکھ دیتے ہیں اور کسی کا نام عبدالوحدت حالانکہ اصل گناہ جہالت و گستاخی و بے ادبی تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام مصدر بنا دیا جائے اللہ تعالیٰ واحد ہے یہ کہ وحدت اور توحید نور وحدت کا معنی اللہ تعالیٰ نہیں۔ بلکہ نور وحدت مرکب توصیفی ہے اور اس کا معنی ہے۔ یکتا، بے مثل نور اور اُردو محاورے میں لفظ ٹکڑا مشترک ہے چار معنی میں ۱ ٹکڑا کا معنی "پیارا جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں میرے جگر کا ٹکڑا ہے دل کا ٹکڑا ہے یعنی فلاں میرے قلب و جگر کا پیارا۔ یہاں نور وحدت کا ٹکڑا۔ میں یہی معنی مراد ہے۔ یعنی بے مثل نور کا پیارا۔ ۲ ٹکڑا کا معنی قریب، جیسے کہا جاتا ہے فلاں میری جان کا ٹکڑا ہے یعنی میری جان سے قریب ہے۔ ۳ ٹکڑا کا معنی جز۔ حصہ، جیسے کہا جاتا ہے روٹی کا ٹکڑا برتن کا ٹکڑا وغیرہ ۴ ٹکڑا کا معنی توڑنا۔ یہاں اعلیٰ حضرت کے اس شعر کے پہلے مصرعے میں یہی معنی لیے گئے ہیں کہ جس نے ٹکڑے کئے ہیں قمر کے وہ ہے۔

نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

اب اس پورے شعر کا ترجمہ یہ ہوا کہ، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس نے آسمان کا چودھویں والا بڑا چاند توڑ دیا۔ وہ بے مثل نور پیارا۔ ہمارا ہی نبی ہے، یہاں لفظ 'کا' اُردو محاورے میں اضافت کا نہیں بلکہ نسبتی ہے جیسے کہا جاتا ہے جگری پیارا۔ قلبی لگاؤ۔ ظاہری حسن باطنی محبت وغیرہ تو معنی یہ ہے کہ ہمارا نبی وہ ہے بے مثل نور جو ہر ایک کو پیارا اور محبوب ہے اور اگر ٹکڑا کے معنی یہاں قریب کیا جائے تو ترجمہ اس طرح کیا جائے گا۔ نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی۔ وہ بے مثل نور جو ہم سے قریب ہے ہمارا نبی۔ بہر حال اس شعر پر کوئی عالم اعتراض نہیں کر سکتا اور جہلا تو اعتراض کرتے ہی رہتے ہیں نہ قرآن سے ٹلیں نہ حدیث سے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

فتاویٰ نعیمیہ شریف جلد چہارم ص ۳۹۳

الذنب فی القرآن اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ و مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

۱۔ ذنب بمعنی گناہ نہیں۔ ماتقدم سے کیا مراد لیا ہے۔ ۲۔ وحی اترنے سے پیشتر کے اور گناہ کسے کہتے ہیں۔ مخالفت فرمان کو اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا، وحی سے تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفت فرمان کے کیا معنی اور جب مخالفت فرمان نہیں تو گناہ کیا؟۔ ۳۔ ماتقدم میں حقیقۃً ذنب نہیں یونہی۔ ما تاخر میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے اور بعد کو فرمان انکے منع پر اترا اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ انکا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا تھا، یونہی بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو انکی ممانعت اتری اسی طریقے سے انکو ما تاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب۔ پھر آگے اسی مسئلہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اسی وجہ پر کریمہ سورہ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور ماتقدم من ذنب تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبداللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات طیبات باستثناء انبیائے کرام مثل آدم و شیث و نوح و خلیل و اسماعیل علیہم السلام اور ما تاخر، تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک

تمہارے اہل بیت وامت مرحومہ تو حاصل آیت کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد نہم ص ۷۸۔۷۷۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذنبك کی نسبت کس کی طرف ہے۔ آیا نبی کریم کے گناہ مراد ہیں یا نبی کریم کی امت کے گناہ، اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ مراد لیے جائیں تو یہ حقیقت کے خلاف ہے اسی طرح ذنب کا معنی خلاف اولیٰ کر کے نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی رکھنی اور صحابہ کرام کی کسی حدیث کا سہارا پکڑنا بھی حقیقت کے خلاف ہے اور پھر قرآن مجید کلام الٰہی کو اسی خلاف حقیقت بات میں ملوث کرنا تو کفریہ گستاخی (معاذ اللہ) ہے۔ باری تعالیٰ گویا کہ یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ یا نبی کریم کے خلاف اولیٰ افعال اللہ معاف فرمادے رب تعالیٰ پر الزام لگانا ہے کہ جس بات کا وجود ہی کوئی نہیں اس کو معاف فرمایا۔ یہ صرف عقیدت ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ تا عمر بچپن سے وصال تک آقاء دو عالم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی گناہ لغزش بھول چوک جرم خطا۔ خلاف اولیٰ کلام سرزد ہوا ہی نہیں۔ ساری تاریخ اسلام چھان مارو لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کوئی گناہ یا خلاف اولیٰ کام کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا۔ ابلیسی نرغے میں آکر یہ بکتے رہنا کہ از گناہ تو (شاہ ولی اللہ) یا از موجب عتاب تو (ملا کاشفی) یا یہ کہنا کہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں۔ (اشرف علی تھانوی) یا لکھنا کہ تیرے گناہ (عاشق الٰہی میرٹھی وہابی) یا یہ کہنا کہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ (محمود الحسن دیوبندی) یا یہ کہنا کہ۔ آپ کیلئے آپ کے تمام اگلے پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ کام۔ یہ سب ابلیسی ترجمے ہیں اور اہل سنت و جماعت کا صحیح سچا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی نبی علیہ السلام اپنی پوری حیات نبوی میں از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام کبھی کسی گناہ خطا نسیان بھول لغزش یا خلاف اولیٰ کام کے مرتکب نہ ہوئے۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کا خلاف اولیٰ کام کرنا بھی ترک واجب کی شکل گناہ ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم ص ۲۴۷۔۲۴۶

فتاویٰ رضویہ شریف پر ایک وہابی کے اعتراضات

اور حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے منہ توڑ جوابات

دیوبندی فتاویٰ رضویہ جلد اول میں چند ایک مسائل پر اعتراضات کرتے ہیں اور بھولے بھالے سنی مسلمان اس سے پریشان ہیں میرے مرید نے مجھ کو وہ مسائل لکھ کر بھیجے ہیں ہمارے پاس اب اعلیٰ حضرت کے بعد آپ کے آستانہ کے سوا کون سی جگہ ہے جہاں سے علمی پیاس بجھائی جائے ہر طرف جہالت ولاعلمی کا دور دورہ ہے۔ ایک آپ ہی کا گھرانہ اس وقت شمع فروزاں ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے سنیوں کو زندہ وتابندہ رکھا ہوا ہے مولیٰ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے۔ یہ استفتاء حاضر خدمت ہے مجھے امید ہے کہ آپ اپنی پہلی فرصت میں ان مسائل پر سیر حاصل بحث فرماتے ہوئے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق دلائل عظیمہ پر روشنی ڈالیں گے۔ میں بے حد مشکور ممنون رہوں گا۔ فقط والسلام آپکا خادم ناچیز حاجی سید سلیم الرحمن اویسی قادری چشتی سجادہ نشین آستانہ اویسی ۱۲۔۵ ۴۳۵ ایریا کراچی۔

مسئلہ ۱:

فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۳۵ پر لکھا ہے کہ جو ریح انسان سے خارج ہوتی ہے وہ پاک ہے (از طحطاوی شریف)

مسئلہ ۲:

ص ۶۷ پہلی سطر۔ کسی نمازی کی عورت کی فرج داخلی پر نظر پڑگئی اور شہوت پیدا ہو گئی نماز میں فساد نہ آیا (از فتاویٰ شامی) یہ پورا مسئلہ اس طرح لکھا ہے کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور مدت نہ گزری ہو اور نماز پڑھتے ہوئے طلاق دینے والے خاوند کی نگاہ اپنی مطلقہ رجعیہ

کی داخلی شرم گاہ پر نظر پڑ گئی۔ نمازی کو شہوت بھی آئی تو رجوع اس کا درست ہو گیا نماز فاسد نہ ہوئی۔ ساتھ ہی لکھا ہے کہ اگر قصداً بھی ایسا کرے۔ مکروہ ضرور ہے مگر نماز فاسد نہیں۔

مسئلہ ۳:

ص ۶۷ نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرم گاہ پر نظر پڑ بھی جائے نماز وضو میں خلل نہیں۔ (از مراقی الفلاح)

مسئلہ ۴: ص ۶۷ فتاویٰ رضویہ جلد اول۔ عورت نماز پڑھ رہی ہے اس کا مرد بوسہ لے لے عورت کو خواہش پیدا ہوئی۔ عورت کی نماز نہ جائے گی از فتاویٰ رد المختار)

مسئلہ ۵: نماز میں احتلام ہوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز مکمل اور تمام کر لی اس کے بعد اتری تو غسل واجب ہوگا مگر نماز ہو گئی۔ از فتاویٰ فتح القدیر۔

مسئلہ ۶: حقے کے متعلق لکھا ہے کہ پانی پاک تمبا کو پاک، اس کا دھواں پاک، پاک چیز سے پاک چیز کا پاک پانی کا رنگ وغیرہ۔ بو بدل جائے تو اسے ناپاک نہیں کر سکتا۔ یہاں تک صحیح مذہب میں نہ صرف طاہر بلکہ مطہر اور قابل وضو رہتا ہے۔ اگر اس سے وضو کر لیا جائے تو وضو ہو جائے گا۔ (قیاس فتاویٰ شامی)۔[1]

جواب:

معترض دیوبندی وہابی نے یہ اعتراضات محض تعصب مذہبی کی بنا پر حاسدانہ و جاہلانہ طور پر کیے ہیں ورنہ پڑھا لکھا اور سمجھدار قسم کا مخالف اس طرح کے اعتراضات نہیں کر سکتا۔ اس لیے جن مسائل کو اس نے بطور اعتراض اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ اربعہ عشر امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں اپنے کسی چار ورقی پمفلٹ رسالے میں شائع کیے ہیں وہ تمام مسائل شریعت اسلامیہ اور فقہ ائمہ اربعہ میں متفقاً علیہ ہیں نیز موجودہ تمام دیوبندیوں اور وہابیوں کے اکابر کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہیں اور دیوبندی فتاویٰ اور کتب و تصانیف میں بھی اسی طرح درج ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے یہ مسائل خود نہیں بنائے نہ بغیر حوالہ اپنے فتاویٰ رضویہ میں درج فرمائے بلکہ اعلیٰ حضرت نے اپنے طریقہ تحریر کے مطابق ایک ایک

---

[1] ان مذکورہ اعتراضات و جوابات قاہرہ سے چند اقتباسات ہیں زیادہ تحقیق کیلیے فتاویٰ نعیمیہ جلد سوم کی طرف رجوع کیا جائے۔

مسئلے پر کثیر دلائل و براہین اور حوالے و مقالے پیش فرمائے ہیں۔ لہٰذا یہ تمام اعتراضات اور صاحب اعتراضات بلا تفریق ہر مکتبہ فکر دانشوران عالم و اہل علم حضرات کے نزدیک مردود و ناکارہ ہیں۔ دو وجہ سے۔

پہلی وجہ:

یہ کہ معترض نے وجہ نہ بیان کی اور نہ ہی اس کے مقابل قرآن و حدیث و فقہ و اصول فقہ کے حوالوں سے اپنے خیال کے مطابق ان مذکورہ مسائل کے خلاف مسئلے بتائے اعتراض اور مخالفت صحیح اور با اصول وہی ہوتی ہے جو با دلائل ہو اور بالوضاحت بتایا جائے۔ یہ مسئلہ غلط اس طرح ہے یہ صحیح ہے فلاں فلاں سے ثابت ہے۔ صرف مخالفت اور اعتراضات کر دینا تو خبثاء اور شیاطین کا کام ہے۔ ہر جاہل اعتراض کر سکتا ہے یہ تو بڑا آسان ہے۔ ایسے لایعنی اور بیہودہ اعتراضوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ ایک اعلیٰ حضرت کی کیا بات ان حمقاء نے تو اللہ رسول پر بھی اعتراضات کر کے اپنے ایمان و اعمال کو برباد و تباہ کیا ہے

دوسری وجہ: شریعت اسلامیہ کے تمام مسائل انتہاء گہرائی کی حد تک حقیقت و حکمت پر مبنی ہوتے ہیں جن کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے۔

پہلا مسئلہ:

معترض اعلیٰ حضرت کے اس مسئلے پر اعتراض کرتا ہے کہ فتاویٰ رضویہ جلد اول کے ص ۶۷ پر انسان سے خارج ہونے والی ہوا کو پاک لکھا ہے یعنی جس ہوا کے نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے وہ ہوا بذات خود پلید نہیں ہے اعلیٰ حضرت نے یہ مسئلہ لکھ کر متعدد کتب فقہاء کے حوالے پیش فرمائے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ نہ بناوٹی نہ اعلیٰ حضرت کا خود ساختہ بلکہ اسلام قرآن اور حدیث مطہرات و تمام فقہاء ملت کا متفقہ ہے بلکہ خود اہل دیوبند اور وہابیوں کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہے چنانچہ فتاویٰ حنفیہ در مختار جلد اول ص ۱۲۴ پر ہے صرف ترجمہ۔ اور وضو کو توڑ دیتا ہے ہر وضو والے زندہ انسان کے دُبر یعنی نیچے سے ناپاک چیز کا

نکلنا بھی اور غیر ناپاک چیز کا دُبُر سے نکلنا بھی وضو کو توڑ دیتا ہے۔ مثلاً دُبُر سے ہوا خارج ہو یا دُبر سے کیڑا نکلا یا کنکری نکلی۔ اس کی شرح میں فتاویٰ شامی جلد اول ص ۱۲۶ صرف ترجمہ مصنف کا فرمان: مثلاً ریح اس لئے ہے کہ دُبُر سے نکلنے والی ہوا وضو توڑ دیتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہوا ناپاکی اور پلیدی گندگی کی جگہ سے گندگی میں نکل کر آئی ہے۔ نہ اس لئے کہ ہوا پلید ہے بلکہ عام فقہاء کرام کے نزدیک دُبُر سے نکلی ہوئی ہوا پاک ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے گیلا پاجامہ بھی پہنا ہو یا پانی سے استنجا کرنے کی بنا پر سرین کی سوراخ والی وہ کھال گیلی ہو جہاں سے ہوا خارج ہوتی ہے تو وہاں سے ہوا نکلی اس سے پاجامہ یا وہ جگہ اور وہ جسم ناپاک نہ ہوگا۔ یہ عام یعنی تمام فقہاء کا قول وعقیدہ ہے ان عبارتوں سے یہ ثابت ہوا کہ پیٹ سے خارج ہونے والی ہوا پاک ہے، لیکن وضو ٹوٹتا اس لئے ہے کہ گندگی سے نکل کر آئی ہے۔ مگر ہوا بذات خود پاک ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے نکلنے سے نہ تو گیلا یا خشک پاجامہ پلید ہوتا ہے نہ سوراخ کے آس پاس کی خشک یا تر جگہ کھال وغیرہ اگر یہ ہوا نجس ہوتی تو پاجامہ اور کھال ناپاک ہو جاتی۔ احادیث میں پاجامے اور کھال کو بھی دھونے کا حکم ہوتا۔ حالانکہ احادیث مبارکہ میں یہ حکم نہیں ہے صرف وضو کرنے کا حکم ہے، نہ ہی کسی امام اور فقہائے عظام نے یہ حکم دیا اگر یہ احمق معترض اس مسئلے کو نہیں مانتا تو اس کو چاہیے کہ جب اس کی ہوا خارج ہو فوراً پاجامے اور شلوار بھی دھویا کرے اور استنجا بھی کیا کرے۔ ان مندرجہ عبارتوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دُبر سے نکلا ہوا کیڑا زندہ اور خشک ہو تو وہ بھی پاک ہے اس کے نکلنے سے بھی وضو نہ ٹوٹے گا اور کپڑے پر گرنے سے کپڑا بھی پلید نہ ہوگا اس لئے کہ کیڑے، مکھی، مچھر کی مثل مانے گئے ہیں۔ کیونکہ ان میں خون نہیں ہوتا۔ دُبر کی ہوا نکلنے سے وضو ٹوٹ جانے کی وجہ ایک تو وہی ہے جو علامہ شامی نے بیان کی کہ یہ ہوا گندگی میں سے گزر کر آئی ہے جیسے کہ دُبر سے کنکری یا کیڑے کا نکلنا۔ دوسری وجہ بعض فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ خارج شدہ ہوا کے ساتھ نجاست باطنی کے اجزاء لطیفہ ساتھ نکلتے ہیں جو نظر نہیں آتے نہ جسم اور کپڑے سے لگتے ہیں اجزاء لطیفہ کے نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے مگر ہوا پلید

نہیں ہوتی اس سے آگے فتاویٰ بحر الرائق جلد اول کا حوالہ و بحث ہے جو کہ قابل دید ہے بخوف طوالت ترک کر دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو جلد سوم ص ۳۰۱۔

دوسرا مسئلہ:

بیوی مطلقہ یا غیر مطلقہ کی فروج داخلی پر خاوند کی نظر نماز پڑھتے ہوئے پڑ جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی جان بوجھ کر بھی نظر ڈالے بشرطیکہ کعبے سے رخ نہ پھرے تو اگرچہ یہ کام شرعاً مکروہ ہے مگر نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہ مسئلہ بھی عقلاً، نقلاً، شرعاً، قانوناً ہر طرح ہر امام اور علماء فقہاء کے نزدیک بالکل درست اور معتبر ہے چنانچہ فتاویٰ فتح القدیر جلد اول ص ۲۸۶ پر ہے صرف ترجمہ: اگر نمازی خاوند نے اپنی رجعی طلاق والی بیوی کی فرج نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لی شہوت سے تو رجوع طلاق صحیح مان لیا جائے گا لیکن نماز نہ ٹوٹے گی۔ فتاویٰ شامی جلد اول ص ۵۸۸ پر ہے صرف ترجمہ: اگر کسی شخص نے اپنی مطلقہ رجعیہ بیوی کی فرج ننگی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لی تو رجوع تسلیم کر لیا جائے لیکن نماز نہیں ٹوٹے گی۔ تمام فقہاء کے نزدیک یہ ہی مختار مذہب ہے۔ آگے علامہ شامی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ نماز کے ٹوٹنے اور فاسد ہونے کا تعلق عمل کثیر سے ہے اور نظری یا فکر عمل کثیر نہیں ہے اس لئے نماز میں سامنے دیکھ لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہاں البتہ کعبے سے رخ پھیرنا عمل کثیر ہے۔ باقی دلائل ملاحظہ ہوں ص ۳۲۲ پر۔

مسئلہ تیسرا مسئلہ:

یہ کہ اگر کسی نمازی مرد کی نگاہ اجنبی ننگی عورت کی شرم گاہ پر پڑ جائے اور نمازی کو اس دیکھنے سے شہوت بھی آ جائے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یہ مسئلہ بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ساختہ نہیں بلکہ تمام فقہاء اسلام و ائمہ مجتہدین کا بادلائل فرمودہ ہے۔ یہاں تک کہ خود معترض کے اکابر دیوبند وہابیہ کے نزدیک بھی مُسلّم ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ فتاویٰ اشرفیہ تھانویہ میں اس قسم کے سب مسائل لکھے ہیں۔ امام احمد رضا مجدد ملت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ

نے اس مسئلے پر فتاویٰ مراقی الفلاح کا حوالہ پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ مراقی الفلاح ص ۷۰ پر ہے صرف ترجمہ۔ نمازی مرد اگر بحالت نماز اپنی مطلقہ یا کسی اجنبی یعنی غیر بیوی عورت کی ننگی شرم گاہ داخلی اندرونی دیکھ لے اور نماز پڑھنے والے شخص کو اس دیکھنے سے شہوانی خیال بھی آجائے تب بھی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ اس کی وجہ یہ کہ یہ نگاہ ڈالنا عمل قلیل ہے اور کسی بھی عمل قلیل سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ نماز عمل کثیر سے ٹوٹتی ہے۔ فقہاء کرام نے عمل کثیر کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں جیسا کہ فتاویٰ فتح القدیر جلد اول ص ۲۸۶ پر منقول ہیں ایک عبارت بعد فرماتے ہیں کہ یہ فتاویٰ مراقی الفلاح و شامی و در مختار۔ فتاویٰ فتح القدیر وغیرہ کتب فقہ قرآن و حدیث کی ایسی روشنی والی معتبر و مقبول کتابیں ہیں جن کو وہابی دیوبندی وغیرہ سب ہی تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان ہی کتب کے حوالے اپنے فتاویٰ کی زینت بناتے ہیں۔ نیز آج تو یہ دیوبندی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ رضویہ میں درج ہونے کی بناء پر ان اسلامی مسائل کا انکار کر رہے ہیں مگر آج سے پہلے اس فتاویٰ رضویہ کو وہابی وغیرھم سب فرق باطلہ بسر و چشم تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ فتاویٰ رضویہ مقدسہ تقریباً سو سال سے چھپ کر شائع ہوتا چلا آرہا ہے۔ آج تک کسی مخالف نے اس پر کسی قسم کا اعتراض، سوال یا انگلی اٹھانے کی جرأت نہیں کی یہاں تک کہ بڑے دیوبندی اشرفی تھانوی نے اسی فتاویٰ رضویہ کو دیکھ کر یہ کہا تھا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب سے ہمارے کچھ اختلافات ہو سکتے ہیں مگر ان کا مقام و مرتبہ مُسلّم ہے۔

چوتھا مسئلہ:

یہ کہ عورت نماز پڑھ رہی ہے، خاوند نے اس کا بوسہ لے لیا۔ عورت کو خواہش و لذت پیدا ہوئی۔ عورت کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ معترض اس پر بھی اعتراض کرتا ہے مگر یہ مسئلہ بھی بالکل درست ہے اور تمام فقہا کا فرمودہ ہے۔ مخالفین کو بھی تسلیم ہے۔ صرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہی نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ شامی جلد اول ص ۵۸۸ پر ہے۔ صرف ترجمہ۔ اور فتاویٰ بحر الرائق (جلد دوم ص ۱۲ پر) ذکر فرمایا گیا۔ بحوالہ شرح زاہدی کہ بیشک اگر کسی خاوند نے نماز

پڑھنے والی اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا تو بیوی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ خلاصہ نے لکھا کہ نماز فاسد ہو جائے گی تو امام بحر الرائق نے اس کو غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ نماز نہیں ٹوٹے گی اور اسکی وجہ بھی بیان فرمائی۔ بحر الرائق جلد دوم ص ۱۲ پر ہے صرف ترجمہ، لیکن وہ قول جو کسی کا فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ خلاصہ نے بیان کیا کہ اگر بیوی نماز پڑھ رہی ہو نہ کہ خاوند اور وہ خاوند اس نماز پڑھتی ہوئی کا بوسہ لے لے تو بیوی کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ خاوند کو شہوت ہو یا نہ ہو اور اگر وہ خاوند نماز پڑھ رہا ہو نہ کہ بیوی اور بیوی نے اپنے خاوند کا بحالت نماز بوسہ لے لیا اور بیوی کو شہوت نہ تھی تو خاوند کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ یہ سب مسئلے قابل اشکال یعنی غلط ہیں، کیونکہ ان دونوں صورتوں میں نمازی سے کوئی کام سرزد نہ ہوا۔ نہ عمل کثیر نہ عمل قلیل۔ اس وجہ سے اقتضاء النص اس پر ہے کہ نماز نہیں ٹوٹنی چاہیے۔ اسکے بعد حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ تمام ائمہ کے نزدیک درست ہے اس پر اعتراض و انکار جہالت ہے۔

پانچواں مسئلہ:

یہ کہ نماز میں احتلام ہوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز مکمل کر لی سلام پھیر دیا اس کے بعد منی اتری تو غسل واجب ہوگا، مگر نماز نہیں ٹوٹی وہ پوری درست ہوگئی۔ معترض وہابی کو اس پر بھی اعتراض و انکار ہے حالانکہ یہ بالکل عام فہم قابل تسلیم مسئلہ ہے اس پر بھی تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے چنانچہ فتاویٰ فتح القدیر جلد اول ص ۲۴۴ پر ہے صرف ترجمہ، اور ایسے ہی اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کی حالت میں اس کو احتلام ہوگیا اور اس نے تشہد پورا کر کے سلام پھیر دیا سلام پھیرنے کے بعد اس کو انزال ہوا تو نماز درست و مکمل ہوگئی وہ نہ لوٹائی جائے گی اور منی نکلنے کے بعد اس پر غسل واجب ہوا، لہذا غسل بھی اس کو کرنا پڑے گا۔ عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ نماز نہ ٹوٹے کیونکہ نماز ٹوٹتی ہے وضو یا غسل ٹوٹنے اور اس صورت میں نہ وضو ٹوٹا نہ غسل۔ وضو تو اس لئے نہیں ٹوٹا کہ بحالت نماز مرد کے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ قیام میں سو جائے یا تشہد و رکوع و سجود میں سو جائے۔ کیونکہ سونے کا تعلق دماغ اور شعور سے ہے آنکھوں کی

پتلیاں پیچھے مغز کی طرف ہو جاتی ہیں شعورِ دماغی لاشعور میں منتقل ہو جاتا ہے۔ ظاہر سے لا تعلق ہو کر قلب کو غافل کر دیتا ہے یہ ہے گہری نیند کی حقیقت یہ کیفیت انسان پر بلا قید ہر وقت طاری ہو سکتی ہے دن ہو یا رات صبح ہو یا شام، سردی ہو یا گرمی بیماری ہو یا تندرستی کھڑا ہو یا بیٹھا سفر میں ہو یا حضر میں سواری پر ہو یا پیدل غرضیکہ مختلف طبیعتوں کی بناء پر ہر شخص کی نیند بھی مختلف ہے۔ بہت سے لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے قیام و رکوع میں نیند آ جاتی ہے تشہد میں بیٹھے ہوئے اکثر اوقات سو جاتے ہیں۔ تراویح کے دوران تو بہت سوں کو خراٹے لیتے بھی سنا گیا ہے۔ کئی لوگوں کا بیان ہے کہ وہ نماز میں کھڑے کھڑے سو جاتے ہیں اور خواب بھی اچھا برا دیکھ لیتے ہیں۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کئی لوگوں نے مجھ سے اپنے وہ خواب بیان کیے جو انہوں نے دفتر میں بیٹھے بیٹھے یا کسی کے انتظار میں کھڑے کھڑے دیکھ لئے اسی طرح بہت سے خواب نماز کی حالت میں دیکھے گئے اور جب اس طرح سونے میں خواب آ جاتے ہیں تو احتلام کا تعلق بھی خواب سے ہی ہے۔ مگر وضو ٹوٹنے کا تعلق فقط ہر قسم کی نیند سے نہیں بلکہ وضو اس نیند سے ٹوٹتا جس میں اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں مثلاً لیٹ کر سونا، ٹیک لگا کر سونا وغیرہ وغیرہ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر مرد سجدے میں سو جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا یہی حدیثِ مقدسہ سے ثابت و واضح ہوتا ہے، چنانچہ ترمذی شریف جلد اوّل ص ۲۴ پر ہے صرف ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک انہوں نے دیکھا آقاء کائنات شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے سجدے میں سو رہے ہیں اور آپ خراٹے بھی لے رہے ہیں، پھر نبی کریم آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھتے رہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک آپ تو سجدے میں سو گئے تھے ارشاد فرمایا کہ بیشک وضو صرف اس پر واجب ہوتا ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ جو شخص لیٹ کر سوتا ہے اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں یعنی ہوا نکلنے کا اندیشہ قوی ہوتا ہے اس کی شرح میں شارحین نے فرمایا کہ نماز میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس دلیل کی شرح ترمذی حاشیہ ص ۲۳ پر ہے صرف ترجمہ، پھر ہماری تمام کتب

فقہ میں یہ مسئلہ وقانون شرعی موجود ہے کہ بیشک نماز پڑھتے ہوئے بحالت نماز سو جانا وضو نہیں توڑتا اور حضرت ابن عباس والی حدیث پاک سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ نماز میں نیند آ جاتی ہے اور خراٹے بھی آ جاتے ہیں جس سے گہری نیند کا ثبوت ملا اگر خراٹوں کی آواز نہ ہوتی تو حضرت عباس کو نیند کا پتہ نہ لگتا؟ اور نہ سوال کرتے نہ جواب میں مسئلے کا پتہ چلتا، نیز اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام کا سو جانا وضو نہیں توڑتا مگر آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب ارشاد فرمانا تا قیامت تمام مسلمانوں کو ہر نمازی کیلئے یہ حکم شرعی سنانا ہے اور ہو سکتا ہے کہ باری تعالیٰ نے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحالت نماز نیند طاری فرما کر یہ مسئلہ ہی زبان اقدس سے ظاہر فرمانا ہو۔ آقا کائنات کی تو ہر ادا ہی وحی الٰہی ہے۔ ترمذی شریف کے اسی ص ۲۴ پر اگلی سطور میں ہے۔ صرف ترجمہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام بہت دفعہ نماز عشاء میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھے بیٹھے سو جاتے تھے۔ پھر وقت جماعت ہونے پر کھڑے ہو کر با جماعت نماز ادا فرما لیتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ کے اقتضاء النص سے ثابت ہوا کہ اس نیند سے خراٹے بھی آتے ہونگے ورنہ راوی محترم کو نیند کا کس طرح پتہ لگتا اور خراٹے آنا گہری نیند کی نشانی ہے اور گہری نیند میں خواب آنے سے مانع کوئی چیز نہیں ہے یہ بھی ثابت ہوا کہ گرنے کے بغیر گہری نیند بیٹھے بیٹھے آ سکتی ہے خواہ تشہد میں ہی کیوں نہ بیٹھا ہو اور اس نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ورنہ صحابہ کرام تازہ وضو فرما لیا کرتے۔ مزید تحقیق کیلئے دیکھیں ص ۳۱۷ اسی جلد کا۔ آگے ص ۳۱۸ پر فرماتے ہیں کہ ثابت یہ کرنا ہے کہ بیٹھے بیٹھے سو جانے سے بھی خواب آ جاتی ہے مگر اسکے باوجود تمام صحابہ وفقہاء کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ خواب آ جانے میں ہر طرح کی خواب شامل ہے اگرچہ احتلام والی خواب ہو، لیکن جب تک انزال نہ ہو غسل نہیں ٹوٹتا۔ یہاں پر حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ دو احادیث مبارکہ کے حوالے سے تحقیق فرماتے ہیں کہ ۱۔ مولا علی شیر خدا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مذی کے بارے میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مذی نکلنے سے

وضو ٹوٹتا ہے اور منی نکلنے سے غسل ٹوٹتا ہے۔ ۲ روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ پانی (انزال ہونے سے پانی یعنی غسل واجب ہوتا ہے یہ احتلام کے بارے میں حکم ہے یعنی احتلام ہونے کی صورت میں غسل اس وقت ٹوٹے گا جب انزال ہوگا اور نوجوان طبقہ اس مشاہدے اور تجربے سے کب ناواقف ہے کہ اگر احتلام کی خواب سے ایک دم آنکھ کھل جائے تو انزال تھوڑی دیر کیلئے رک جاتا ہے۔ بعض دفعہ انزال ہوتا ہی نہیں اور بعض دفعہ پیشاب کے ساتھ رکی ہوئی منی نکلتی ہے ان تمام صورتوں میں غسل اس وقت ٹوٹے گا۔ جب منی خارج ہوگی۔ یہی مسئلہ فتاویٰ رضویہ اور تمام کتب فقہ میں سمجھایا جارہا ہے اگر کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے التحیات وتشہد میں سو گیا اور اس کی گہری نیند میں اسکو احتلام والی خواب آئی ابھی انزال نہ ہوا کہ آنکھ کھل گئی نمازی نے فوراً تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ سلام پھیرتے ہی انزال ہوا تو نماز مکمل ہوگئی اور بعد نماز انزال کی وجہ سے بعد میں غسل واجب ہوا۔ اس نیند اور اس احتلام سے نماز کے اندر وضو ٹوٹا نہ غسل کیونکہ مرد کا اپنی نماز کے کسی حصے میں سو جانا وضو نہیں توڑتا۔ مزید تحقیق کیلئے ملاحظہ ہو اس فتویٰ کا بقیہ حصہ ص ۳۱۸۔

چھٹا مسئلہ:

حقے کے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ اس مسئلے پر بھی معترض کو اعتراض وانکار ہے حالانکہ ایسے عام فہم مسئلے کا انکار تو بچگانہ واحمقانہ حرکت ہے۔ اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ پانی بذات خود پاک طیب طاہر ومطہر ہے۔ سمندر کا ہو یا دریا کا یا کنوؤں کا چشموں نلکوں کا ہو یا جوہڑ تالابوں نالیوں کا۔ اللہ تعالیٰ کے یہ سب پانی ہیں، انکو ناپاک پلید اور نجس صرف گندگی ڈال کر ہی کیا جاسکتا ہے بغیر گندگی پڑے ان پانیوں کو کوئی چیز کوئی جگہ ناپاک نہیں کرسکتی۔ ہاں البتہ برتن یا جگہ میں پلیدی لگی ہو تو اس میں پانی ڈالا ہوا بھی ناپاک ہے۔ جس طرح مولیٰ تعالیٰ کا ہر پانی بذات خود پاک ہے اسی طرح زمین کی ہر جڑی بوٹی نباتات گھاس پھوس پتے کھیت کھلیان بیل بوٹے اشجار غرضیکہ جو بھی زمین سے اگتا ہے وہ پاک و

طیب ہے کھٹا ہو میٹھا، کڑوا یا کسیلا، تیکھا ہو یا پھیکا، پیلا ہو یا پھسا پھسا خوشبودار ہو یا بدبودار۔ کڑا ہو یا نرم۔ رب تعالیٰ کی یہ تمام پیداوار پیدائشی طور پر پاک ہے۔ ان ہی نباتات میں تمباکو اور تمن۔ ثوم اور بصل ہے کہ یہ چیزیں اگرچہ اتنی سخت بدبودار ہیں کہ ان کو کسی حالت میں مسجد و عبادت گاہوں میں لانا جائز نہیں مگر اس کے باوجود پاک ہیں۔ اس لئے کہ انکی یہ بدبو پیدائشی ہے جو بدبو بعد میں پیدا ہو وہ چیز کو ناپاک حرام کرتی ہے۔ جیسے پیشاب شراب اور بھسا ہوا سالن، پیدائشی بدبو سے پلیدی نہیں آتی۔ پانی میں گر جائیں تو پانی ناپاک نہیں ہوتا باوجود اس کے کہ پانی کا مزہ رنگ و بو بدل جائے، لیکن پانی پاک طیب طاہر مطہر ہی رہے گا چنانچہ فتاویٰ درمختار شامی جلد اول ص ۱۷۱ پر ہے صرف ترجمہ۔ پانی ناپاک نہیں ہوتا کسی جگہ زیادہ ٹھہرنے سے پس اگر قطعی یقین سے جان لیا گیا کہ اس پانی کا بدبو نجاست کی وجہ سے ہے تب تو واقعی پانی کا استعمال ناجائز ہوگا اور اگر شک یا وہم ہو تو اس کا اعتبار نہیں خواہ کتنی ہی بدبو پانی میں پیدا ہوا۔ پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اس لئے کہ پانی کی اصلیت پاک ہونا ہے لہٰذا بدبودار ہونے کے باوجود پانی پاک رہے گا اور جو پانی پاک ہو اس سے وضو بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ردالمختار جلد اول ص ۱۶۷ پر ہے صرف ترجمہ۔ جان لو کہ بیشک تمام اُمت کے علما نے اس مسئلے پر اتفاق کیا ہے کہ ہر قسم کے ماء مطلق جسکو پانی کہا جاتا ہو اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔ اگر وہ نہ ملے تو مقید پانی سے بھی وضو وغیرہ کرنا جائز ہے پھر اس مسئلے میں بھی فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اگر پانی میں پاک چیز مل جائے یا ڈال دی جائے تو پھر پانی ماء مطلق ہی رہے گا اور اس سے وضو جائز ہوگا۔ یعنی اگرچہ اس کا مزہ اور رنگ اور بدبو بدل جائے۔ جب یہ تمام قوانین شریعت ذہن نشین کر لیے تو سمجھ لو کہ حقہ کے پانی کو جس گگری اور مٹی میں بھرتے ہیں وہ بالکل پاک برتن ہوتا ہے پانی بھی عام استعمال والا بھرا جاتا ہے وہ بھی پاک۔ تمباکو ایک پودا ہے جو بقول علامہ شامی ۱۰۱۵ھ یعنی گیارہویں صدی ہجری میں علاقہ دمشق کے اندر دریافت ہوا۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی جلد پنجم ص ۴۰۶ پر درمختار کی عبارت سے منقول ہے وہ بھی بحیثیت نباتات ہونے کے پیدائشی

پاک اگر تمباکو کا پتہ پانی میں گر جائے تو کپڑے اور جیب میں رکھا ہوا تو وہ کپڑا اور پانی ناپاک نہ ہوگا۔ حقے میں تو تمباکو پانی میں جاتا ہی نہیں صرف اس کا دھواں وہ بھی بہت قلیل مقدار میں جاتا ہے اور چند دن بعد اس پانی کا مزید دھواں ہوجاتا ہے اور بو بدل جاتی ہے رنگت بھی قدرے اس دھوئیں سے پیلی ہوجاتی ہے۔ مگر کون اس کو ناپاک کہہ سکتا ہے اور کیوں کہہ سکتا ہے کس قانون سے کوئی اس پانی کو پلید کہہ سکتا ہے۔ جب اس حقے کے پانی کے ناپاک ہونے کی کوئی وجہ اور دلیل نہیں تو وہ یقینا پاک ہے اور پاک پانی سے وضو جائز ہے۔ فقہاء کرام کے نزدیک تو سگریٹ بیڑی حقہ سب کچھ پینا جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ ردمختار جلد ۳ پنجم ص ۴۰۶ پر ہے۔ صرف ترجمہ: تمباکو پینے کے حلال اور جائز ہونے کے باوجود میں علامہ شیخ علی اجھودی مالکی کا پورا ایک رسالہ تصنیف ہے جس میں اُنہوں نے بزرگوں کے فتویٰ نقل فرمائے ہیں جن کو ائمہ اربعہ کے سب مقلدین تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ حقے تمباکو کے حلال اور جائز ہونے کے ثبوت میں عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے جسکا نام رکھا ہے۔ الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الادخان اور اس رسالے میں ان لوگوں پر بڑے اعتراض قائم فرمائے ہیں جو تمباکو پینے کو حرام یا مکروہ کہتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ حرام اور مکروہ ہونا شرعی حکم ہے۔ ان کے ثبوت کیلئے دلیل شرعی چاہیے۔ صرف منہ سے حرام حرام کہنا تو کافی نہیں اور تمباکو پینے کے بارے میں آج تک کوئی دلیل کسی کے پاس حرام یا مکروہ ہونے کی نہ پائی جاسکی اس لئے کہ تمباکو میں نہ نشہ ہے نہ فتور عقلی ہے نہ نقصان بلکہ لوگوں کو اس تمباکو نوشی سے کئی قسم کے فائدے حاصل ہیں۔ لہٰذا تمباکو نوشی علم اُصول فقہ کے اسی قانون کے تحت بالکل جائز ہے کہ تمام اشیاء میں اصلیت حلال اور پاک و جائز ہونا ہے۔ حرمت و نجاست تو بندے کے اپنے فعل سے آتی ہے۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ حقہ اور اس کا تمباکو اس کا گڑ اس کا پانی سب کچھ پاک ہے لہٰذا اس سے وضو کرنا بھی جائز ہے۔ دین و فقہ کو سمجھنا وہابی جہلاء کا کام نہیں۔ اہل علم و عقل ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں۔

ساتواں مسئلہ:

یہ کہ رحم کی رطوبت پاک ہے۔ اس پر بھی معترض کو اعتراض اور یہ اعتراض صرف اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی دشمنی و مخالفت میں ہے ورنہ ذرا سی عقل رکھنے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ جسم انسانی کی ہر چیز پاک ہے سوائے بول و براز اور خون پیپ کے مثلاً تھوک، بلغم، رینٹ، دودھ، گوشت پوست پسینہ، ہڈی پٹھے، غدود ناخن یہ تمام چیزیں پاک ہیں۔ جب اتنی اشیاء پاک ہیں تو رحم کی رطوبت کیوں اور کس دلیل سے ناپاک ہو گی جن فقہاء اسلام نے قرآن و حدیث کی استدلالی روشنی میں تھوک اور دودھ کو پاک فرمایا ہے انہوں نے ہی رحم کی رطوبت کو پاک فرمایا ہے جب وہ تسلیم ہے تو اس کا انکار کیوں؟ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ نے جسم والدہ میں سب سے زیادہ طیب طاہرہ منزّہ مُبرّہ اور مضبوط و محفوظ چیز رحم کو پیدا فرمایا ہے اس لئے کہ اس میں انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ صلحاء شہداء اور اہل ایمان کو امانت رکھا جاتا ہے۔ رحم مادر نور الٰہی اور انوار معرفت کا مخزن ہے۔ رب تعالیٰ نے اس میں کبھی کفر و شرک کی ظلمت و نجاست تک نہیں آنے دی تو بھلا ظاہری نجاست کس طرح اس میں ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ارشاد حدیث پاک ہے کہ ہر بچہ رحم مادر میں ایمان الٰہیہ اور فطرت وحدانیت کے ساتھ مومن پیدا ہوتا ہے پھر باہر دُنیا میں آ کر اس کو ماں باپ یا صحبت بد یہودی و عیسائی یا مجوسی وغیرہ بنا لیتے ہیں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے انبیاء و رسل کے مقدس اجسام کو گندی جگہ میں رکھے۔ نیز بہت سے اولیاء اللہ کی سوانحات میں مذکور ہے کہ انکی نورانیت رحم مادر میں ولادت سے پہلے کئی بزرگوں نے بچشم سر دیکھی۔ پلیدی میں نورانیت کب ظاہر ہو سکتی ہے بہت سے بزرگوں کی تلاوت قرآن مجید شکم مادر میں سنی گئی۔ اگر رحم میں رطوبت گندی ہوتی تو قدرت الٰہی کا یہ اظہار کبھی نہ ہوتا کیونکہ گندی جگہ تلاوت کرنا ممنوع ہے۔ بعض جہلا یہ سوال کر سکتے ہیں کہ نطفہ منی بذات خود پلید و نجس ہے تو جب اس گندی چیز سے اجسام انبیاء اولیا صلحا مومنین بنا دیئے گئے تو گندی جگہ میں ودیعت رکھنے سے کیا مضائقہ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نطفہ منی کا پلید ہونا مثل بہتے خون کے ہے۔ جب

تک خون جسم کے اندر ہے اس وقت تک پاک وطیب ہے جب بہتا ہوا باہر نکلے گا تب پلید ہوگا اسی طرح نطفہ جب احتلام وغیرہ کے ذریعے باہر نکلے گا تو ناپاک ہوگا اس سے کپڑا پلید ہوگا۔ مگر جب تک نطفہ جسم کے اندر ہے اور اندر ہی اندر منتقل ہو رہا ہے تو پلید نہیں۔ عورت کا نطفہ تو اندر ہی اندر رحم میں پہنچ گیا اور مرد کا نطفہ بھی آلہ تناسل کے ذریعے بغیر باہر نکلے اندر ہی اندر شکم مادر میں پہنچ گیا لہٰذا وہ بھی پاک رہا۔ غرضیکہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں پہنچی جس سے رحم کی رطوبت ناپاک ہوتی۔ رحم کی رطوبت مثل پسینے اور بلغم کے پاک ہے اگر باہر نکل کر پانی یا کپڑے سے لگ جائے تو کپڑا اور پانی پلید نہیں ہوگا بخلاف منی اور نطفے کے کہ وہ مثل خون و پیشاب کے ہے جب باہر نکلے گی تو نجاست غلیظہ ہے۔ یہ تمام مسائل شریعت اسلامیہ کے قانون کے مطابق اور فقہاء کرام کے فرمودہ ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ در مختار شامی جلد اول ص ۲۳۲۔ صرف ترجمہ، فرج یعنی رحم کی رطوبت طاہر اور پاک ہے صاحبین کے خلاف ہے اسی قانون کی بناء پر فتاویٰ تتار خانیہ میں ہے کہ ولادت کے وقت نومولود بچے کے جسم پر جو گیلا پانی اور تری رطوبت ہوتی ہے وہ پاک ہے۔ یعنی بکری، گائے، بھینس، اونٹنی کا نومولود بچہ ولادت کے وقت ان کے جسم پر رطوبت اور تراوٹ پاک ہے جو وقت ولادت سے والدہ کے پیٹ سے نکلتا ہے اور ایسے ہی مرغی کا انڈا جب مرغی کے پیٹ سے نکلے تو اس کی رطوبت بھی پاک ہے۔ پس نہیں ناپاک ہوگا اس سے کپڑا اور پانی جب گر جائے اس میں اور اماین صاحبین نے جو فرمایا کہ ناپاک ہے وہ تو یہ فقط اُنکی ذاتی احتیاط ہے کوئی شرعی قانون نہیں۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ رحم کی رطوبت اور اس کے اندر کا تمام پاک ہے ہر قسم کا پانی پاک ہے۔ یہ مسئلہ عقلاً نقلاً ہر طرح درست ہے اور تمام فقہاء کرام نے اپنے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہمارے سامنے اس وقت جو معتبر فی الاسلام فتاویٰ ہیں۔ اُن سب میں یہی لکھا ہے کہ رحم کی یعنی فروج داخلی کی رطوبت پاک ہے۔ چنانچہ بارہ عدد سے زائد کتب فتاویٰ کے نام اور حوالے دینے کے بعد حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے اس مسئلے کو اپنے فتاویٰ رضویہ میں لکھنے کے بعد فرمایا کہ بچے کے جسم اور انڈے پر لگی ہوئی

رطوبت کا پاک ہونا میری سمجھ میں نہ آیا۔ لیکن چونکہ سب فقہاء ہی (اس کو پاک فرماتے ہیں اس لئے غور طلب مسئلہ ہے انکار کی بھی جرأت نہیں) اعلیٰ حضرت کی اس مسئلے میں آخری عبارت اس طرح ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً واللہ تعالیٰ اعلم۔ ترجمہ: فقہاء کرام کے اس مسئلے پر جو اعتراض ذہن میں قائم ہوتا ہے ابھی اس کا حل اور جواب سمجھ نہیں آرہا ہے شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کہ کسی پر یا خود اعلیٰ حضرت پر اس کا جواب ظاہر فرمادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کے بعد حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جملے ملاحظہ فرمائیں فرمایا کہ فقیر حقیر اقتدار احمد خان ابن حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے کہ ابھی میں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت دیکھی نہ تھی صرف مسائل کے پیش کردہ اس اعتراض پر اور اسکے جواب پر ہی غور کر رہا تھا کہ میرے رب کریم نے اپنے کرم سے مجھ کو اس کا حل و جواب ظاہر فرمایا اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی۔ لعل اللہ یحدث۔ الخ والی امید مبارک میرے ذہن پر منکشف ہوئی اور امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خدشہ ذہنی دور ہوا۔ میرے نزدیک اس ذہنی اعتراض کے جواب دو طرح ہیں۔ اولاً یہ کہ رحم کا پانی مثل تھوک، بلغم اور دودھ کے ہے کہ انسان اور حلال جانوروں کا جس طرح تھوک دودھ وغیرہ ہر حال میں ہر جگہ پاک ہے خواہ رحم کے اندر ہو یا بچے اور انڈے کے جسم سے لگ کر باہر آجائے۔ اگرچہ رطوبت کی شکل میں ہو یا بچے کے جسم سے لگ کر قطروں کی شکل میں ٹپک کر پانی میں گرے۔ بہر کیف پانی ناپاک نہ ہوگا نہ کپڑا پلید ہو جیسے تھوک وغیرہ سے، خیال رہے کہ اجسام کے اندر عرضی اور بیرونی چیزیں ہیں، اُنکی شرعی حکم میں تین قسمیں ہوتی ہیں۔ پہلی قسم مطلقاً ہر وقت ہر جگہ ہر حالت میں پاک جیسے تھوک۔ پسینہ دودھ وغیرہ کہ یہ چیزیں جسم کے اندر ہوں۔ یا باہر نکل آئیں۔ رطوبت کی شکل میں یا بہتے اور ٹپکتے قطروں کی دھاروں کی شکل میں دوسری قسم۔ اصلاً مطلقاً ہر صورت میں ناپاک خواہ جسم کے اندر ہوں یا باہر شامی جلد اول ص ۱۳۰۔ جیسے پیشاب مذی، و رجیع یعنی گوبر لید (بیٹ مرغی کی) مینگنی لینڈے اور فضلہ براز۔ تیسری قسم۔ جسم کے اندر پاک اور جسم سے باہر نکلیں تو ناپاک اسی فرق کی بناء پر فقہاء کرام

فرماتے ہیں کہ جو ہوا دُبر سے نکلے وہ وضو توڑ دیتی ہے۔ کیونکہ گندگی میں سے نکلی ہے اور جو ہوا مرد کے ذکر و آلۂ تناسل سے نکلے یا عورت کی فرج سے وہ وضو نہیں توڑتی۔ کیونکہ وہ گندگی سے نہیں نکلی۔ اب ان قسموں میں سے رحم کا پانی کس میں شمار کیا جائے؟ تو میری تحقیق اور غور و فکر کے مطابق رحم کا پانی اور اسکی رطوبت مثل تھوک پسینے کے ہے کہ اندر ہو تب بھی پاک بچے سخلہ انڈے سے لگی ہو تب بھی پاک اس کا قطرہ بچے، انڈے سے ٹپکے تب بھی پاک ہے اس کی طہارت کے لئے دو دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل تو وہی صوفیاء کرام کے فرمودات جو مندرجہ بالا بیان ہوئے۔ دوسری دلیل۔ یہ کہ فقہاء کرام نے مطلقاً ہر طور پر رحم کی رطوبت کو پاک فرمایا اس میں کسی حال و زمان کی قید نہیں لگائی گئی۔ لہٰذا مطلق کو مطلق ہی رہنے دیا جانا چاہئے۔ ہمارے ان دلائل کی روشنی میں جب رطوبت فرج کو مطلقاً پاک طاہر مانا گیا تو اب اعلیٰ حضرت کا ذہنی خدشہ و اعتراض وارد نہیں ہوتا، ثانیاً یہ کہ امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خیال کے مطابق رحم کے پانی کو خون کی مثل مانا جائے تب اعلیٰ حضرت کا وہ اعتراض اس طرح قائم ہوتا ہے کہ جب تک خون پیپ وغیرہ جسم کے اندر اپنے مورد پر رہے تب تک پاک ہے۔ جب اپنے مقام اور مورد سے ہٹ جائے تو پلید ہے امام اعلیٰ حضرت کا اعتراض یہ ہے کہ جب رحم کی رطوبت بچے سخلہ اور انڈے کے ساتھ لگ کر باہر نکل آئی تو وہ اپنے مقام سے ہٹ گئی لہٰذا ناپاک ہونی چاہئے جیسے کہ اگر انڈے بچے سے نفاس کا خون لگ کر باہر آ جائے تو پلید ہے اس کا جواب کہ اگر رطوبت رحم کو مثل خون مانا جائے، جواب اس طرح مجھ پر منکشف ہوا کہ بعض فقہاء کرام نے رطوبت رحم کو پاک قرار دیا نہ کہ قطروں کو یا ماء فرج اور آب رحم کو اور رطوبت یا تراوٹ (گیلاہٹ) اپنے مقام سے نہ ہٹی کیونکہ بچے کا جسم، انڈا، سخلہ وغیرہ یہ چیزیں رحم میں ہی پیدا ہوئی ہیں اور تری بھی رحم کی چیز ہے تو رحم کی تری رحم ہی کی چیز کو لگی اب وہ جس چیز کو لگی۔ یا کپڑے سے لگی پس اپنے مقام پر رہنے کی بناء پر رطوبت پاک اور اس پاکیزگی کی حالت میں پانی یا کپڑے سے لگی تو پانی اور کپڑا ابھی پاک۔ اگر بچے یا انڈے سے اتر کر قطرے کی صورت میں وہ رطوبت پانی یا کپڑے سے لگتی تب پانی و

کپڑا ناپاک ہوتا کیونکہ رطوبت اپنے محل سے ہٹ کر پلید ہوگئی۔ کتب فقہاء کرام میں ہماری اس بات کی تائید موجود ہے چنانچہ فتاویٰ غنیۃ میں ہے۔ ترجمہ۔ اور یہ پانی وغیرہ کا ناپاک نہ ہونا اس لئے ہے کہ وہ رطوبت اور تری جو بچے یا انڈے پر ہے وہ ناپاک نہیں، کیونکہ اپنے محل و مقام میں ہے اور جو چیز باہر آ کر اپنی جگہ سے ہٹ کر پلید ہو وہ اپنی جگہ میں رہ کر پاک ہوتی ہے۔ یہاں اس عبارت پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محل رطوبت تو رحم ہے نہ کہ نوزائیدہ بچے کی کھال یا انڈے کا چھلکا۔ اور امام بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس رطوبت کو شہید کے خون پر قیاس فرمایا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ جس طرح شہید کا خون جب تک جسم کے ساتھ ہو پاک ہے جب اس کو علیحدہ کیا اٹھایا تو پلید ہے۔ میں کہتا ہوں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ قیاس دو وجہ سے ٹھیک نہیں کہ عام خون پر قیاس ہوتا۔ ۱ یہ کہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ شہید کا خون اس کی کھال اور اس کے لباس پر خلاف قیاس پاک ہے۔ مگر رطوبت رحم مطابق قیاس پاک ہے۔ خلاف قیاس پر مطابق قیاس کو قیاس کرنا مع الفارق ہے۔ ۲ یہ کہ شہید کا جسم ظاہر محل خون نہیں لیکن انڈے اور بچے کا جسم محل رطوبت ہے کیونکہ بچہ اور انڈا اسی رحم میں بنا بلکہ یہ رطوبت بچے اور انڈے کے اپنے نطفے کی ہے اور محل میں تو یہ رطوبت پاک ہے لہٰذا کھال اور چھلکے پر بوجہ اس کے محل ہونے کے پاک ہی رہی اور محل کے ساتھ ہی پانی میں گئی تو اگرچہ پانی میں گھل مل گئی۔ پانی پاک ہی رہے گا۔ اس وجہ سے پاک چیز کے گھلنے سے پانی پلید نہیں ہو سکتا۔ اس قانون کا ذکر فتاویٰ غنیۃ نے مندرجہ بالا عبارت میں کیا ہے۔ اس رطوبت کو شہید کے خون پر قیاس نہ کیا جانا بلکہ عام خون پر قیاس زیادہ بہتر تھا۔ شہید کا بہتا ہوا خون شہید کی کھال اور اس کے کپڑوں پر آ جانے کے باوجود صرف اس لئے پاک ہے کہ حدیث پاک کے اقتضاء النص سے اس کے پاک ہونے کا ثبوت ملا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۴ پر ہے ترجمہ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آقاء کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کے بارے حکم ارشاد فرمایا کہ ان کے ہتھیار اور وردیاں اُتار لو اور انکے خون اور کپڑوں کے ساتھ ہی ان کو دفن کر

دو، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے حوالے سے۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ شہداء عظام کا خون جسم کی ظاہری کھال اور جسم سے متصل پہنے ہوئے لباس تک بہہ کر آ جائے تو پاک ہی رہے گا، اور وہ جسم و کپڑا بھی پاک رہے گا فرمان نبوی نے ظاہری کھال بلکہ لباس کے کپڑے کو محل خون بنا دیا لیکن چونکہ خلاف قیاس حکم تھا اس لئے اپنے مورد پر ہی رہتے ہوئے پاک رہے گا۔ لیکن اگر خون اس سے آگے بہے گا تو ناپاک ہوگا اور اگر گیلا گیلا خون شہید کے کپڑوں یا جسم سے لگ کر کسی دوسرے کپڑے یا جگہ یا پانی میں بشکل قطرہ گرے یا صرف لگ جائے تو خون شہید پلید ہو کر دوسری چیز کو بھی ناپاک کر دے گا کیونکہ اپنے مورد سے ہٹا ہے۔ صرف اس حدیث مقدسہ کے اقتضاء النص سے استدلال کرتے ہوئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ شہید کا خون اس کے بدن ولباس پر پاک ہے۔ چنانچہ فتاویٰ بحر الرائق جلد اول ص ۲۳۰ پر ہے صرف ترجمہ۔ اور لیکن شہید کا خون پاک ہے جب تک اس پر قائم رہے لیکن جب وہ خون اس سے جدا ہو کر گرے یا لگے تو ناپاک ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ ظہیریہ میں لکھا ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے خون سے لتھڑے شہید کو اٹھا لیا اور نماز پڑھی تو نماز صحیح ہو جائے گی، چونکہ ارشاد نبوی میں صرف شہید کے بدن اور لباس ہی کا تذکرہ ہے اس لئے خون شہید صرف اس حد تک پاک ہوا اگر فرمان نبوت میں یہ واضح ہوتا کہ شہید کا خون پاک ہے تو پھر کسی مورد اور کسی حد بندی یا قید کی ضرورت نہ ہوتی بلکہ ہر جگہ ہر طرف خون پاک ہی ہوتا۔ اس فرمان کے مطابق اب شہید کا ظاہری جسم اور کپڑے اندرونی جسم کے مشابہ اور حکم و درجے میں ہو گئے۔ لہٰذا اس پر رحم کی رطوبت کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہاں تامل نہ فرمایا ورنہ یہ قیاس نہ فرماتے بلکہ رطوبت رحم کو عام خون پر قیاس فرماتے اس لئے کہ عام انسانی اور حلال حیوانی خون اصلاً پلید نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی اول ص ۱۳۰ پر ہے۔ بلکہ جب یہ بہتا ہوا باہر نکل کر اپنے محل اور جگہ سے ہٹ جائے تب پلید ہوگا۔ اسی بناء پر تمام مفسرین۔ سورۃ انعام آیت ۱۴۵ (إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا) ترجمہ۔ مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

خون صرف وہ ناپاک ہے جو بہتا ہوا جسم سے باہر نکلے۔

چنانچہ تفسیر صاوی علی جلالین جلد دوم ص ۷۴ پر ہے صرف ترجمہ۔ صرف بہتا ہوا خون رجس یعنی پلید ہے بخلاف دوسرے خون کے جو اپنے محل میں ہی جم جائے یعنی جسم کے اندر اگرچہ ظاہر نظر آتا ہو۔ اور ایسا ہی لکھا تفسیر نور العرفان ص ۲۳۳ حاشیہ ۲ پر معلوم ہوا کہ جما ہوا خون یعنی تلی کلیجی حلال ہے کیونکہ یہ بہتا ہوا خون نہیں۔ خیال رہے کہ اگر بہتا ہوا خون نکل کر جم جائے وہ حرام ہے۔ کیونکہ وہ بہتا ہوا ہی ہے اگرچہ عارضی طور پر جم گیا۔

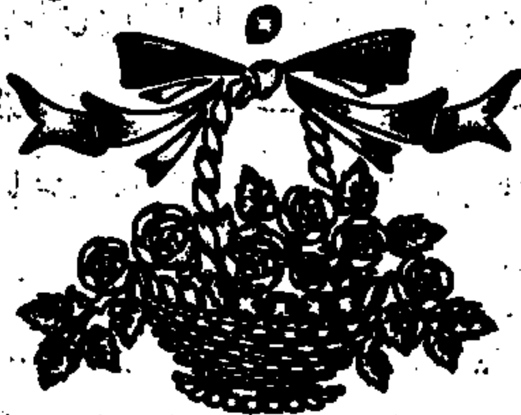
مگر خون شہداء کی حدیں ذرا وسیع کر دی گئی ہیں کہ اس کا محل اس کے کپڑے بھی بن گئے ہیں۔ اور جب کہ خون اپنے محل میں ہو تو پاک ہے اسی طرح رحم کی رطوبت کو اگر خون کی مثل مانا جائے تو وہ بھی اپنے محل میں پاک ہے۔ رطوبت کا محل بچے کی کھال۔ انڈے کا چھلکا، خون شہید کا محل اس کے کپڑے اور عام خون کا محل اندرونی جسم۔ اور جو پلیدی اپنے محل میں جب تک رہے شرعاً پاک ہو گی۔ اس قاعدہ کلیہ کے تحت شہید کا خون آلودہ وسوکھا ہوا کپڑا اگر پانی میں گر جائے اور پانی کی رنگت اس سے سرخ ہو جائے تب بھی پانی پاک رہے گا۔ اس طرح اگر زخم کے اندر خون آیا اور اندر ہی جم گیا۔ اس خون منجمد کی ٹکڑی اٹھا کر کسی نے پاک پانی میں ڈال دی تو پانی ناپاک اور پلید نہ ہو گا لباس شہید سے متعلق اسی قانون شرعیہ کے تحت حضرت حکیم الامت بدایونی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب شان حبیب الرحمن کے ص ۲۱۶ پر تحریر فرمایا کہ شہید کا خون آلودہ کپڑا اگر پانی میں گر جائے تو پانی پلید نہیں ہوتا۔ اور اسی قانون شرعیہ کے تحت فقہاء کرام وضو کے کچھ مسائل بیان فرماتے ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ مراقی الفلاح ص ۱۹ پر ہے صرف ترجمہ۔ دس چیزیں وضو نہیں توڑتی ان میں سے ایک یہ ہے کہ بدن پر خون ظاہر ہو جائے مگر بہے نہیں، بلکہ ایک جگہ قطرہ ٹھہرا رہے اس لئے کہ اپنے محل پر خون پاک ہے نجس نہیں جامد ہو یا پتلا بہنے کے لائق، یہی صحیح مذہب ہے اور چونکہ وہ خون اس جگہ پاک ہے لہٰذا ناقض وضو نہیں اور ان میں سے دوسری یہ ہے کہ کسی وضو

والے انسان کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کٹ کر گرے مگر خون نہ نکلا نہ بہا اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے کہ یہ گوشت پاک ہے اور پاک چیز کا جدا ہونا وضو نہیں توڑتا اور جب یہ جما ہوا خون پاک تسلیم کیا گیا تو اگر یہ اٹھا کر پانی میں ڈال دیا گیا یا کپڑے پر یہ رکھ دیا گیا تو پانی و کپڑا پلید نہ ہوگا۔ اس طرح فتاوی شامی جلد اول ص ۱۳۰ ہے۔ صرف ترجمہ۔ اور اگر بدن پر خون کا قطرہ ظاہر ہوا اس کو چھوڑ دیا پونچھا نہیں وہ قطرہ وہیں کھڑا اور ٹھہرا ہوا جم گیا تو وہ ناپاک نہیں ہے یعنی فقط اور ظاہر ہو جانے کی وجہ اس کو نجاست نہیں بنا سکتی۔ پس ثابت ہوا کہ اپنے محل و مقام پر جما ہوا خون پاک ہے اور جو پاک ہو وہ کسی دوسری چیز کو ناپاک کیسے کر سکتی ہے۔ ایسا جما خون پانی میں پڑ جائے کپڑے سے لگ جائے کوئی پلیدی نہیں لا سکتا۔ ہماری اس مدلل تقریر سے معترض کا اعتراض بھی ختم ہو گیا اور مجدد بریلوی علیہ الرحمۃ کا ذہنی خدشہ بھی ختم ہو گیا۔

یہ سب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی برکت و فیوض اور یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی عطاء کی ہوئی روشنی کی وجہ سے ہے کہ ان کی امید بر آئی کہ رطوبت فرج کو تھوک کے مثل مانو تب بھی اور خون کے مثل مانا جائے تب بھی بچے اور انڈے پر لگی رطوبت طاہر و پاکیزہ ہے۔ کیونکہ بچہ و انڈہ محل رطوبت ہے واللہ اعلم بالصواب۔

حق یہ کہ واصف ہے تیرا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ہے بلبل رنگین رضا یا توطی نغمہ سرا



حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ بطور محسن اہل سنت

اور وہابیوں کے چھ عدد اعتراضات

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ نویسی میں بہت زیادہ محنت و جانفشانی و تحقیق کیا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ پاک و ہند میں بڑے علماء موجود ہونے کے باوجود فتویٰ نویسی میں سند کا درجہ رکھتے تھے، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جتنی محنت و عرق ریزی سے مسائل اسلامیہ و قانون شرعی بیان فرمایا کرتے، اس کی مثال فی زمانہ یا انکے زمانہ میں نہیں ملتی اس بات کا اندازہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات پڑھنے سے ہوتا ہے، انہی میں ایک رَدِّ وہابیت میں چھ عدد اعتراضوں کے مدلل جوابات ہیں۔ مستفتی ابو طاہر محمد مجیب قادری علامہ ہیں استفتاء کی تاریخ ہے۔۹۔۱۱۔۱۹۷۸ء سائل محترم عرض کرتے ہیں کہ حضور والا، ایک وہابی نے ایک کتاب جس کا نام رکھا۔ میں نے بریلویت کیوں چھوڑی، کے متعلق دعویٰ کرتا ہے کہ میری اس کتاب کا جواب کوئی بریلوی عالم نہیں دے سکتا ہے۔ براہ کرم اس کا مدلل جواب دیا جائے۔ اگر سب سوالات کے جوابات نہ دیں کم از کم ان باتوں کا جواب ضرور دیں جو وہابی معترض نے حضرت حکیم الامت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جاء الحق پر اعتراضات کئے ہیں۔ اگرچہ ہم نے وہابیوں کو منہ توڑ جواب دے دیئے ہیں۔ مگر آپ کے قلم سے علمی و تحقیقی رنگ میں جواب کی تشریف آوری ہمارے لئے باعث افتخار و خوشی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ اہل سنت پر قائم رکھے ہمارے لئے آپ کے در کے سوا اور کون سا دروازہ ہے۔ السائل۔

اس تحقیقی فتویٰ کے کچھ اقتباسات درج کئے جاتے ہیں زیادہ تفصیل و تحقیق کے لئے فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم فتویٰ ۳۳ ملاحظہ کریں کیونکہ جو یہاں درج ہوگا اسی دریا کا اک قطرہ

یا بوند ہوگی جو زیادہ غوطہ خور و شناور ہوتا ہے وہ زیادہ موتی نکال لیتا ہے بس اسے یوں سمجھو کہ قطرے کو جو نسبت دریا سے ہے وہی یہاں بیان ہوگی۔ ملاحظہ کریں۔

اعتراض ۱:۔ بریلوی لوگوں نے معاذ اللہ نبی کریم کو شکاری اور دھوکہ باز کہا؟۔

جواب:۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض اتنا کمزور بلکہ متعصبانہ، جاہلانہ اور گستاخانہ ہے کہ دل چاہتا ہے کہ اس کا جواب قطعاً نہ دیا جائے لیکن چونکہ خاموشی سے عوام غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے، لہٰذا کج فہمی کی وضاحت ضروری ہے۔ اس اعتراض میں تعصب تو یہ ہے کہ معترض وہابی صاحب نے جو حوالہ جاء الحق ص ۱۷۵ کا پیش کیا وہاں لفظ دھوکے باز نہیں ہے، یہ لفظ وہابی صاحب نے اپنے پاس سے لگا لیا جو سراسر خیانت ہے اور جاء الحق میں صراحتاً کہیں بھی نہیں لکھا کہ نبی کریم شکاری ہیں، بلکہ تشبیہ ہے اور تشبیہ اصل حقیقت نہیں ہوتی جس طرح دن رات کہا جاتا ہے زید مثل شیر کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں بہت جگہ تشبیہات پیش فرمائی ہیں اور تشبیہ پر اعتراض کرنا یہودی کفار کا طریقہ ہے جیسا کہ پہلا سیپارہ وضاحت فرماتا ہے، وہابی معترض کی گستاخی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح بے باکانہ طریقے سے بلا جھجک دھوکے باز کی نسبت دے رہا ہے، ان ظالموں کی دیدہ دلیری تو دیکھو کہ جس پر اعتراض کر رہا ہے، اسکی کتاب میں اس لفظ کا شائبہ تک نہیں اور یہ خود اپنے پاس سے یہ کفریہ لفظ لکھ رہا ہے تو گویا اس گستاخی کا خود اسی معترض کو شوق ہے اس اعتراض میں جہالت وحماقت یہ ہے کہ شکار کرنا دھوکے بازی نہیں اور شکاری کو دھوکے باز کہنا شرعاً گناہ ہے۔ قرآن مجید کے خلاف ہے اور تمام اہل علم اور اہل لغت اس کی تردید کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ قرآن پاک کی پانچویں صورت مائدہ کی آیت ۲ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ترجمہ:۔ اور جا جیو جب تم احرام سے کھل جاؤ تو شکار کرو۔ اس آیت میں شکار کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ صیغہ امر کا ہے یہ امر اگرچہ استحبابی ہے مگر حکم ہے کس کو؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کو اور تمام مسلمانوں کو تا قیامت یعنی شکار کرنا مستحب ہے جس کا حکم خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شکار کرو۔ اگر معاذ اللہ شکار کرنا دھوکہ بازی

ہے جیسا کہ وہابی معترض نے کہہ دیا۔ تو کیا معاذ اللہ، اللہ کریم نے دھوکے بازی کا حکم دیا اور نبی کریم وصحابہ کو دھوکے بازی کی اجازت مستحب کر دی۔ کیسی کفریہ حماقت ہے، بریلویوں کو برا کہتے ہو، نادانی تو خود آپ کی ثابت ہو گئی اور قرآن پاک کی گستاخی تو آپ نے کر دی۔

خیال رہے کہ شکار کا لغوی ترجمہ ہے کسی کو اپنے ساتھ مائل کرنا۔ چنانچہ مشہور لغت المنجد عربی مصری ص ۴۵۶ پر ہے صَادَ زَیْدًا اَیْ جَعَلَہٗ اَجْیَدًا اَیْ مَائِلَ العُنُقُ۔ ترجمہ: شکار کیا اس نے زید کو یعنی مائل کر لیا اس نے زید کو گردن سے اپنی طرف، تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ کسی کو ایک راہ سے ہٹا کر دوسری راہ پر لانا چار طریقے سے ہوتا ہے۔ ۱ اچھی راہ سے ہٹا کر بری راہ پر لانا۔ اضلال ہے یہ حرام ہے۔ ۲ کسی کو اچھی راہ بتانا ہی نہ بلکہ بری راہ کی ایسی تعریف کرنا کہ چلنے والا اس کو اچھا سمجھے یہ اخداع ہے یہ سخت گناہ ہے بلکہ یہ سخت تر گناہ ہے، بلکہ یہ حرام بھی ہے۔ ۳ کسی کو برے راہ سے ہٹا کر اچھے راہ پر لانا یہ تدبیر ہے یہی ایمان ہے۔ ۴ کسی متلاشی کو اچھے راہ کی خوبیاں سنا کر اچھے راہ پر لے آنا یہ حیلہ ہے اسی کو ہدایت کہتے ہیں۔ بس یہی چار طریقے ہیں کسی کو اچھی بری طرف مائل کرنے کے۔ اضلال، اخداع، تدبیر، حیلہ، اردو میں، انکے ترجمے ہیں۔ ۱ گمراہ کرنا، یہ اضلال نے بتایا۔ ۲ دھوکہ دینا، یہ اخداع نے بتایا۔ ۳ تدبیر کرانا یا کرنا۔ ۴ حیلہ کرنا، شریعت میں پہلے دو کام ناجائز ہیں اور دوسرے دو کام جائز وضروری ہیں، دھوکہ دینا ہر شریعت ہر قانون پر رواج اور ہر معاشرے میں سخت ترین عیب اور گناہ ہے بجز کافر سے بحالت جنگ، اس کے علاوہ کبھی بھی دھوکہ دینا جائز نہیں۔ بدیں وجہ دھوکے باز انسان ہر معاشرے میں برا سمجھا گیا۔ اضلال یعنی گمراہ کرنا اور کسی کو غلط پٹی پڑھانی اور مذہبی لحاظ سے قابل نفرت کام ہے۔ لیکن تدبیر کرنا اور اسی طرح کسی کام کا حیلہ کرنا ہر قانون میں ہر وقت جائز ہے۔ فقہاء کرام ہر بری چیز سے بچنے کیلئے عوام کو چلانے کیلئے بے شمار شرعی حیلے بیان فرماتے ہیں اور اس کا نام رکھا کتاب الحیل یعنی حیلوں کی کتاب، پنجابی مقولہ مشہور ہے

کہ حیلے رزق بہانے موت یعنی رزق حیلوں سے حاصل کیا جاتا ہے اور موت بہانے سے آتی ہے۔ ثابت ہوا کہ حیلہ کرنا بالکل جائز ہے اور حیلہ والا شخص قابل قدر ہو سکتا ہے قابل نفرت نہیں۔ جب یہ سمجھ لیا تو یاد رکھو اہل علم و اہل لغت کے نزدیک شکار کرنا اور شکاری ہونا دھوکے بازی نہیں بلکہ حیلہ کرنا ہے ورنہ شکار تو صحابہ کرام نے بھی کیا ہے۔

اعتراض ۲:۔ معترض کہتا ہے کہ جاء الحق کے ص ۹۱ بحث علم غیب میں لکھا کہ۔

اے کافروں میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں۔ اس عبارت پر وہابی معترض اپنا مطلب نکالتے ہوئے۔ بریلوی لوگوں کو ہدف تنقید بنانے کی غرض سے لکھتا ہے کہ (نبی کریم ﷺ نے اپنے خزانے بچانے کیلئے کفار کے سامنے جھوٹ بولا کہ میرے پاس خزانے نہیں ہیں)۔

جواب:۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معترض وہابی یہ اعتراض اس آیت کی تفسیر پر کر رہا ہے جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ الانعام آیت ۵۱ سے متعلق فرمائی ہے، حالانکہ یہ آیت بھی بالکل اپنی جگہ تفسیری آن بان کے ساتھ نیر تاباں ہے۔ جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی اور حضور نبی کریم ﷺ مختار کل، غیب دان کائنات، حاضر و ناظر بھی بعطاء الٰہی تا قیامت ہیں۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعتراض دوم میں خامیاں ہیں۔

پہلی خامی: یہ کہ اس اعتراض میں ایک خیانت ہے وہ یہ کہ جاء الحق میں کہیں بھی جھوٹ کا ذکر تک نہیں معترض نے خود اپنا مطلب نکالنے کیلئے جھوٹ بولنے کا لفظ بڑھا کر خیانت کی۔

دوسری خامی: یہ کہ معترض نے نہایت ڈھٹائی بے حمیتی سے نبی کریم ﷺ جیسی پاک باز مقدس ہستی کے متعلق خود اپنے الفاظ میں جھوٹ بولنے کی نسبت کر کے بدترین گستاخی کی مگر یہ گستاخی ان سے متعجب نہیں کیونکہ ان کے اکابر نے خدا تعالیٰ کو بھی جھوٹ میں ملوث کر دیا

تیسری خامی: یہ کہ معترض وہابی صاحب اس آیت کی اس تفسیر پر تنقید کرتے ہیں جو قبلہ عالم حکیم الامت نے جاء الحق میں فرمائی ہے، حالانکہ یہ تفسیر بالرائے یا ذاتی نہیں بلکہ حدیث پاک قرآن کریم اور شان نزول و منشاء باری تعالیٰ کے عین مطابق ہے جیسا کہ آیات سے

ثابت ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ تمام مفسرین بھی اسی سے ملتی جلتی تفسیر فرماتے ہیں۔ یہ آیت سورۂ الانعام پارہ ہفتم کی ۵۰ ہے۔ اسی طرح کی آیت سورۂ ہود پارہ بارھواں آیت ۳۱ پر بھی ہے، مگر چند فرق سے ہے ۱۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانے کا حکم دیا گیا، لہذا قل سے شروع فرمایا۔

اس آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کا قول نقل فرمایا گیا۔ ۲۔ یہاں دو جگہ لَكُمْ ہے وہاں ایک جگہ۔ جاء الحق کی مذکورہ تفسیر کا دار و مدار لفظ لَكُمْ پر ہے اور لَا اَقُوْلُ پر لفظ لَكُمْ نے لَا اَقُوْلُ کی حد بندی کر دی اور آیت پاک کو مقید کر دیا اس سے فائدہ یہ ہوا کہ مضمون آیت خبر نہ رہا بلکہ دعویٰ بن گیا اور یہ خطاب سب کو نہ رہا بلکہ کم ضمیر کے مرجع کو خطاب ہوا اور وہ کفار مکہ ہیں کیونکہ یہ آیت مکی ہے آیت اتنی صاف اور واضح طور پر بتا رہی ہے کہ صرف کافروں سے کہا جا رہا ہے۔ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ میں تم کو نہیں بتاتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے اور علم غیب ہے۔

چوتھی خامی: یہ کہ معترض بیچارہ بالکل علم سے خالی ہے۔ اس کو نحو صرف علم اصول و معانی سے کوئی لگاؤ نہیں، یہ جہالت ہی ہے اور اس تفسیر پر معترض ہے جو تمام مفسرین کے فرمودات سے ماخذ ہے۔ چنانچہ تفسیر مدارک جلد دوم ص ۲۱۰ پر ہے۔ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ اَیْ لَا اَدَّعِیْ۔ تفسیر روح المعانی جلد چہارم پارہ ہفتم ص ۱۵۵ پر ہے۔

وَالْمَعْنٰی لَا اَدَّعِیْ اِنَّ هَاتِیْكَ الْخَزَائِنَ مُفَوَّضَةٌ اِلَیَّ۔

ترجمہ:۔ لَا اَقُوْلُ کا مطلب ہے کہ میں دعویٰ نہیں کرتا اس کا کہ میرے پاس اللہ کے مقدورات کے خزائن سپرد کئے ہوئے ہیں۔

اصولی طور پر دعویٰ اور خبر میں بہت فرق ہیں پس حاصل آیت کریمہ کا دعویٰ کی نفی ہے نہ کہ حقیقت کی، یہ مطلب لفظ "لَكُمْ" سے ثابت ہوا یعنی صرف کفار کے سامنے دعویٰ کی نفی فرمائی گئی نہ کہ مسلمانوں کے سامنے، لَكُمْ نے اس خطاب کو مقید کر دیا، اگر یہ جملہ خبریہ ہوتا تو، "لَكُمْ" کی قید نہ ہوتی، کیونکہ خبر عام ہوتی۔ تمام مفسرین کا یہی قول ہے چنانچہ تفسیر

معانی التنزیل خازن جلد دوم ص ۴۱۰ پر ہے۔ قُلْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ یَعْنِی قُلْ یَا محمد لِهٰؤُلَاءِ الْمُشْرِکِیْنَ۔ ترجمہ:۔ اے حبیب کریم ان مشرکوں سے خزانیہ الٰہیہ کی بابت اس طرح گفتگو فرماؤ اور علم غیب کے متعلق بھی ان کو نہ بتاؤ۔ یہ تعلیم اور حکم رب نے سکھایا کیوں سکھایا اس کی بڑی وجہ تو وہی ہے جو حضرت حکیم الامت نے اپنی تفسیر میں جاء الحق کتاب کے صفحات میں بتائی۔ یہی تفسیر قرآن مجید کی دیگر آیات سے مطابقت رکھتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس کی وجہ تواضع انکساری فرمائی۔ یہ بھی ٹھیک ہے چنانچہ تفسیر خازن جلد دوم ص ۴۱۰ پر ہے۔ وَاِنَّمَا نَفٰی عَنْ نَفْسِهٖ الشَّرِیْفَةِ هٰذِهٖ الْاَشْیَاءَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ ترجمہ:۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سے تین چیزوں کی نفی صرف بارگاہ الٰہی میں انکساری کرتے ہوئے فرمائی نہ کہ حقیقتاً، کیونکہ اصلاً آپ کے پاس خزانے بھی ہیں، غیب ذاتی بھی ہے اور ملکی صفات بھی بدرجہ اتم موجود ہیں بلکہ جبرائیل و میکائیل علیہما السلام سے زیادہ صفات ملکیہ نبی کریم کے اندر ہیں، چنانچہ تفسیر روح البیان جلد سوم ص ۳۵ پر ہے۔ فَمَنْ قَالَ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ فَقَدْ اَخْطَاءَ فِیْمَا اَصَابَ وَلَا اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ۔ وَاِنْ کُنْتُ عَبَرْتُ عَنْ مُقَامِ الْمَلَكِ۔ ترجمہ:۔ جو گستاخ یہ کہے کہ بے شک نبی اللہ غیب نہیں جانتے اس نے حقیقت کے خلاف غلط کہا اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان لَا اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ یہ بھی تواضعاً ہے کہ میں فرشتہ نہیں اگرچہ میں قوت میں مقام ملکیت سے بھی عبور کر گیا (معراج کی رات) یہ تھیں مسلمان مفسروں کی تفاسیر، جو سراسر وہابی حضرات کے خلاف ہیں کیونکہ وہابی کہتے ہیں کہ نبی کریم معاذ اللہ نہیں جانتے نہ آپ کے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نبوت کی آیات کثیرہ و احادیث متعددہ سے خالی کور چشمی کر جاتے ہیں۔ وہابی حضرات اس آیت کو جملہ خبریہ بناتے ہیں۔ یہ انکی جہالت ہے کیونکہ اس میں رب تعالیٰ کی بھی گستاخی ہے کہ اس ذات پاک نے یہ کہنے کا حکم دیا اس کو جملہ خبریہ ماننے سے تمام ان آیات کا انکار لازم آئے گا۔

جس میں رب تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب کے ثبوت کا ذکر فرمایا معترض کا اس تفسیر میں جھوٹ کا احتمال پیدا کرنا بھی نادانی ہے کیونکہ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ انشائیہ ہے، یعنی میں نہیں بتاتا تم کو۔ یہاں تم کو بتانے کی نفی ہے۔ لفظ لَکُمْ نے اس کی خبریت کو بطرف انشائیت منتقل کر دیا جس سے یہ جملہ انشائیہ بن گیا قانون شریعت میں انشاء کی دس قسمیں ہیں ۱ امر ۲ نہی ۳ استفہام ۴ تمنی ۵ ترجی ۶ عقود ۷ ندا ۸ عرض ۹ قسم ۱۰ تعجب۔ مرقات منطق ص ۱۰ پر اور تمام کتب نحاۃ میں اسی طرح ہیں۔ بہت موقعوں پر خبر کو انشاء بنانا پڑتا ہے۔ چنانچہ علم وفصاحت کی کتاب مختصر المعانی صفحہ نمبر ۱۰۸ پر ہے۔ صرف ترجمہ، اور اس لئے کہ اکثر جملے خبریے جملے انشائیے بنا دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں لَا اَقُوْلُ لَکُمْ میں بھی۔ جملہ انشائیہ میں منتقل کرنے کے بہت طریقے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ خبریت کو کسی نسبت سے مقید کر دیا تو وہ جملہ انشائیہ بن جاتا ہے جیسے میں نے خریدا میں نے بیچا۔ میں نے نکاح کیا، میں نے طلاق دی، ان تمام جملوں میں ظاہراً خبریت ہے۔ مگر چونکہ خریدنے میں بیچنے والے کی نسبت ہے۔ بیچنے میں گاہک کی نسبت، نکاح میں منکوحہ کی نسبت، طلاق میں مطلقہ بیوی کی نسبت اشد ضروری ہے بدیں وجہ یہ جملہ خبریہ نہیں رہا بلکہ جملہ انشائیہ ہو گیا۔ ان کا نام عقود ہے اسی لئے شرعی قانون ہے کہ اگر طلاق میں نسبت الی الزوجہ نہ ہوگی صرف خبریت ہوگی تو طلاق نہ پڑے گی۔ پس اسی طرح سمجھ لو کہ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ میں لَکُمْ کی قید اضافی نے اس جملے خبریے کو انشائیہ بنا دیا اگر یہاں لَکُمْ نہ ہوتا تو انتقال انشائیت بھی نہ ہوتا اور عام سب کے لئے یہ خبر ہوتی، مگر لَکُمْ نے بتایا کہ یہ بات صرف کافروں سے ہے چنانچہ تمام مفسرین نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ہی تائید فرمائی جس سے وہابی خائب وخاسر ہوئے۔ ۱ تفسیرات احمدیہ جلد دوم ص ۱۰۴ پر ہے۔ تفسیر روح المعانی جلد چہارم ص ۱۵۵ پر ہے صرف ترجمہ، دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ قل میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اے پیارے محمد بشیر ونذیر رسول ان مشرکوں کافروں سے فرما دو کہ اے وہ کافرو جو مجھ سے راز الٰہیہ پوچھتے ہو میں تم کو نہیں بتاتا کہ میرے پاس غیب اور اللہ کے خزانے ہیں۔ صاف پتہ لگا کہ یہ عبارت جملہ انشائیہ ہے اور پھر یہ تو ہماری زبان میں

بھی بلطور خبر نہیں ہوتا۔ دن رات اس طرح مستعمل ہے۔ جا میں تجھ کو نہیں بتاتا کہ میرے گھر میں دولت ہے۔ یہاں تک تو مفسرین کے اقوال مبارکہ جاء الحق کی تائید میں پیش کئے گئے۔ اس آیت کا شان نزول بھی اسی کی تائید کر رہا ہے، چنانچہ تفسیر خازن جلد دوم ص ۱۴۰ پر ہے۔ صرف ترجمہ، جب کفار مکہ نے آیتوں کا سوال کیا تب یہ آیت اتری۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو ہمارے نفع و نقصان کے زمانہ مستقبل کے سارے اسرار سمجھا دو بتا دو تب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو منع فرمایا کہ ان کو کہہ دو میں تم کو نہیں بتاتا۔ حالانکہ سب خزانے اور علوم غیبیہ آپ کے پاس ہیں اب جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ چونکہ کفار نے اسرار الٰہیہ کے جاننے اور بتانے کی خواہش کی تھی تو رب نے منع فرما دیا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں منع فرمایا اور بتانے سے کیوں روکا اگر یہ حقیقت کی خبر تھی، تو وہ روایات جھوٹی ہوتی ہیں جن میں ارشاد ہے۔ صرف ترجمہ ۱ مجھ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ ۲ مجھ کو جامع کلمات دیئے گئے۔ ۳ ہم اپنے انبیاء کو آفاق کائنات کی نشانیاں دکھائیں گے اور اگر ان احادیث کو سچا مانا جاتا ہے تو مطابقت اسی طرح ہو سکتی ہے جس طرح تمام مفسرین اور حضرت حکیم الامت نے فرمائی کہ احادیث اپنی جگہ بالکل صحیح سچی اور آیت کا حکم بھی درست۔ کیونکہ وہ خبر نہیں بلکہ انشائیہ وہ ہوتا ہے جس میں جھوٹ سچ کا شائبہ نہیں ہوتا نہ ہی تعلق ہوتا ہے۔ کتاب توضیح ص ۴۰۵ پر ہے صرف ترجمہ۔ جملہ یا خبریہ ہوتا ہے اگر سچ جھوٹ کا احتمال رکھے یا جملہ انشائیہ ہوتا ہے اگر اس کو سچ جھوٹ سے تعلق کوئی نہ ہو اپس معترض کا یہ کہنا کہ اگر بقول جاء الحق نبی کریم ﷺ نے غیب اور خزانوں کو کافروں سے چھپایا تو گویا جھوٹ بولا۔ یہ معترض کی جہالت ہے کیونکہ جملے انشائیہ کو جھوٹ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جاء الحق میں حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے کہ کفار سے خزانے چھپائے گئے اور فرمایا کہ اے کافرو تم چور ہو اور چوروں سے خزانے چھپائے جاتے ہیں یہی عبارت ہے جس سے معترض وہابی کو دکھ پہنچا کہ کافروں کو چور کیوں کہہ دیا مگر میں کہتا ہوں کہ جاء الحق کی یہ عبارت بھی غلط نہیں بلکہ اقوال مفسرین۔ شان نزول اور دیگر

آیات و منشاء حکم باری تعالیٰ سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے۔ سورہ حجر آیت ۱۵ صرف ترجمہ: اور ہم نے چھپایا حفاظت کی ان آسمانی اسرار الٰہیہ کو جو برجوں میں ہیں مردود سے مگر وہ شیطان جس نے چوری کی راز و اسرار کو سن کر تو پیچھے لگا اس کے شہاب مبین اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ شہاب ثاقب اور ملائکہ۔ آسمانی رازوں کو مردود شیطانوں سے چھپاتا ہے۔ حفاظت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ۱ بچا کر، ۲ چھپا کر۔ رب تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت فرمائی اس کو فسادیوں سے بچا کر، اسرار کی حفاظت فرمائی چھپا کر۔ شیطان جس طرح ابلیسوں، جنوں میں ہیں اسی طرح انسانوں میں بھی، چنانچہ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۱۲ ترجمہ:۔ اور اسی طرح بنایا ہم نے ہر نبی علیہ السلام کیلئے دشمن انسانوں اور جنوں کے شیطانوں سے۔ تو جس طرح شیطان جن چور ہیں، اسی طرح انسانی شیطان بھی چور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جناتی شیطانوں سے آسمانی اسرار چھپائے، اسی طرح انسانی شیطانوں سے بھی اسرار کائنات چھپائے اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ترجمہ:۔ اے پیارے ان کافر چور شیطانوں سے کہہ دو کہ میں تم کو نہیں بتاتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے اور علم غیب ہے۔ یہ ممنوعہ حکم کیوں تھا صرف اس لئے کہ شیطان چور اسرار کی چوری نہ کر لے۔ آسمان پر شہاب کیوں بنائے گئے تاکہ وہاں کے شیطان بھی اسرار کی چوری نہ کر لیں وہاں فرشتوں سے رکھوالی کرائی گئی اور یہاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے۔ معترض کہتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنا ہے (معاذ اللہ)۔

مگر قرآن و حدیث فرماتے ہیں کہ یہ جملہ انشائیہ ہے۔ جس میں جھوٹ کا تعلق ہی نہیں ہوتا اور معترض کہتا ہے کہ اگر حضور مختار کل غیب دان اور حاضر و ناظر ہیں تو آپ نے کفار سے خزانے کیوں چھپائے، چھپانا تو ڈر سے ہوتا ہے۔ اور ڈرنے والا بزدل ہے۔ حضور مفتی اسلام فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مختار کل عالم الغیب اور شاہد و بصیر ہے اور قوی ہے وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا کی صفت والا ہے تو اس نے آسمانی اسرار شیطانوں سے کیوں چھپائے، جو جواب یہاں ہوگا وہ وہاں ہے۔

اعتراض ۳:۔ معترض کہتا ہے کہ بریلویوں کے امام احمد رضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کو کافر

نہیں کہتے، اسماعیل دہلوی جگہ جگہ لکھتا ہے خدا کے سوا کسی کو نہ مانو، مگر امام احمد رضا خان اسکی تکفیر نہیں کرتے۔

جواب:۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس کے دو جواب دیتے ہیں۔ ۱۔ الزامی ۲۔ تحقیقی۔

الزامی تو یہ ہے کہ آخر تم بھی مسلمان کہلاتے ہو تم بھی تو اسی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے در کے ٹکڑوں سے پلے ہو، نمک خوار ہو، کلمہ انہی سے لیا۔ ایمان۔ قرآن ان ہی سے پایا۔ خدا کا پتہ وہیں سے لگا۔ ع۔ ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے۔ یہ کچھ حق نمک خواری ادا کرو نمک حلال بن جاؤ اور تم ہی ایسے بیہودوں کو کافر کہہ دو؟۔

جواب:۔ تحقیق یہ ہے کہ تم نے تو ان گستاخوں کو دیکھتے بھالتے اسماعیل کو امام مطلق بنا رکھا ہے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے تو کم از کم اس کو برا بے دین اور گمراہ تو سمجھا۔ ہاں کافر نہ کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی کتب و تصانیف سے ثابت ہے کہ آپ جلد بازی نہ کرتے تھے بلا سوچے سمجھے کچھ نہ بولتے تھے۔

بلا تحقیق و تفتیش تسلی و تشفی کے کبھی کسی کے خلاف نہ ہوتے تھے، کبھی بلا وجہ کفر کا فتویٰ نہ لگاتے یہ جلد بازی اور کفر و بدعت و شرک کی تیز رفتار مشین تو سہارن پور کے قریب ہے۔ امام اہل سنت مجدد ملت نے اپنے دور کے صرف تین لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگایا اور وہ بھی اس وقت تک جب اچھی طرح ان سے تحریری و تقریری گفتگو کر لی ان کی گستاخانہ عبارات کے ان ہی کے منہ سے مطلب سن لیے مناظرے کر لئے پورا اتمام حجت کر لیا وہ لوگ لاجواب ہو گئے کوئی پہلو بجز کفر نہ نکل سکا تو یہ یاد دلائی جب توبہ اور رجوع کی طرف بھی نہ آئے تب کفر کا فتویٰ لگایا اور پھر ایسا مضبوط اور صحیح لگایا کہ عرب و عجم نے تسلیم کیا۔ اسماعیل دہلوی کون سا چچا کا بیٹا تھا کہ اس کی رعایت کی جاتی بات صرف یہ تھی کہ فوت ہو گیا تھا۔ اسماعیل دہلوی کا زمانہ پہلے ہی لد چکا تھا، گستاخانہ عبارتیں واقعی دیکھیں اور اب تک دیکھی اور دیکھی جا رہی ہیں۔ مگر کس سے تحقیق کی جائے کون متکلم کا مطلب بتائے کون رجوع کرے کس سے توبہ کرائی جائے

ہر بات میں کئی پہلو نکالے جا سکتے ہیں کفر بہت نازک ہے، اسی امام وقت نے یہ بتایا کہ اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں ایک اسلام کا تو بات کو اسلام کی طرف لاؤ۔ اس احتیاط کے پیش نظر مردہ شخص کو کافر نہ کہا گیا اگر اس وقت اسماعیل دہلوی زندہ ہوتے تو ان سے بھی بات کی جاتی اور کسی نہج پر لا کر شرعی فیصلہ کیا جاتا۔

اعتراض ۲: معترض وہابی کہتا ہے۔ بریلوی عالم اللہ دتہ صاحب لاہوری یہ عبارت عربی اپنی کتاب تنویر الخواطر ص ۴۳ لکھی۔ لا تسقر نطفة فی فرج انثی الا ینظرہ ذالك الرجل ایھا۔ یہ گستاخی ہے اور ص ۴۶ پر لکھا کہ اوپر والے یہ کلمات طیبہ یعنی پاک کلمات ہیں۔

جواب:۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بحیثیت مفتی اسلام ہونے کے کسی کو سخت لفظ نہ کہہ سکتا ہوں نہ کہنا چاہتا ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض دیکھ کر جب علامہ اللہ دتہ صاحب کی کتاب مذکورہ دیکھی جائے تو ہر شخص کہے گا اس اعتراض میں کتنا فریب ہے کتنی مکاری ہے اور دھوکہ بازی۔ علامہ نے ص ۴۳ پر یہ عبارت خود نہیں لکھی بلکہ ایک وہابی مولوی سرفراز گکھڑوی کی کتاب تبرید النواظر ص ۴۴ سے نقل کی ہے اور سرفراز وہابی نے یہ عبارت سنیوں پر اعتراض کرتے ہوئے لکھی ہے، طرفہ تماشہ یہ ہے کہ سرفراز گکھڑوی نے اس عبارت کو لکھتے ہوئے یہ نہ بتایا کہ یہ کس کا قول ہے۔ صرف کتاب غیر معروف بلکہ نام نہاد نجم الرحمٰن کا حوالہ دیا۔ یہ کتاب روئے زمین پر ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئی۔ جس سے ثابت ہوا کہ یہ گستاخانہ اور بے ادبانہ عبارت خود وہابی سرفراز گکھڑوی کی ہے اور اپنے اکابر کی طرح یہ بھی جھوٹی عبارتیں بنانے میں مشاق ہیں۔ علامہ اللہ دتہ صاحب نے ص ۴۶ پر اس عبارت کو کلمات طیبہ نہ کہا کوئی کورچشمی پر اتر آئے تو اسکی مرضی، بلکہ تنویر الخواطر ص ۴۶ پر لکھا ہے اس کے مثل کلمات طیبہ کو اس عبارت سے صرف واقعاتی تشبیہ دی ہے۔ ہمارے کسی بزرگ نے ایسے لفظ ادا نہ کئے نہ ہی اسکی ضرورت۔ لیکن جہاں تک جاننے کا تعلق ہے وہ کوئی عیب نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ یعنی اللہ اس کو جانتا ہے جو مومنوں کے رحم میں ہے۔ باری

اعزاسمہ نے اپنے ولیوں کو اپنی قوت اور اپنے علم کی دلیل بنا کر بھیجا اس لئے ان کو بھی وسیع علم عطا فرمایا اور اسی علم کے ذریعے وہ بھی جان لیتے ہیں کہ رحموں میں کیا ہے دیکھنا اور ہے جاننا اور ہے۔ دیکھنا اتنا کمال نہیں، جتنا بغیر دیکھے جاننا کمال ہے، دیکھنا کیا مشکل ہے یہ تو ڈاکٹر لوگ بھی اپنی سائنسی ایجادات کے ذریعے کر لیتے ہیں۔ ایکسرے کے ذریعے آنتوں کے اندر کی چیز بھی نظر آ جاتی ہے اور بہت سے لوگ اپنی تجرباتی عقل سے حمل کا پتہ لگا لیتے ہیں جو اکثر بالکل درست ہوتا ہے۔ مگر ولی اللہ صفات الٰہیہ سے متصف کئے جانے کی بناء پر اپنے علم سے جانتا ہے کہ رحم مؤنث میں کیا ہے علم کے لئے آنکھ یا آلے کی حاجت نہیں آنکھ بند کر کے بھی علم آ جاتا ہے، لہٰذا اولیاء اللہ کیلئے بنظر کا استعمال کسی نے نہ کیا اور عبارت بناوٹی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت و شکم مادر میں آنے کا پورا علم تھا۔ جناب باری سے علامات کا سوال صرف ایام کے تعین کا پوچھنا تھا۔ نہ کہ حمل کا، پس ثابت ہو گیا کہ معترض کا یہ سوال بھی محض دھوکہ بازی تھی۔

اعتراض ۵:۔ فرقہ بریلوی کے نزدیک شیطان حضور اکرم سے زیادہ جگہ حاضر و ناظر ہے۔ انوار ساطعہ ص ۱۷۷ پر مولوی عبدالسمیع صاحب رام پوری نے لکھا کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک میں پایا جاتا ہے۔

جواب:۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ انوار ساطعہ کی عبارت سے متعلق فرماتے ہیں۔ یہ عبارت شرعاً، عقلاً، نقلاً ہر طرح درست ہے۔ واقعی انبیاء کرام اولیاء عظام ناپاک جگہ پلید مقام

پر نہیں جاتے۔ انوار ساطعہ میں صرف یہ لکھا ہے کہ ہم دعویٰ نہیں کرتے، قدرت حضور[۱] کا انکار نہیں یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ ان مقاموں میں حاضر ہونے کی قدرت و طاقت نہیں، طاقت تو ہر جگہ جانے کی ہے۔ مگر خلاف شان جگہ پر نہیں جاتے۔ دعویٰ حضور کی نفی ہے نہ کہ قدرت حضور کی اور یہ عقیدہ عین حدیث پاک کے مطابق ہے چنانچہ حدیث پاک کی معتبر و مشہور کتاب طحاوی شریف جلد دوم ص ۳۶۳ پر ہے۔ صرف ترجمہ: آقائے کائنات نے فرمایا۔ اے عائشہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔ یہاں بھی دخول کی نفی ہے نہ کہ قدرت کی، آگے چل کر قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ انبیاء اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ حاضری کی طاقت بخشی مگر اپنی شان ارفعیت کی وجہ سے گندی مندی جگہ نہیں جاتے، شیطانوں نے بھی التجاؤں سے یہ طاقت پالی مگر وہ ہر جگہ چلا جاتا ہے اور ہر گندی مندی جگہ موجود ہوتا ہے۔ معترض دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ دیکھو شیطان کو زیادہ مان لیا۔ پوچھو! ان نادانوں سے کہ کیا یہ افضلیت اور شان کی نشانی ہے؟ کیا گندی جگہ جانا

---

[۱] سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۳۹ھ کو سوال ہو کہ کیا یہ عقیدہ قیام کرنا بوقت ذکر ولادت شریف بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے مطلق پایا نہیں جاتا اور نہ روایات جو بعد قرون ثلثہ قائم کی گئی قابل ماننے ہے اور زید کہتا ہے کہ اوس وقت حضور کی تشریف آوری ہوتی ہے اگر یہ صحیح ہے تو کس مقام مجلس میں آپ متجلی ہوتے ہیں اگر حاضر محفل میں آپ رونق افروز ہوتے ہیں تو یہ بھی بے ادبی ہے کہ میلاد خوان منبر پر اور آپ ﷺ فرش زمین پر اور اگر آپ ﷺ منبر پر جلوہ فگن ہوتے ہیں تو یہ بھی بے ادبی ہوگی کہ برابری کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے لہٰذا بہر نوع قیام بدعت سیئہ ہے۔

جواب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ قیام ذکر تشریف آوری کی تعظیم ہے دل میں عظمت ہو تو جانیں کہ تعظیم ذکر شریف مانند ذات اقدس ہے۔ دل کے اندھے اسے بھلا کر اور بے ادب گستاخ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ کیا اوس وقت حضور ﷺ کی پیدائش ہوتی ہے؟ ہم مدعی نہیں کہ ہر مجلس مبارک میں تشریف آوری ضرور ہے ہاں ہوتی ہے اولیاء اکابر نے بارہا مشاہدہ کی ہے جیسا کہ بہجۃ الاسرار امام اوحد ابوالحسن نور الدین لخمی شطنوفی وغیرہا میں مذکور ہے اور اوس پر وہ بیہودہ تحقیق کہ فرش پر تشریف رکھتے ہیں یا منبر پر جہل محض ہے ایسا جاہلانہ سوال اون تمام تشریف آوریوں اور تشریف فرمائی کس طرح ہوتی تھی اور صحیح بخاری شریف کی اوس حدیث کو تو بالکل جھیل کر پھینک دینا کہ حضور اقدس ﷺ کا مسجد کریم میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کیلئے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کر کے نعت اقدس سناتے اس وقت حضور اقدس ﷺ کہاں تشریف رکھتے تھے فرش پر حسان سے نیچے یا منبر پر حسان کے برابر جو وہاں جواب دے دیا اوس سے اعلیٰ یہاں موجود ہے کہ یہ جلوہ فرمائی چشم ظاہر سے غیر مشہود ہے۔ مسائل کلامیہ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۹

اچھی بات ہے؟ کیا زیادہ پھرنا اچھی بات ہے؟

معترض صاحب۔ زیادتی اور ہر اچھی بری جگہ چلا جانا شان وافضلیت نہیں اور نہ ہی اس سے تمہارے شیطان کی عظمت ظاہر ہو۔ انوار ساطعہ نے تو صرف زمینی محفلوں کا ذکر کیا ہے جو قلیل ہیں، مگر عرشی کرسی، روحی، قلمی بہشتی، عالم انوار، عالم اسرار، لاہوت، جبروت، عالم قدس، تجلیات، عالم تقریب، عالم امکان، محافل سماوات اور اسی طرح کی کروڑہا محفلیں اور اربوں مقامات ہیں جہاں انبیاء مرسلین، اولیاء واصلین حاضر وناظر ہیں۔ وہاں تو شیطان کی پھٹک بھی نہیں، اس کو تو محفل ملائکہ تک رسائی وقدرت نہیں۔ شہاب ثاقب کی مار گواہ ہے، تو شیطان کس طرح زیادہ جگہ حاضر وناظر ہوسکتا ہے۔ معترض کے سب اعتراض غلط ثابت ہو گئے اور قبلہ عالم مولانا عبدالسمیع صاحب نے اپنے لفظوں میں کہیں بھی نہ کہا کہ شیطان زیادہ حاضر ہے۔ یہ تو معترض نے اپنے دل سے مطلب نکال لیا، لیکن خود وہابی پیشوا خلیل احمد انبیٹھوی نے تو معاذ اللہ شیطان کا علم نبی کریم رؤف ورحیم سے زیادہ مانا اور اپنی کتاب براہین قاطعہ ص ۵۱ پر لکھتے ہیں کہ شیطان کے علم کیلئے تو نص قطعی آئی۔ نبی پاک کیلئے کون سی نص قطعی آئی۔

ان بیوقوفوں نادانوں کو شیطان کیلئے نص قطعی مل گئی۔ مگر جس کے طفیل قرآن مجید کی کل نصوص قطعیہ نازل ہوئیں، اسکے علم کیلئے کوئی آیت نہ ملی۔ بھلا قرآن کریم میں نبی الانبیاء راحت قلب اصفیا مرسل ہر کل سرا، تدبیر لمیعان بشر ہر انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نبوت میں کوئی نص قطعی نہ ہو، ناممکن ومحال، میں کہتا ہوں کہ ساری آیات ہی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ثابت کر رہی ہیں۔ کیا یہ آیت نظر نہ آئی سورۂ جمعہ پ ۲۸ ترجمہ:۔ وہ اللہ وہ ہے جس نے معبوث فرمایا رسول بے علموں میں جو انہی کی اصل میں سے تلاوت فرماتا رہے گا ان کے سامنے اللہ کی آیات اور پاک فرماتا رہے گا ان کو اور علم پڑھاتا رہے گا ان کو۔ اس آیت نے بتایا کہ نبی کریم کی تمام امت بے علم تھی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو علم دیا تو علم آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد کیا ہے؟ قرآن

مجید فرماتا ہے سورۂ اعراف ع ۱۵۸، صرف ترجمہ۔ اے حبیب فرمادو کہ اے انسانوں بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (تا قیامت) دوسری جگہ خود رب نے فرمایا کہ صرف انسانوں کی طرف ہی نہیں بلکہ فرمایا برکتوں والا ہے وہ رب کائنات جس نے نازل فرمایا فرمان اپنے بندے پر تاکہ ہو جائے وہ تمام کائنات والوں کیلئے نذیر۔ سورۂ فرقان۔ عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں جیسا کہ امام رازی کو تسلیم کرنا پڑا۔ عالمین اس کی جمع کثرت ہے۔ جس میں از فرشی تا عرشی۔ جبرائیل و میکائیل و عزرائیل علیہم السلام جنات و حیوانات فلسفی و منطقی حکماء و فضلاء سائنس دان سب ہی شامل فی الامت ہیں۔ امت مصطفوی کی اس کثرت تعداد کو امین فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ کوئی بھی عالم و معلم ہو مگر احمد مجتبےٰ کے سامنے امین ہیں اس سے بڑی نص قطعی اب کہاں پاؤ گے۔ بلکہ قلیل تفکر سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ شیطان و عزرائیل علیہ السلام کے علم کا نص قطعی میں ذکر آنا بھی شان محبوب پاک صاحب لولاک کا بتاتا ہے، جیسے کوئی کہے کہ یہ پتھر فلاں پہلوان اٹھا سکتا ہے تو جواب دینے والا کہے کہ یہ پتھر تو فلاں کمزور آدمی اور عام آدمی بھی اٹھالیتا ہے ظاہراً پہلوان کے اٹھانے کا ذکر نہ کیا مگر منشاء کلام ظاہر و باہر اور صاف ہے کہ عام آدمی کا ذکر کرنا بھی شان قوت پہلوان بتاتا ہے۔ عقلاً منکرین کو حیرت ہوئی کہ نبی کریم ہر امتی کو زمین کے ہر گوشے میں دیکھ سکتے ہیں اور کیا ہر عاشق کے گھر تشریف لا سکتے ہیں، حاضر و ناظر ہونے کی قوت ہے۔ رب نے فرمایا زمین تو معمولی اور قلیل مقام ہے یہاں تو شیطان جیسا روحانی مریض کمزور مخلوق کو بھی تم کو بھی دیکھتا حاضر و ناظر ہوتا ہے اور حضرت عزرائیل کی قوت بھی سیر کر لیتی ہے۔ پس طرز تعلم سے معلوم ہو گیا کہ شان اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بتاتا ہے۔ اگر کوئی اب خلیل احمد انبیٹھوی پہ معترض ہو کہ يُعَلِّمُ هُمُ کی ضمیر سے صرف صحابہ کرام مراد ہیں تو اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ میں بدرجہ اولیٰ صحابہ مراد ہو سکتے ہیں کہ وہ غائب ہے یہ حاضر کی ضمیر، پھر آج ستانوے سال بعد انوار ساطعہ کتاب پر اعتراض کی سوجھی ۱۳۰۳ھ میں یہ کیوں نہ لکھا کہ بریلویوں نے

شیطان کو زیادہ جگہ حاضر وناظر مان لیا اور آج کے معترض نے انوار ساطعہ کی یہ صحیح عبارت دیکھ کر خود ساختہ مطلب نکال کر بریلویت چھوڑ کر وہابیت میں پناہ لی اس کو براہین قاطعہ کی یہ گستاخیاں اور کفریات کیوں نظر نہ آئے کہ خلیل احمد انبیٹھوی براہین کے ص ۵۱ پر شیطان کا علم صاف صاف لفظوں میں بڑھا رہا ہے اور ص ۲۶ پر دیوبندیوں کو معلم ملکوت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اردو استاد بتا رہا ہے اور جھوٹی شیطانی خواب گھڑ رہا ہے پس اندازہ آپ کے اپنے ہاتھ میں، فیصلہ رب تعالیٰ کے قبضے میں۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

علم اپنے مرشد شیطان کا علم شہ سے بڑھاتے یہ ہیں
اس کی وسعت نص سے مانیں شرک یہاں ٹھہراتے یہ ہیں
دیبن والوں کے ملنے سے اردو شہ کو سکھاتے یہ ہیں

براہین قاطعہ ص ۲۶ پر ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی۔ آپ عربی ہیں۔ فرمایا جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا۔ ہم کو یہ زبان آ گئی۔

سبحان اللہ صاحب علمت علم الاولین والاخرین صاحب وعلمك مالم تكن تعلم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال بعد دیوبندی مُلّوں سے اردو سیکھی جن کی اردو یہ ہے کہ یہ کلام آ گئی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ایسے فضل پر اس کو جماتے
مولیٰ تجھ کو ہٹاتے یہ ہیں
علم غیب ابلیس کو مانیں
شہ کو کہو جل جاتے یہ ہیں

اس کی تکمیل ۵۸ میں حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ گنگوہی صاحب نے بزعم خود مؤلف انوار ساطعہ مرحوم کا یہ زعم تراشا ہے کہ انہوں نے شیطان و ملک الموت میں یہ علم بتا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بربنائے فضلیت شیطان کے برابر ان میں علم غیب ثابت کرے۔ علم غیب کا لفظ مؤلف کے کلام میں نہ تھا اور جو علم مؤلف نے ثابت کیا اسے خود گنگوہی نے شیطان کیلئے مانا اور نصوص سے ثابت مانا اور خود اپنی طرف سے اسے علم غیب کہا اور وہ واقعی ان کے اور سب وہابیہ کے دھرم میں علم غیب ہے بلکہ بہت علم غیب سے کروڑوں درجے زائد کہ انکے یہاں ایک پیڑ کے پتوں کی گنتی جان لینا علم غیب ہے۔ تقویۃ الایمان صفحہ نمبر ۷۷ تا ۷۸ جو اللہ کی شان ہے اور اس میں مخلوق کو دخل نہیں اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ ملا دے گو کیسا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب ہو مثلاً کوئی کہے کہ فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں جواب یہ نہ کہے کہ اللہ رسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر، ایک پیڑ کے پتے جاننے پر خدائی رہ گئی میں کہتا ہوں کہ جب کسی درخت کے پتے جاننا خاص اللہ ہی کی شان ٹھہری جس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں تو اگر کوئی محنت کر کے گن دے تو وہ خدا ہو گیا کیونکہ غیب خاص خدا کی طرف کسی حیلہ سے مخلوق کو راہ ناممکن لیکن اس نے جان لیا تو یہ ضرور اسمعیلی کا خدا ہے۔ ایک ہی (امرود) کے پتے جان لینا کچھ دشوار نہیں اور کیلا ہو یا ڈھاک کے تین پات، جب تو خداؤں کی گنتی ہی نہ رہے گی۔ اصل بات یہ ہے کہ محبوبان خدا خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جلن ہے ان کا نام آیا اور شرک نے منہ پھیلایا اب گنگوہی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر ۶۳ پر صاف لکھا ہے کہ بندہ کے نزدیک سب مسائل ٹھیک ہیں۔

مٹی میں ملنا یوں مٹی سے ملنا ایک ہے چند راتے یہ ہیں
پیٹھ رسول اللہ کو دے کر کیسی اندھی گاتے یہ ہیں
استمداد کریں شیطان سے شرک نبی سے بتاتے یہ ہیں
مجلس مولد شہ ہے خرافات ایسی خرافت لاتے یہ ہیں

جاہلوں میں آنکھ کھلنے کیلئے ایک طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت اپنا کان پکڑ کر اپنا نام لے کر ہمزاد سے کہتے ہیں فلاں وقت میری آنکھ کھل جائے۔ گنگوہی صاحب سے اس کا سوال ہوا کہ یہ شیطان سے مدد مانگنی کیسی ہے اس کا جواب دیتے ہیں حصہ ۲ صفحہ ۱۷۸ اگر ہمزاد سے اس طرح کہنا مفید ہوتا ہے تو شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ اکبر، رسول اللہ ﷺ سے استمداد شرک اور شیطان سے جائز۔ تف تف تف اس بے دینی پر کہ شیطان اور ملک الموت علیہ السلام کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو ثابت کرنا شرک نہیں تو اور کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

نوٹ ضروری

براہین قاطعہ اصل تالیف رشید احمد گنگوہی ہے نہ کہ خلیل انبیٹھوی۔ اس کتاب کو خلیل انبیٹھوی کے نام سے شائع کیا گیا جسکا پول خود ان کے محرر نے کھول دیا۔ فتاوٰی گنگوہی حصہ ۲ ص ۱۲، از محمد یحیٰی حضرت کی کتاب براہین قاطعہ میں یہ بحث مدلل ہے پھر مرثیہ گنگوہی کے آخر میں اسے صراحۃً تالیفات گنگوہی میں گنا گیا ہے۔ حوالہ الاستمداد، اعلیٰ حضرت و حضور مفتی اعظم ہند الشاہ مولانا مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اجیال الارتداد کشف ضلال دیو بند۔

اعتراض ۶: فرقہ بریلویہ کا اعلان ہے نہ ہم سنی ہیں نہ شیعہ اور نہ ہمیں علم ہے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون مقالات مرضیہ ص ۸۲ ملفوظات مہریہ گولڑہ شریف ص ۴۶ ملفوظ۔

جواب:۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معترض حوالے میں مولانا فخر الدین ہمعصر مرزا جان جاناں کا نام اور دو شعر فارسی کے پیش کرتا ہے۔ جس کے ترجمے سے ہی پتہ چل گیا کہ معترض خاصہ جاہل ہے۔ ملفوظات مہریہ کے ملفوظ نمبر ۴۶ کا حوالہ دیتا ہے اور اس پر بڑے غیض سے بریلویوں کے خلاف تبصرہ کرتا ہے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بیہودہ اور طرز جاہلانہ کا تو کچھ جواب نہ دیں گے کہ وہاں خاموشی ہی بہتر ہے۔ البتہ صحیح حقائق سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ ۱۔ وہابی وہ رباعی اس طرح لکھتا ہے۔

نہ سنی ام کہ کند رافضی گلہ احق   نہ رافضی کہ کند سنیم گریبان شق
مرید حضرت عشقم و گرنمی دانم   کدام برسر باطل کدام برسر حق

اور اس کا ترجمہ خود معترض اس طرح کرتا ہے نہ سنی ہوں کہ احق رافضی گلہ کرے اور نہ رافضی ہوں کہ سنی بگریباں ہوں۔ میں تو حضرت عشق کا مرید ہوں اور نہیں جانتا کہ کون حق اور کون باطل پر۔ یہ تھی رباعی جس کی آڑ لے کر معترض نے تمام بریلویوں کو ظالم شکم پرور وغیرہ بدتہذیبی کے الفاظ سے خطاب کیا۔ ۲ اس کے جوابات چند طرح ہیں۔ اولاً یہ کہ معترض نے جانتے بوجھتے رباعی میں اضافت کی رباعی کا پہلا مصرعہ اس طرح ہے۔ نہ سنی ام کہ کند رافضی گلہ احمق۔ ترجمہ ملفوظات مہریہ ص ۵۱ پر اس طرح لکھا ہے۔ نہ میں سنی ہوں کہ احمق رافضی گلہ کرے اور یہ رباعی و ترجمہ ملفوظات مہریہ ص ۵۱ پر بالکل صاف صاف لکھا ہے مگر معترض جان بوجھ کر لفظ احمق کو لفظ احق اسم تفضیل بنا دیتا ہے۔ جس کا ترجمہ زیادہ سچے۔ ۳ معترض نے صرف اپنے اعتراض کو مضبوط بنانے اور بریلویوں کو برا کہنے کیلئے راہ ہموار کرنے کی غرض سے یہ خیانت کی، حالانکہ لفظ احمق بمعنی بیوقوف ہوتا ہے جس کو عربی میں سفیہ کہتے ہیں اس کی جمع ہے سفہا، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کافروں کو ہی سفہا فرمایا۔ تو معترض مذکور، نے اشارۃً بتا دیا کہ یہ کفر میں ہیں۔ لفظ سنی کے ساتھ کوئی غلط لفظ نہ لگایا اور ان کی عزت بحال رکھی۔ آگے فرمایا کہ جب سے وادی عشق و مستی میں قدم رکھا تمام علوم ظاہریہ شرعیہ فراموش ہو چکے ہیں اب نہیں یاد رہا کہ کس کو باطل کہوں، کس کو حق پر کہوں۔ یہ کام متجر مفتی اسلام کا ہے۔ تدبر و تفکر میں اسی کو قدرت و مہارت ہے، اس تشریح کی تائید شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

اگر ہفتاد علم از بر بدانی   چوں آشفتی الف، با تا، ندانی

ترجمہ:۔ اگر تو ستر علم جانتا ہوگا جب عاشق بن جائے تو الف بے تے بھی نہ جان سکے گا۔ مولانا فخر الدین کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اتنے بڑے اہم کام فتویٰ کفر کیلئے غلط جگہ پر آئے ہو، میں ایسا فتویٰ دینے کا پہلے تو اہل تھا اور روافض کے خلاف فتویٰ دیتا رہا۔ مگر اب

مرید عشق ہوں اب کچھ یاد نہیں رہا، لہٰذا اب اہل نہیں رہا۔ ہاں اشارہ کر دیا، اہل ذوق ہو گے تو سمجھ جاؤ گے تو محظوظ ہو گے، بے خبر ہو گے تو حیران ہو گے۔ میری جان تو چھوٹے گی۔ اسی لئے سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھ دیا۔ تحقیقی جواب اس طرح ہے کہ مولانا فخر الدین تاریخی حیثیت سے بالکل غیر معروف شخصیت ہیں نہ یہ سنیت کے امام ہیں نہ معیار۔ مرزا جان جاناں کی تاریخ میں ان کا نام تک نہیں ملتا۔ قابل اعتراض وہ بات ہوتی ہے جو مرکز سے خارج ہو۔ پہلے زمانوں میں مرکز سنیت امام ابو منصور ماتریدی کا آستانہ تھا۔ پھر امام اشعری مرکز سنیت کی حیثیت میں جلوہ گر تھے۔ پھر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت فاضل بریلی پھر حضور سیدی صدر الافاضل مراد آبادی پھر آج کل مرکز اہل سنت حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، کوئی شخص نہیں جانتا کہ مولانا فخر الدین کون بزرگ ہیں۔ معترض نے کہاں سے جانا کہ یہ کون ہیں صرف لوگوں کو فریب دینے کیلئے علاوہ ازیں یہ رباعی ملفوظات مہریہ کے علاوہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کسی کتاب میں دستیاب نہیں، نہ اس ایک تشریح کسی طرح پر پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ لہٰذا غالب گمان ہے کہ یہ بناوٹ اور اختراع ہے اور ملفوظات میں اکثر ایسی بناوٹیں ہو جاتی ہیں بدیں وجہ امر مسلم متفقاً ہے کہ ملفوظات کسی کے بھی ہوں قابل اعتماد نہیں نہ ہی ملفوظات پر حکمی فتویٰ دیا جا سکتا ہے جیسا کہ خود مرتب ہذا ملفوظ نے اسی کتاب کے ص ۲ ملفوظات مہریہ پر اعتراف کر لیا ہے، اور اس ملفوظات کو پڑھ کر تو غالب گمان ہوتا ہے کا ترتیب دینے والا جمع کرنے والا لکھنے والا یعنی سننے والا تفضیلی شیعہ ہے کہ اکثر ملفوظ مائل بہ رفض اور شریعت کے خلاف ہیں۔ یہ تھے کمزور اور متعصبانہ اعتراض جن کو اٹھا کر وہابی مذکور نے اہل سنت بریلوی کو برا بھلا کہنے کی راہ نکالی، انہی بے سوچے سمجھے اعتراضات کی بنا پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ محمد اسلم کوئی وہابی نہیں اور نہ کسی نے بریلویت چھوڑی، صرف دھوکہ بازی کیلئے یہ ہیڈنگ پیش لفظ بنایا، جیسا کہ آج کل سوشل میڈیا پر محمد علی مرزا کذاب انجینئر کہتا ہے کہ میں اکتیس سال بریلوی رہا ہوں دو سال وہابی رہا ہوں، تین

سال دیو بندی رہا ہوں، کیا یہ بھی فتنے بازی کیلئے شوشے رہ گئے ہیں؟ ورنہ کیا وجہ تھی کہ دیو بندیت کے مرکزی حیثیت والے خلیل احمد انبیٹھوی کی وہ مندرجہ بالا گستاخیاں نظر نہ آئیں جو انہوں نے اسی انوار ساطعہ کا جواب دیتے ہوئے (گنگوہی سے لکھوائی ہوئی کتاب) اپنی براہین قاطعہ میں لکھی۔ ان سے نفرت نہ ہوئی، ان کا بڑا مرکزی اشرف علی تھانوی اپنا کلمہ پڑھوائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان عفت میں بے غیرتی کی گستاخی کرے تو معترض وہابی کو گھن نہ آئے اور مرکزی گستاخیوں کی وجہ سے وہابیت نہ چھوڑے اور چھوڑے تو عاشقوں کی محبوبوں کی جماعت کو اور شامل ہو تو بڑے گستاخوں میں، ثابت ہوا کہ یہ سب تعصب ہی تعصب ہے حقیقت کچھ نہیں اور معترض کا یہ کہنا کہ میں نے بریلویت کیوں چھوڑی۔ نرا جھوٹ ہے اس لئے کہ کسی بھی مذہب کے کسی عقیدے کو بنیادی حیثیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ یا تو مرکزی اکابر کے اقوال سے وہ عقیدہ ثابت ہو یا مجموعی طور پر اس کو تسلیم کیا جاتا ہو۔ انفرادی حیثیت کا قول مذہبی اساس میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ معترض ایک عام مولوی صاحب کی خود اپنی غلط فہمی پر مبنی بات کو پکڑ کر کہتا ہے کہ میں نے بریلویت اس مولوی صاحب کی بات کی وجہ سے چھوڑی اور پھر حیرانی کی بات ہے کہ معترض سعیدی صاحب کی اس بات پر بریلویت چھوڑ کر کہاں داخل ہوتا ہے جو فرقہ اب تک علیٰ اعلان کہتا چلا آ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (معاذ اللہ) گویا کہ بے وقوف معترض کے نزدیک یہ کہنا درست ہے کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے لیکن یہ کہنا برا ہے کہ انبیاء جھوٹ بول سکتے ہیں، معترض خدا کی شان گھٹاتا ہے انبیاء کی شان بڑھاتا ہے۔ معاذ اللہ۔ معترض کی انصاف پسندی اور محبت خدا اور رسول کا ثبوت یہ تھا کہ دونوں گروہوں سے بیک دم نفرت کا اظہار کرتا اور دیو بندیوں اور وہابیوں سے زیادہ نفرت کرتا، کیونکہ دیو بندیوں نے رب کریم کو جھوٹ کی تہمت دی اور دیو بندیت کے مرکزی لوگوں نے خدا تعالیٰ کو جھوٹ کا الزام دیا اور مجموعی طور پر سب وہابی دیو

بندی لوگوں نے اس بے دین گمراہی کے عقیدے کو تسلیم کیا اس عقیدے پر بڑے بڑے دیو بندیوں رہنماؤں نے ضخیم کتابیں لکھیں چنانچہ خلیل انبیٹھوی نے اپنی فرضی کتاب براہین قاطعہ میں اور محمود الحسن صاحبان نے اپنی کتاب جہد المقل میں اسی مسئلہ امکان کذب میں صفحات کثیر سیاہ کر ڈالے ہیں یہ خلیل احمد انبیٹھوی اور محمود الحسن صاحبان مذہب دیو بند میں مرکزی لوگوں میں شامل ہیں اور انکی تحریر و تقریر عقائد وہابیت کی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں اور بخلاف اہل سنت و جماعت کہ ان کے کسی بڑے عالم نے یہ گستاخانہ بات نہ کہی۔ جماعت اہل سنت بریلویہ کے مرکزی قائد اعلیٰ حضرت امام رضا خان رحمۃ اللہ علیہ جن کی بات تحریراً تقریراً مسلکاً بنیادی حیثیت رکھتی ہے ان کا بیان فرمودہ صاف صاف عقیدہ ہے کہ نہ خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے نہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام جھوٹ بول سکتے ہیں نہ جملہ ملائکہ ارضی وسماوی۔ ان بزرگوں کی کتب میں صاف صاف لکھا ہے کہ انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور معصوم وہ جو جھوٹ پر قادر ہی نہیں ہوتا۔ جو رب تعالیٰ کو یا انبیاء اللہ کو یا ملائکہ کو جھوٹ پر قادر مانے وہ کفر کی حد تک گمراہ ہے۔ تمام بریلوی مشائخ وعلماء نے اسی عقیدے پر اجماع فرمایا ہے کوئی سنی بریلوی اس کا مخالف نہیں ہاں اب ایک بریلوی عالم غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی کج روی سے یہ تخریب کی کہ مسلک و مرکز سے ہٹ کر گمراہانہ بات لکھ دی۔ سعیدی صاحب نہ مرکزی حیثیت کے مالک ہیں نہ ان کا قول اجماعی درجہ رکھتا ہے یہ فاسد بات ان کی اپنی انفرادی ہے جس سے اہل سنت کو کوئی واسطہ نہیں۔ نہ باقی اہل سنت بریلوی پر اس کا وبال ہے۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس استفتاء کے بعد تحریری طور پر سعیدی صاحب کا سخت محاسبہ کیا اور میرے ساتھ انہوں نے بڑے فاضلانہ انداز میں مناظرہ کیا۔ جس میں انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور سب عقلی ہتھیار ڈال دیئے۔ سعیدی صاحب پر میرا یہ محاسبہ اور محاکمہ اس لئے ہوا کہ دیگر فرقوں اور اہل سنت بریلوی گروہ کے درمیان بنیادی فرق کے علاوہ ایک فرق یہ بھی ہے کہ دوسرے تمام فرقے خاص کر دیو بندی وہابی اپنے مولویوں پیشواؤں کی عزت و عظمت سب سے اونچی

سمجھتے ہیں، اپنوں کی عزت بہر صورت برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عزت رہے نہ رہے کوئی پرواہ نہیں، انبیاء کی توہین ہوتی رہے، نہ ان کا ایمان بگڑے، نہ توحید میں فرق آئے بخلاف اہل سنت و جماعت بریلوی کے کہ ان کے نزدیک بجز عظمت رسول اللہ کے کوئی شی نہیں عزت پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ہر چیز ہیچ ہے جس طرح وہابیوں، دیوبندی پیشواؤں نے گستاخی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جسارتیں کیں اور پھر بھی قوم میں ہیرو بنے پھرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کوئی بریلوی ایسا کرتا تو اپنوں میں ہی خائب و خاسر و ذلیل و رسوا ہوتا۔ قسم بخدا ہم نے اگر اعلیٰ حضرت بریلوی کو اپنا آقا مانا صدر الافاضل کو پیشوا سمجھا۔ حضرت حکیم الامت کو قائد بنایا تو صرف اس لئے کہ انہوں نے عشق رسول اللہ کے درس پڑھائے اور اس دور میں جب کہ یہ حمقاء اپنے تمغوں اور لقبوں کے درپے تھے۔ اپنے کو شیخ الہند، شمس العلماء، صدر العلماء وغیرہ کہلانے کے لالچ و تمنا میں مصروف تھے، اس وقت بھی ہمارے اکابر کا ایک ہی نعرہ تھا۔

میں گدا ہوں اپنے کریم کا ۔ میرا دین پارۂ ناں نہیں

ان اکابر نے خود کو گدا کہا تو رب تعالیٰ نے قوم کا آقا بنا دیا۔ میرا اتنا ہی دعویٰ ہے کہ خادم مصطفیٰ کا ہوں۔ سنی کے سامنے عزت رسول سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اس کے مقابل نہ وہ اپنوں کو کچھ سمجھتا ہے نہ پرایوں کو یہی وجہ ہے کہ مستفتی محترم نے غلام رسول سعیدی صاحب کی ایک ایمان سوز غلطی کی جب نشاندہی کی تو میں نے اس کی پرواہ کئے بغیر کہ اپنے ہیں۔ فوراً محاسبہ اور گرفت کی تا کہ آئندہ نسلیں جب توضیح البیان کی یہ باطل عبارت پڑھیں گی تو اس کی تردید میں میرا یہ فتویٰ بھی ملاحظہ کر کے اہل سنت کی طرف سے غلط فہمی دور کرتے ہوئے اپنے دین کو بچا سکیں گے اور کوئی بھی بریلویت سے بدظن نہ ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سعیدی صاحب کے دل میں یہ حسرت باقی نہ رہے کہ اقتدار احمد نعیمی قادری بدایونی نے میری فلاں بات کا جواب نہیں دیا۔ اس مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں اس مناظرہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم ص ۳۰۲ تا ۳۰۷، اور اس کے علاوہ اس فتویٰ میں چشم کشاہ

حقائق بھی ملاحظہ فرمائیں کہ دیوبندیوں اور وہابیوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا یا انکی حمایت میں، اور چندے جیسے آج ملتے ہیں ویسے ہی اٹھارہ سو ستاون جنگ آزادی تا خروج برطانیہ تک ملتے رہے ان باتوں کا ثبوت بھی انہی کی کتب سے دیا گیا ہے اور انگریز سے محبت اور اپنی اولاد کو انکی حفاظت میں دینا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے۔

اب چلئے اگلی تحقیق نعیمی کی طرف مسئلہ دیت پر دیوبندیوں کے ہم نواء ہمارے علماء کے چند اعتراضات اور انکی وضاحت تا کہ حق آشکار ہو اور پروپیگنڈہ ختم ہو۔ اس مضمون میں پہلے عبارات معترضہ پیش کنندہ لکھی جائیں گئیں، پھر ان پر تبصرہ ہوگا۔

اعتراض:

صحیح یہی بات ہے کہ عورت و مرد کی دیت برابر ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ ۱۷ ۳: ۴، معترض لکھتا ہے کہ یہ نظریہ گمراہی ہے۔ مزید معترض کے الفاظ جو اس نے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے مستعار لیئے وہ بھی ملاحظہ ہو۔ کہتا ہے کہ طاہر قادری نے ۱۹۸۴ء میں اپنا موقف اخبارات میں دیا تھا تو اس پر فتوے لگے۔ مگر مفتی اقتدار نے ۲ جنوری ۱۹۹۶ء کو سائل سے سوال پا کر جو فتویٰ لکھا تھا وہ اخبارات میں نہ چھپا کہ سب کو خبر ہو جاتی خود مجھے اس فتوے کا علم اس فورم پر ہوا ہے، ہمارے علماء کرام نہ اُس کے معتقد نہ اُس کے خلاف مشغول تحقیق کہ اسکی ہر کتاب پر اطلاع تام پاتے اور لکھتے (معترض اگر خلاف تحقیق مشغول نہیں تو کیا یہ طوطا مینا کی کہانی لکھ رہا ہے اور غیر مفید عبارتیں لکھ کر اسکو تحقیق کا نام دے رہا ہے)۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اعلیٰ حضرت نے لکھا ۱۳۰۷ھ تک کہ میں نے سبحن السبوح لکھا خود مجھے ان کے کفروں پر اطلاع نہ تھی۔ ۴۴ امام اعظم کے ہی ایک شاگرد امام اصم اور ایک اور شاگرد امام ابن عطیہ۔ فتاویٰ نعیمیہ ۳۷ ۳: ۴۔ ابن عطیہ غلط لکھتے ہیں اور ابن علیہ ہے۔ اور ابن علیہ ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ۱۵۱ ـ ۲۱۸ تابعی نہیں آگے معترض عربی عبارات نقل کرتا ہے لکھتا ہے کہ جو امام اعظم کی وفات ۱۵۰ھ کے ایک سال بعد پیدا ہوا وہ امام

صاحب کا شاگرد لکھا جا رہا ہے۔ اعلام زرکلی میں انکی پیدائش (۱۵۱ھ) لکھی ہے۔ ابن علیہ (۱۵۱۔ ۲۱۸) ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم الاسدی، ابو اسحاق ابن علیہ، من رجال الحدیث۔ مصری۔ کان جهمیاً یقول بخلق القرآن۔ قال ابن عبد البر: له شذوذ کثیرة مذاهبه عند اهل السنة مهجورة۔ جرت له مع الامام الشافعی مناظرات وله مصنفات فی الفقه شبهیة بالجدل لسان المیزان میں الاصم کے متعلق ہے عبد الرحمن بن کیسان، ابوبکر الاصم، فقیه معتزلی۔ صاحب المقالات فی الاصول ذکره

عبد الجبار الهمدانی فی طبقاتهم وقال کان من افصح الناس و ارعهم و افقهم وله تفسیر عجیب و من تلامذته ابراهیم بن اسماعیل بن علیه۔ الاعلام زرکلی میں ہے (۲۲۵ھ ۸۴۰ء) عبد الرحمن بن کیسان، ابوبکر الاصم، فقیه معتزلی مفسر۔ قال ابن المرتضیٰ: کان من افصح الناس و افقهم و اورعهم، خلا انه کان یخطی علیا علیه السلام فی کثیر من أفعاله و یصوب معاویه فی بعض افعاله وله تفسیر۔ لیجئے استاد شاگرد گمراہ ہیں جہمی معتزلی ہیں کسی کے اساتذہ میں امام ابوحنیفہ کا نام نہیں ملتا۔ حالانکہ وہ ابن علیہ نہ ابن عطیہ۔

جواب:

ا: اس غیر اہم مسئلے پر کیوں اتنا شور مچایا جاتا ہے کیا اس کے علاوہ اور اسلامی بے شمار مسائل پر بھی یوں شور وغل مچایا جاتا ہے، حالانکہ اس کے علاوہ جو اہم مسائل ہیں، انکی جانب توجہ نہیں دی جاتی اور اس غیر اہم مسئلے پر نئے نئے اہل قلم نے اتنا اودھم مچایا کہ جیسے ان کو زندگی میں بس یہی ایک کام ہے اور بقول حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ کہ اگر اس مسئلے میں انکی بات نہ مانی گئی تو قیامت آئیگی۔ ایسے ہی غیر ضروری مسائل کے لئے ہمارے اہل قلم وقت

ضائع کرنے میں لگے رہتے ہیں، بس اخبار رسائل بھرنے خانہ پوری کرنے کیلئے شریعت و مسائل پر الٹے سیدھے قلم آزماتے رہتے ہیں۔ ان حرکات سے چار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ۱۔ قوانین اسلام کی توہین ہوتی ہے ۲۔ یہ کہ ہر جاہل کو اسلامی اصول و فروع کے خلاف زبان درازی کا موقع ملتا ہے ۳۔ اخبارات و رسائل میں اسلام کے مسائل آیات و احادیث چھاپ کر بے ادبی، بے حرمتی کی جاتی ہے۔ اخبار کی مدت ہی کیا ہے، آج مطالعہ ہے تو کل وہی اخبار پیروں میں ہے سڑکوں پر ردی کی ترازو میں، اور کبھی نان پکوڑے والے کی چھابڑی میں ایک صفحہ کے سولہ پیس، مگر ہمارے دانشوروں کو عقل نہیں آتی بعض اخبارات تو اتنے حریص ہیں کہ کائنات کی ہر چیز کو اپنے اخبار میں سمونا چاہتے ہیں ۴۔ اغیار و کفار کی نگاہ میں اسلامی قوانین کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دیت رجال و نساء کی مقدار مشائخ فقہاء احناف میں مختلف فیہ ہے اگرچہ مجتہدین میں اختلاف ثابت و ظاہر نہیں، مگر مشائخ میں اختلاف موجود ہے۔ خیال رہے کہ فقہی اختلاف تین قسم کا ہے پہلا اختلاف مجتہدین کا یہ اصول اور فروع میں ہو سکتا ہے دوسرا اختلاف مشائخ کا یہ صرف فروع میں ہو سکتا ہے۔ تیسرا اختلاف متاخرین کا یہ صرف مُفتًا بہ اور غیر مُفتًا بہ میں ہو سکتا ہے۔ ان تینوں قسموں میں جہاں کہیں اختلاف نہ ہوا اس کو متفق علیہ کہا جاتا ہے۔ اس تقسیم کے اعتبار سے فقہ کے ہزار ہا مسائل مختلف فیہ ہیں اور ہزار ہا مسائل متفق علیہ ہیں۔ عورت اور مرد کی دیت کی مقدار کا مسئلہ مشائخ میں مختلف فیہ ہے۔ چنانچہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد صرف امام محمد رضی اللہ عنہ کے نزدیک عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوتی ہے۔ لیکن امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہی ایک شاگرد امام اصم رضی اللہ عنہ اور ایک اور شاگرد امام ابن عطیہ رضی اللہ عنہ، ان ہر دو اماموں کے نزدیک عورت و مرد بچہ اور بڑا مسلمان اور غیر مسلم مستامن و ذمی کافر کی دیت برابر ہے۔ ہر امام کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں۔ مگر چونکہ امام اصم اور امام ابن عطیہ کے دلائل مضبوط ہیں اس کے بعد دلائل کا ذکر ہے جو مذکور ہیں کہ عورت و مرد کی دیت برابر ہے۔ پھر صفحہ ۳۷۸ پر فرماتے ہیں کہ

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے شرح طواویسی کے حوالے سے وہ دیت کہ جس کو حکومت مقرر کرے (شریعت کی مقرر کردہ دیت سے ہو) تو اس میں عورت و مرد برابر ہیں۔ اس عبارت کے ماتحت آج کوئی دیت شریعت کی مقرر کردہ نہ جاری ہوتی ہے نہ کی جاتی ہے خاص کر ہمارے علاقوں میں کیونکہ شریعت نے سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درہم مقرر فرمائے جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ نے فرمایا اور آج کل نہ اونٹ دستیاب نہ دینار نہ درہم جو بھی دیت ہوگی وہ حکومت وقت کی مقرر کردہ ہوگی۔ لہٰذا برابر ہوگی یہ تھے وہ دلائل جو امام اصم اور امام ابن عطیہ کے مسلک پر ہیں اور قوی ہیں ان کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ دیت کے بارے میں ان دونوں سے امام محمد کا اختلاف ہے آگے امام محمد رضی اللہ عنہ کے دلائل ہیں جن کا ذکر فرمانے کے بعد حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امام رازی علیہ الرحمۃ کا یہاں فرمانا کہ مذہب اکثر الفقہاء یہاں اکثر بمعنی زیادہ نہیں اور وہ اکثریت مراد نہیں کہ لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ کا قانون چڑھایا جائے۔ بلکہ یہاں اکثر بمعنی چند ہے کیونکہ اکثریت دو قسم کی ہے۔ ۱۔ اکثریت حقیقی ۲۔ اکثریت اضافی، اکثریت حقیقی کا معنی مطلقاً زیادتی ہے جیسے کہ دو ایک سے اکثر ہے۔ ہم استعمال کے وقت اردو میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں چند یا کچھ اور اکثریت اضافی کا معنی ہے بہت زیادہ کثیر تعداد، تو تفسیر کبیر کی اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ کچھ فقہاء کا مذہب۔ پھر ص ۳۸۲ پر فرمایا کہ فقہا نے نص اور قاعدہ کلیہ مقرر کر دیا ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں اس کی وجہ سے بھی یہ دلیل انتہائی کمزور ہے کیونکہ دیت کا تعلق روح اور جان سے ہے جبکہ عورت ناقص ہونے کا تعلق جسم سے ہے۔ جسم کی حیثیت کو روح کی حیثیت پر قیاس کرنا انتہائی غلط قیاس ہے۔ عورت صرف عقل۔ اور عبادت کی معافی ملنے میں مرد سے کم ہے یعنی عورت کا حافظہ کمزور ہوتا ہے اس لئے گواہی میں دو عورتوں کو رکھا گیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو یاد کرا سکیں یہ ناقصیت جسم سے متعلق ہے نہ کہ روح سے پھر اس پر دلائل لکھنے کے بعد فرمایا خلاصہ یہ کہ قانون شریعت کے مطابق عورت مرد کی دیت بالکل برابر ہے پہلے زمانوں کے فقہاء اور ہمارے زمانے کے چند مولویوں کا یہ کہہ دینا کہ عورت

کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے قرآن و حدیث کے مطابق فیصلہ نہیں ہے بلکہ غلط ہے۔
اور پھر فی زمانہ بعض احباب اس قدر خودسری اور جذباتی کیفیت میں آجاتے ہیں کہ اپنے ان خودساختہ غلط اور بے دلیل مسلک کو اجماع صحابہ اور اجماع امت کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ پہلے خود مجتہد اعظم بن بیٹھے[1] مجدد مسلک اہل سنت کا منبر سنبھال لیا۔ پھر اپنے چند شاگردوں مریدوں، مولویوں خطیبوں کو جمع کر کے اجماع صحابہ اور اجماع امت کا اشتہار لگا دیا۔ اس کے ایک سطر بعد فرماتے ہیں کہ اگر اتنے بڑے مسلک و موقف کیلئے بیہقی جیسی کتاب کی روایتیں کافی ہوتیں تو محدثین کرام اس کتاب کو صحاح ستہ میں شامل کر لیتے۔ اس کی کمزوری کی بناء پر اس کی روایات کو دسویں درجہ پر نہ رکھتے اگر نصف دیت پر اجماع صحابہ ہے یا اجماع امت تو با حوالہ ثابت کیا جائے ان چند کہنے والوں کو اجماع کی تعریف نہیں آتی۔ فقہ کی چند کتب میں کسی ایک شخص کے ذاتی اجتہادی مسلک کو نقل در نقل کر دینا تو اجماع امت

---

[1] زوال صفدری کے مجدد کے متعلق ہمارے معترض نے وضاحت مانگی ہے اس کی وضاحت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی جو ازخود حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی، آپ سے حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ زید کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا سخت حرام ہے۔ ایک وقتی فتویٰ تھا، ہمارے زمانے میں اسکی کیفیت بدل گئی ہے اور علت بھی بدل گئی ہے۔ فرمایا جائے کہ زید کا قول درست ہے۔
جواب ۱:۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زید کا قول قطعاً غلط ہے کہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ وقتی تھے۔ ۲ زید کا یہ قول بھی نری غلطی ہے کہ ہمارے زمانے میں ان کی کیفیت بدل گئی ہے، زید کا کونسا زمانہ ہے سب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت مجدد وقت ہیں عندالزید بھی مسلم ہے اور علامہ شاذلی اپنی کتاب سیر السلوک ص ۲۰۸ پر "دہر" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کا زمانہ اس وقت تک رہتا ہے جب تک اس علاقے میں دوسرا نبی تشریف نہ لائے اگرچہ وصال ہو جائے اور مرسل کا زمانہ دوسرے مرسل کے آنے تک ہے، اگرچہ مرسل کا انتقال ہو جائے اسی لیے حضرت مسیح کا زمانہ نبی کریم کی ولادت تک وسیع ہے اور نبی کریم کا زمانہ تا قیامت اور مجدد کا زمانہ دوسرے مجدد تک۔ پس ثابت ہوا کہ اب تک اعلیٰ ہی کا زمانہ ہے، ان حضرات کی وفات سے ان کا زمانہ نہیں بدلتا، چنانچہ علامہ شامی جلد سوم ص ۳۲۷ پر فرماتے۔ صرف ترجمہ:۔ اور بقاء کی وجہ یہ بھی ہے کہ لا رسول بعدنا جس طرح ایک آن رسالت سے خالی نہیں، اسی طرح ایک آن مجدد سے خالی نہیں ہوتی۔ اس سے مزید ثابت ہوا کہ کوئی مجدد مسلک نہیں ہوسکتا، ورنہ مجددیت تقسیم ہو کر سینکڑوں مجدد بنتے جائیں گے۔

نہیں ہوتا۔ (واللہ ورسولہ اعلم فتاویٰ نعیمیہ جلد چہارم ص ۳۸۹۔)

نوٹ ضروری۔ فتاویٰ اور تفسیری حوالے کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت کا فرمان تو ضرور معلوم ہوگا کہ فتاویٰ اور تفسیر میں کیا فرق ہوتا ہے اور درجہ اور عمل کے لحاظ سے تفسیر پر فتویٰ مقدم ہوتا ہے فافہم۔ ۶ ابن علیہ کون ہے اور اس کے بارے میں نقل کردہ عبارات درست بھی ہیں یا صرف یہ بھی جذبات اور عقیدت سے مغلوب ہو کر لکھ دیا گیا ہے آیئے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل:

۷ تفسیر کبیر جلد سوم، سورہ النساء کی آیت نمبر ۹۳ میں ص ۲۹۷ پر امام رازی علیہ الرحمۃ کی عبارت میں لفظ قال اَصَمُّ وَاِبْنُ عَطِیَّۃَ الخ میں صاف لفظ امام ابن عطیہ موجود ہونا اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ معترض براہ چالاکی ابن عطیہ کو ابن علیہ بنا رہا ہے اور اختراعی ابن علیہ سے دھوکہ دے رہا ہے۔ جو ہم نقل کریں گے وہ ابن علیہ کوئی اور نہیں بلکہ یہی ہیں جن کو معترض نے معاذ اللہ گمراہ لکھا۔ ملاحظہ ہو، حوالہ محدثین عظام حیات و خدمات از جناب مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی۔ ایم اے ایم ٹی ایچ پی ایچ ڈی، استاذ جامعہ شمس العلوم ضلع مئو یو پی ہندوستان۔ [1]

اصل ابن علیہ

۱۱۰ھ تا ۱۹۳ھ تابعی ہیں ابو بشر اسماعیل بن ابراہیم معروف با بن علیہ کے دادا حضرت امام اسماعیل بن علیہ رضی اللہ عنہ، مقسم خراسان اور زابلستان کے درمیان ایک جنگ میں گرفتار ہوئے اور غلام بنائے گئے۔ ابراہیم بن مقسم، عبدالرحمن بن قطبہ کے آزاد کردہ غلام تھے جو کہ کوفہ میں تجارت کرتے تھے اور اس سلسلہ میں بصرہ آنا جانا ہوتا تھا، جہاں انہوں نے بنو شیبان کی ایک کنیز علیہ بنت حسان سے شادی کی جو علم و فضل کے اعتبار سے بہت ممتاز خاتون تھیں۔ بصرہ کے بڑے بڑے علماء فقہاء کرام ان سے علمی استفادہ کرتے تھے۔

---

[1] طبع اول رضا اکیڈمی ممبئی: ۲۰۰۸،۲۰۰۸ طبع دوم دارالنور داتا دربار لاہور، ۲۰۱۲ء

شادی کے بعد حضرت ابراہیم بن مقسم نے بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جہاں ۱۱۰ھ میں حضرت اسماعیل بن علیہ پیدا ہوئے۔ ماں کی علمی جلالت کے مدنظر آپ ابن علیہ کی کنیت سے مشہور ہوئے، تحصیل علم میں انکا یہ واقعہ بڑا مشہور ہوا کہ انکی والدہ محترمہ نے انہیں بصرہ کے مشہور محدث عبدالوارث جوادی کی خدمت میں پیش کیا اور کہا یہ میرا بیٹا ہے اسے آپ اپنی خدمت میں رکھیں تاکہ آپ جیسا عالم فاضل ہو جائے۔ عبدالوارث نے ہونہار اسماعیل ابن علیہ کو اپنا شاگرد بنا لیا اور اپنے ساتھ علماء محدثین کی مجلسوں میں لے جاتے [۱]، اس طرح انہوں نے بصرہ کے ممتاز شیوخ سے علم حاصل کیا۔

حضرت امام اسماعیل ابن علیہ کے اساتذہ کرام

[۱] حضرت امام عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج رضی اللہ عنہ ان امام جلیل القدر کے بارے امام علی بن مدینی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن جریج سے بڑھ کر عطا کے علم کا جاننے والا روئے زمین میں کوئی نہیں (ایضاً) امام عطاء بن ابی رباح۔

[۲] عالم یمن حضرت معمر بن راشد رضی اللہ عنہ [۲] کہ تم لوگ اس مرد یعنی معمر کے فیض علم سے مستفید ہو، کیونکہ اس زمانے میں ان سے بڑا عالم کوئی نہیں رہا [۳] امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ تم جس کے ساتھ بھی معمر کا مقابلہ کرو گے معمر کو اس سے برتر ہی پاؤ گے۔

[۳] شیخ الاسلام امام شعبہ بن حجاج بن ورد واسطی رضی اللہ عنہ ان امام جلیل القدر کے بارے امام صالح بن محمد کا بیان ہے کہ راویوں پر سب سے پہلے تنقید امام نے شروع کی پھر امام یحییٰ قطان ان کے بعد امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے [۴]۔

---

[۱] سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ابن علیہ مردے از محدثین است۔ فتاویٰ رضویہ قدیم، ج:۵، ص:۱۱۱، کتاب النکاح

[۲] تہذیب ج ۶ ص ۳۵۸ ص ۹۵ھ تا ۱۵۴ھ

[۳] ایضاً

[۴] تہذیب الاسماء

اور وہ اپنے استاذ عبدالوارث پر فوقیت لے گئے۔ ابراہیم حربی بیان کرتے ہیں، ابن علیہ بڑے ہوئے تو اس میں اہل بصرہ کو شک نہیں تھا کہ وہ عبدالوارث سے زیادہ ثبت اور ثقہ فی الحدیث ہیں۔ (ایضاً) ابن علیہ نے جن با کمال ہستیوں سے فیض پایا اُن کے اسماء گرامی یہ ہیں ۱؎ حضرت عبدالعزیز بن صہیب سلیمان تیمی، حمید الطویل، عاصم الاحول، ایوب، ابن عون، ابوریحانہ، جریری، ابن ابی نجیح، معمر، عوف اعرابی، ابوتیاح، یونس بن عبید، (تہذیب ج ۱ ص ۲۴۱) علم وفضل کے میدان سے حضرت اسماعیل بن علیہ نے اپنے دامن میں جواہر پاروں کو اس طرح چن لیا تھا کہ وہ اپنے عہد کے نامور عالم بن گئے تھے۔ ان کا خاص میدان علم حدیث تھا وہ قوت حفظ وضبط کے مالک تھے اور ان کو ساری حدیثیں اس طرح مستحضر رہتیں کہ کبھی نقل وروایت میں تسامح نہ ہوتا۔ وھیب کا بیان ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم کا حفظ اور عبدالوہاب کی کتاب دونوں برابر ہیں۔ زیاد بن ایوب کہتے ہیں۔ مارأیت لابن علیۃ کتابا قط، میں نے کبھی ابن علیہ کے پاس کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ تذکرہ ج ۱ ص ۲۹۶ ابوداؤد کہتے ہیں، ما احد الا وقد اخطا الا ابن علیۃ وبشر بن مفضل" کوئی ایسا شخص نہیں جس نے حدیث میں خطا نہ کی ہو مگر اسماعیل بن علیہ اور بشر بن مفضل (ایضاً) تحصیل علم کے زمانہ میں ہی ان کے معاصرین ان سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ حاتم بن وردان کا بیان ہے کہ یحییٰ، اسماعیل ابن علیہ وہیب اور عبدالوہاب یہ چاروں ایک ساتھ حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کی مجلس درس میں شریک ہوتے تھے درس سے فارغ ہو کر جب یہ اٹھتے تو سب اسماعیل بن علیہ کے گرد جمع ہو جاتے، اور ان سے شیخ کی روایتوں کے بارے میں ان سے سوال کرتے کہ یہ روایت کس طرح کی ہے؟ اس بارے میں کیا کہا اور اس سے شیخ کی کیا مراد تھی اسماعیل بن علیہ ان سب کا جواب دیتے تھے (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۳۲)۔ علاوہ ازیں علماء ومحدثین نے ابن علیہ کے فضل وکمال اور ان کی محدثانہ عظمت کا اعتراف اس طرح کیا ہے ۱؎ ابن مہدی، ابن علیۃ اثبت من ھشیم، ابن علیہ ھشیم سے زیادہ پختہ کار ہیں۔ ۲؎ یونس بن بکر، ابن علیۃ سید المحدثین۔ ابن علیہ محدثین کے سردار ہیں ۳؎ زقطان ابن علیہ اثبت من وھیب، ابن علیہ وہیب سے زیادہ پختہ کار ہیں ۴؎ احمد بن حنبل، الیہ المنتہیٰ فی التثبت بالبصرۃ فاتنی مالک فاخلف اللہ علی سفیان وفاتنی حماد بن زید فاخلف اللہ

علی اسماعیل ابن علیہ ابن علیہ بصرہ کے اندر تثبت میں ممتاز تھے مالک نے وفات پائی تو اللہ تعالیٰ نے ابن علیہ کو میرے لئے ان کا قائم مقام بنایا۔ (ایضاً) ۵ غندر نشأت فی الحدیث یوم نشأت ولیس احد یقدم علی اسماعیل بن علیۃ، میں نے علم حدیث کی فضا میں نشوونما پائی اور اس علم میں کوئی شخص ایسا نہ پایا تھا جسے ابن علیہ پر فضیلت حاصل ہو (ایضاً) ۶ یحییٰ بن معین، کان ثقۃ ماموناً صدوقاً مسلماً ورعاً تقیاً'' ابن علیہ ثقہ مامون (محفوظ) صدوق، کامل، پرہیزگار اور متقی تھے (ایضاً) ۷ قتیبہ، لوگ کہتے تھے محدث چار ہیں ۱ اسماعیل بن علیہ، عبدالوارث، یزید بن زریع، وہیب، ایضاً ۸ ہشیم کہتے ہیں ایک بار بصرہ کے محدثین جمع ہوئے تو ان سے کوفہ کے محدثین نے کہا نحوا عنا اسماعیل وھاتوا من شئتم۔ تم لوگ اسماعیل بن علیہ کے علاوہ جسے چاہو سامنے لاؤ ہم کو علم و فضل میں اُن سے کم نہ پاؤ گے (ایضاً) ۹ ابن سعد کان ثقۃ ثبتاً فی الحدیث حجۃ'' وہ حدیث میں معتبر، ثابت اور حجت تھے (ایضاً) ۱۰ یعقوب بن شیبہ، اسماعیل ثبت جداً'' اسماعیل بہت پختہ کار ہیں (ایضاً) ۱۱ عثمان بن ابی شیبہ'' ابن علیۃ اثبت من الحمادین والاقدم علیہ احداً من البصرین لایحییٰ ولا ابن مہدی ولا بشر بن مفضل'' ابن علیہ حماد بن زید اور سلمہ سے پختہ کار تھے میں بصری محدثین میں کسی کو ان پر مقدم نہیں کرتا نہ یحییٰ نہ ابن مہدی اور نہ بشر بن مفضل کو ۱۲ یزید بن ہارون'' دخلت البصرۃ وما بہا خلق یفضل علی ابن علیۃ فی الحدیث'' میں بصرہ میں آیا وہاں فن حدیث میں ابن علیہ سے بڑھ کر کوئی آدمی نہ تھا۔ حوالہ تذکرہ ج ۱ ص ۲۹۶ ابن علیہ کی عظمت فی الحدیث کا یہ عالم تھا کہ کبار محدثین بھی ان کی مخالفت سے ڈرتے تھے۔ عفان کہتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حماد بن سلمہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے کوئی حدیث پڑھی اور اس میں ان سے ایک غلطی ہو گئی کسی نے ان سے کہا کہ اس حدیث میں آپ کی مخالفت کی گئی ہے۔ دریافت کیا کس نے مخالفت کی ہے؟ جواب دیا، حماد بن زید نے۔ حماد بن سلمہ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی توجہ نہ کی پھر کسی نے کہا ابن علیہ بھی اس میں آپ کے مخالف ہیں یہ سنتے ہی حماد بن سلمہ کھڑے ہوئے اور گھر تشریف لے گئے پھر باہر آ کر فرمایا اس حدیث میں ابن علیہ ہی کا قول معتبر ہے۔ (تہذیب ج ۱ ص ۲۴۳)

امام اسماعیل ابن علیہ کے تلامذہ

۱۔ حضرت امام شعبہ رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت ابن صریح رضی اللہ عنہ (یہ دونوں بزرگ ان شیوخ میں سے بھی تھے)

۳۔ حضرت امام بقیہ رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت امام حماد بن زید رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت امام ابراہیم بن طہمان رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت امام ابن وہب رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت امام یحییٰ رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت امام اسحاق رضی اللہ عنہ

۱۱۔ حضرت امام فلاس رضی اللہ عنہ

۱۲۔ حضرت امام ابو معمر ہذلی رضی اللہ عنہ

۱۳۔ حضرت امام ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ

۱۴۔ حضرت امام علی بن حجر رضی اللہ عنہ

۱۵۔ حضرت امام ابن نمیر رضی اللہ عنہ

۱۶۔ حضرت امام ابو عمران رضی اللہ عنہ

۱۷۔ حضرت امام موسیٰ بن سہیل رضی اللہ عنہ

۱۸۔ حضرت امام عبدالرحمٰن بن مہدی رضی اللہ عنہ

۱۹۔ حضرت امام علی مدینی رضی اللہ عنہ

۲۰۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

۲۱ ۔ حضرت امام ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ

مزید تسلی کیلئے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک تجارت کیا کرتے تھے مگر ان کا مقصد ذاتی منفعت نہ ہوتا تھا بلکہ وہ منافع سے علماء کی خدمت کیا کرتے تھے چنانچہ وہ خود کہتے ہیں "اگر سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، فضیل بن سماک اور ابن علیہ، یہ حضرات نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا۔ تہذیب ج ۱ ص ۲۴۳، وفات شریف ذی ۱۹۳ھ میں ہوئی۔ اب واضح ہوا کہ اصل ابن علیہ کون ہیں تابعی ثابت ہوئے کہ نہیں؟ اور جو معترض نے براہ تعصب دینی ابن علیہ کا نقشہ جمانا چاہا اسکا رد بھی ہو گیا۔ اب چلئے معترض کے دوسرے سوال کی طرف تاکہ حق واضح ہو۔

۱ معترض لکھتا ہے۔ حضرت حکیم الامت قبلہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ کا کلام ذو احتمال ہے جو ہمیں مفید ہے، صریح نہیں کہ تمہیں مفید ہو اب معترض کا جہالت سے بھرا ہوا تبصرہ ملاحظہ ہو۔ کہتا ہے تفسیر نعیمی میں مرد عورت کی دیت یکساں ہے" کہتا ہے مفتی احمد یار صاحب کی تفسیر نعیمی کے کلام میں (یکساں) کا لفظ ہے جو کبھی مشابہ کے معنی اور کبھی برابر کے معنی میں ہوتا ہے۔ احتمال کے بعد تمہارا استدلال قطعی نہ رہا۔ ۲ برسبیل تنزل یکساں بمعنی برابر ہو تو بھی ذو احتمال ہیں لزوم دیت میں یا مقدار دیت میں۔

جواب معترض یہاں تعصب کے مارے اپنا رد خود اپنے ہی کلام میں کر گیا اور سہارا لیا اس قاعدہ کا کہ جہاں احتمال آجائے وہاں استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ ۱ فیروز اللغات طبع شدہ ۱۹۷۶ء ص ۷۲۷ پر یکساں بمعنی ایک سا۔ ہموار۔ برابر۔ چورس۔ اب لفظ یکساں میں احتمال تو تب پیدا ہوتا ہے جبکہ اس کے صریح معنی نہ ہوتے ہوں اور برمحل نہ آتے ہوں، مگر

---

۱ مناقب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ علامہ حافظ الدین محمد المعروف بالکردری، المتوفی سنہ ۸۲ھ مطبوعہ بیروت، لبنان اور حضرت امام یحییٰ ابن آدم نے ان شیوخ سے علم حاصل کیا، جن میں سے ۱۷۳ سے انہوں نے کتاب الخراج اور ۱۷ سے باقی کتابوں کی روایت لی۔ جن میں اسماعیل بن علیہ بن ابراہیم بن معتمر سب سے زیادہ ملی۔

حوالہ تذکرہ، جلد ۱، ص: ۱۸۳

صریح کے ہوتے ہوئے محتمل ومجمل کے پیچھے دوڑنا کونسا عقلاء کا کام ہے، صرف تعصب و حسد میں یہ سب احتمال سوجھتے ہیں۔ کیونکہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے قبلہ حکیم الامت کے کلام سے استدلال تو فرمایا نہیں زبردستی سر تھوپ دینے سے تو دال نہیں گلتی۔ ثبوت دو؟ حوالہ دو؟ کہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی مذکورہ بالا عبارت سے استدلال کیا۔ اپنی طرف سے ملاوٹ کر دینے سے کوئی اعتراض مضبوط نہیں ہوتا۔ باقی گزارش ہے کہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے صرف تحقیق پیش فرمائی ہے۔ اور اس کی مخالفت وتوڑ کی دعوت با دلائل دی ہے نہ کہ براہ تعصب کیچڑ اچھالنے کی۔ اب اجماع کی عبارات پر تبصرہ ملاحظہ ہو۔ ۱ جو اجماع کی عبارات پیش کیں ان میں نو عدد مجمل اور ایک ان سب کی تفسیر، ملاحظہ ہو یہ آخری عبارت ۱۰ اجمعوا علی ان دیۃ المراۃ الحرۃ المسلمۃ الخ یعنی علماء کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔ با حوالہ امام شعرانی، المیزان الکبریٰ میں لکھا ہے۔ ذرا حوالہ لکھنے کا انداز تو دیکھیں نہ جلد نمبر نہ صفحہ نمبر، اور دعویٰ اجماع کی عبارات کا واہ! اور اس پر تبصرہ عبارت یہ جڑی کہ (جیسے نور العرفان میں مفتی صاحب نے لکھا'' نیک اعمال یکساں ہوتے ہیں مگر ثواب میں فرق، سبحان اللہ کہاں مسئلہ دیت اور کہاں اعمال وثواب کے فضائل یہ کیسی دلیل ہے جو ذرا بھی اس مسئلہ سے مس نہیں کھاتی، یہ ایسے ہی جیسے آپ نے سورۃ النساء کے حاشیہ کی آخری لائن تھی اور حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ اس لائن کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خون بہاء کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ اگر کوئی مفسر اپنی آخری عبارت کو ختم ان الفاظ پر کرے تو اسکو فقہاء کا ہمنوا بنا لینا وہ بھی اپنے مطلب کیلئے یہی تو علمی خیانت ہوتی ہے۔ ۲ آیت وحدیث کے مقابل تفسیر اقوال نقل کر دینا، کیا اجماع امت ہوتا ہے؟ حالانکہ معلوم ہے تفسیری اقوال میں کئی طرح کے اقوال ہوتے ہیں، کیا یہاں پر یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ آپ نے جو عبارات میں تفسیری وفقہی اقوال ذکر کیے ان میں اکثر عند الفقہاء اقوال اصح کے درجہ تک نہ پہنچتے ہوں۔ جیسا کہ حضرت امام ابن علیہ کی دلیل تفسیر آیت دیت والی تفسیر کو مفتی اقتدار احمد خان نعیمی

رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بالرائے کا نام دیا ہے، کیا یہ علمی دیانت کا جنازہ نکالنے کے مترادف نہیں؟ ۳ ۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اتباع سواد اعظم کا حکم اور من شذ شذ فی النار کی وعید صرف درباره عقائد ہے۔ مسائل فرعیہ فقیہ کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔ صحابہ کرام سے ائمہ اربعہ تک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کوئی مجتہد ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال خلاف جمہور نہ ہوں، مثلاً ۱ حضرت سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مطلقاً جمع زر کو حرام ٹھہرانا۔ ۲ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نوم کو اصلاً حدث نہ جاننا۔ ۳ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مسئلہ ربا۔ ۴ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسئلہ مدت رضاع۔ ۵ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مسئلہ متروک التسمیہ عمداً ۶ امام مالک حنبل رضی اللہ عنہ کا مسئلہ نقض وضو بلحم جزور وغیرہ ذلک۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد نمبر ۷ ص ۲۸۱۔ ۴ حنفی فقہ میں حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کا قول ہی اصول مذہب میں اور اجماع میں راجح ہوتا ہے اور نص قرآنی کے خلاف اجتہاد حرام ہے فتاویٰ رضویہ نمبر ۷ ص ۵۰۹ قدیم۔ ۵۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں جتنی بھی فرضی واجبی عبادات کا ذکر فرمایا ہے وہ سب مذکر کے صیغوں سے ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن ان تمام عبادات و احکام میں مرد عورت برابر کے شریک ہیں مثلاً اقیمو الصلوٰۃ واتوالزکوٰۃ ۔ کتب علیك الصیام وغیرہ ان تمام آیات میں جمع مذکر کے صیغوں کو ہی ارشاد فرمایا گیا۔ لیکن اس کے باوجود ان تمام میں مردوں کے ساتھ عورتیں ہر جگہ شامل بھی ہیں اور برابر کی حصہ دار بھی ہیں۔ مثلاً انہی آیات سے جتنی نمازیں مرد پر فرض اتنی عورتوں پر فرض۔ یہی حال زکوٰۃ اور روزہ کا ہے اور جس طرح یا ایہا الذین آمنوا مردسے۔ مراد ہیں اسی طرح عورتیں بھی مراد ہیں کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ عورت پر مرد سے آدھی نمازیں آدھے روزے، آدھی زکوٰۃ فرض ہے۔ تو پھر دیت بھی تو اسی قسم کی آیت سے ثابت ہے یہاں اپنی ذہنی اختراع سے نصف ۲ کیوں بنا دیا۔ اگر دیت آدھی ہے تو پھر روزہ، نماز، زکوٰۃ بھی آدھی ہونی چاہیے؟۔ ص ۲۷۴ فتاویٰ نعیمیہ جلد ۳۔ ۶ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہرۂ آفاق فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ۹ پر اس طرح کے مسئلے اور غیر اہم

سوال کے متعلق سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول مبارک پیش کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود علیہ الرضوان فرماتے ہیں کہ من افتی فی کل ما استفتی فھو مجنون۔ اور نہ ہی ہر فتویٰ کا جواب دینا شرعاً لازم ہے۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے اتنے پر ہی بس کرتے ہیں ورنہ دلائل اور بھی ہیں، جو جواب الجواب کی صورت ذکر کیے جائیں گے۔ آیئے قارئین کرام! دوبارہ تضادات و کذب بیانیاں میں خواجہ حسن نظامی کے تضاد کا جواب ذکر کر کے اس باب کو ختم کرتے ہیں تا کہ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مبارکہ مکمل تحریر ہو سکیں۔

شیعت ورافضیت اور گئو رکھشا تحریک اور خواجہ حسن نظامی دہلوی

معترض عظمت شاہ گیلانی لکھتا ہے۔ مصنف مذکور نے ایک ہی لفظ کی رٹ لگا رکھی ہے کہ جس کسی نے بھی اہل بیت پاک کے بارے میں اچھی بات کہی وہ رافضی شیعہ ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین درگاہ خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ حسن نظامی دہلوی غالی تبرائی رافضی شیعہ ہے۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد ۵ ص ۱۷، حالانکہ خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی بزرگ اور حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ مہر منیر باب پنجم۔

جواب

معترض نے براہ چالاکی اور مکاری۔ ۱ خواجہ حسن نظامی کی تعریفوں سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں جو ابھی سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر ھبا منثوراً ہو جائیں گے۔ ۲ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ حسن نظامی کی دو کتابوں سے متعلق سوال ہوا۔ کتابوں کے نام ۱ محرم نامہ اور ۲ یزید نامہ۔

مسئلہ:

رام نگر ضلع بنارس مرسلہ امام الدین صاحب ۹ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ گزشتہ محرم خواجہ

حسن نظامی دہلوی نے ایک کتاب لکھی، جس کا نام محرم نامہ رکھا ہے۔ خواجہ صاحب ایک مشہور شخصیت[۱] کے آدمی ہیں، اس لئے انکی اس کتاب کی بڑی اشاعت ہوئی، اسکا ایک نسخہ ناچیز کے ایک دوست نے بھی منگایا، اس محرم نامہ میں خواجہ صاحب نے عام بنو امیہ پر اور حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ پر خصوصاً نہایت سخت وشدید حملے کیے ہیں اور ان کے متعلق ایسی ایسی باتیں لکھی ہیں سنی المذہب محرم نامہ پڑھنے والوں کے خیالات میں نہایت ہلچل پڑگئی ہے۔ لہٰذا محرم نامہ مذکور سے اخذ کر کے کچھ حوالہ قلم کرتا ہوں اور دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں کیسی ہیں تا کہ معلوم کر کے خود کو اور دیگر برادران اہل سنت کو خیالات کی کشمکش سے چھڑاؤں، محرم نامہ میں ہے۔ ۱بغیر سوچنے کے تمکو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت عثمان کی شروع خلافت سے لیکر قتل عثمان جنگ جمل، جنگ صفین، فیصلہ صفین اور آخر تک ہر بڑے چھوٹے فساد کی بنیاد میں عمرو بن العاص کا ہاتھ ضرور تھا۔ ۲حضرت علی کو دھوکہ دیکر خلافت حضرت عثمان کو انہوں نے دلوائی۔ ۳اور پھر سب سے پہلے مخالفت عثمان پر آمادہ ہوئے۔ ۴حضرت عثمان کی بہن کو طلاق دی۔ ۵اور مسجد میں سخت کلامی کا افتتاح بھی انہیں عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے ساتھ کیا۔ ۶یہی عمرو بن العاص تھے جنہوں نے لوگوں کو علانیہ جوش دلا کر حضرت عثمان کے مار ڈالنے پر ترغیب دی۔ ۷اور پھر یہی عمرو بن العاص تھے جو معاویہ کے وزیر بن کر حضرت علی سے خون عثمان کا انتقام لینے آئے۔ ۸فیصلہ خلافت میں ابوموسیٰ اشعری کو دھوکہ دینے والے بھی یہی تھے۔ ۹بنی امیہ اور عمرو بن العاص جیسے چند آدمیوں کی یہ آگ لگائی ہوئی ہے جو آج تک نہیں بجھی۔ مندرجہ باتوں کا تعلق اگرچہ زیادہ تر تاریخ سے ہے لیکن چونکہ اوسکا ایک ایک حرف مذہب پر اثر ڈال رہا ہے اس لئے ناچیز نے دارالافتاء کے دروازے پر ہی دستک دینی مناسب سمجھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق تین باتیں اور پوچھنی ہیں۔ ۱حضرت کا نسب نامہ

---

[۱] مشہور شخصیت سے مراد حضرت محبوب الٰہی دہلوی علیہ الرحمۃ ہیں، اسی ضمن میں انکو حضرت محبوب الٰہی کا بھانجا کہا جاتا تھا، راشد نعیمی

۲۔ آیا آپ کی حضور رسول خدا ﷺ سے کوئی رشتہ داری تھی یا نہیں۔ ۳۔ کس گروہ کو آپ کے صحیح النسب ہونے میں کلام ہے۔ محرم نامہ مذکور کی نسبت یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا اسکا پڑھنا سینوں کیلئے کیسا ہے اور اسکو درست سمجھنا۔ جواب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی ملاحظہ ہو۔ ۱۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ کرام سے ہیں اون کی شان میں گستاخی نہ کرے گا مگر رافضی ۲۔ جس کتاب میں ایسی باتیں ہوں اسکا پڑھنا سننا مسلمان سنیوں پر حرام ہے۔ ۳۔ ایسے مسئلہ میں کتابوں کے حوالے کی کیا حاجت اہل سنت کے مسنون عقائد میں تصریح ہے۔ الصحابۃ کلھم عدول لا نذکرھم الا بخیر۔ صحابہ سب کے سب اہل خیر وعدالت ہیں ہم اون کا ذکر نہ کریں گے مگر بھلائی سے اگر کوئی شخص عقائد اہل سنت کی کتابوں کو نہ مانے تو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو تو مانے گا۔ ۱۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں اسلم الناس وآمن عمرو بن العاص بہت لوگ وہ ہیں کہ اسلام لائے مگر عمرو بن العاص اون میں ہیں جو ایمان لائے، رواہ الترمذی عن عقبۃ ابن عامر رضی اللہ عنہ ۲۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ عمرو بن العاص من صالحی قریش۔ عمرو بن العاص صالحین قریش سے ہیں۔ رواہ الامام احمد فی مسندہ عن سیدنا طلحہ بن عبید اللہ احد العشرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین ۳۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ نعم اھل البیت عبد اللہ و ام عبد اللہ۔ بہت اچھے گھر والے ہیں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ کا باپ اور اسکی ماں، رواہ البغوی وابو یعلیٰ عن طلحہ رضی اللہ عنہ واخرجہ بن سعد فی الطبقات بسند صحیح عن بن ابی ملیکۃ رضی اللہ عنہ وزاد یعنی عبد اللہ بن عمرو بن العاص رسول اللہ ﷺ نے انہیں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذات السلاسل میں اسی الہی فوج کا سردار کیا۔ جس میں صدیق اکبر وفاروق اعظم تھے رضی اللہ عنہم۔ ایک بار اہل مدینہ طیبہ کو کچھ ایسا خوف پیدا ہوا کہ متفرق ہو گئے۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور عمرو بن العاص دونوں صاحب رضی اللہ عنہما تلوار لیکر مسجد شریف میں حاضر رہے۔ حضور اقدس ﷺ نے خطبہ فرمایا اور اس میں ارشاد کیا۔ کیوں نہ

ہوا کہ تم خوف میں اللہ و رسول کی طرف التجا لاتے تم نے ایسا کیوں نہ کیا جیسا ان دونوں ایمان والے مردوں نے کیا۔ منکر اگرچہ احادیث کو بھی نہ مانے۔ تو قرآن عظیم کو تو مانے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے صرف ترجمہ۔ تم میں برابر نہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ وقتال کیا وہ درجے میں ان سے بڑے جنہوں نے بعد میں خرچ وقتال کیا اور دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کرو گے۔ اللہ عزوجل نے صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو قسم فرمایا، ایک مومنین قبل فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ۔ فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ نے ان سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مومنین قبل فتح میں ہیں۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بالتصغیر بن سھم بن عمرو ابن حصیص بن کعب بن لوی القرشی امیر مصر کنی ابا عبداللہ وابا محمد اسلم قبل الفتح فی صفر ۸ھ ثمان وقیل بین الحدیبیۃ وخیبر۔ اور بعد فتح مکہ تو راہ خدا میں جو ان کے جہاد ہیں۔ آسمان وزمین انکے آوازے سے گونج رہے ہیں اور اللہ عزوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مریض القلب معترضین جو ان پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا فلاں نے یہ کام کیا اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا منہ تتمہ آیت سے بند فرما دیا کہ، واللہ بما تعملون خبیر۔ مجھے معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھیے کہ اللہ عزوجل نے جن سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لیے کیا فرماتا ہے صرف ترجمہ۔ بیشک وہ جن کے لیے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اسکی بھنک تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے، وہ قیامت سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کریگی اور ملائکہ انکا استقبال کرینگے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جسکا تم سے وعدہ تھا۔ ان ارشادات عالیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے۔ بفرض غلط، بفرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اس سے ہزار حصے زائد سہی۔ اس سے یہ کہیے۔ کیا تم زیادہ جانو یا اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی۔ بااین ہمہ وہ ان

سے فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں تو اب اعتراض نہ کرے گا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر قریشی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوی رضی اللہ عنہما کی اولاد سے اور انکی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے پھر وہ صدیق و فاروق کو کب چھوڑتے ہیں۔ عمرو بن العاص کی کیا گنتی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ واللہ اعلم۔ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد نہم ص ۷۔ مسائل کلامیہ

اب آیئے یزید نامہ کی طرف سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ موید ملت طہرہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال و جواب یزید نامہ کی من و عن نقل حاضر ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ:

از سیتاپور محلہ تامین گنج مرسلہ حکیم غلام حیدر صاحب ۱۰ شعبان بحـ ۱۳۳۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنی مؤلفہ کتاب یزید نامہ میں اپنے عقائد کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل ترین امت بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھتا ہوں اور دعویٰ کیا ہے کہ یہی عقیدہ حقہ تھا۔ اہل سنت کا جنکی چشم بصیرت بینا نہیں ہے۔ ان سے قطع نظر تمام صوفیہ کرام و اولیاء عظام و بزرگان دین کا یہی عقیدہ و مسلک ہے بحوالہ فتوحات مکیہ حضرت ابن عربی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں بہت کچھ لکھا ہے، کل نقل باعث طوالت ہے آخری فیصلہ یہ لکھا ہے کہ ہم کو انکے کفر و بے دینی کے ثبوت تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیے۔ لہٰذا اس معاملہ کو ہم خدا کے حوالے کرتے ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب طاب ثراہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں اس عقیدہ والے کو فرقہ تفضیلی و بدعتی و مستحق تعزیر قرار دیتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول متعدد طرق سے نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا حضرت علی نے کوئی شخص مجھے حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہ دے ورنہ تہمت و افتراء پردازی کے جرم میں اسی ۸۰ درے لگاؤں گا۔ اس نازک زمانہ میں استفتاء کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ یزید نامہ کو دیکھ کر عقائد سے ناواقف سنی جس میں اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ و

گریجویٹ حضرات بھی ہیں اور عقائد اہل سنت کو اس سے دور کا واسطہ نہیں۔ امید کہ علمائے اہل سنت اس پر کافی توجہ فرما دینگے۔

جواب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

حاشا للہ، یہ ہر گز اہل سنت کا مذہب نہیں روافض کا مذہب ہے، اسے اہل سنت کا مذہب کہنا بعینہ ایسا ہے کہ کوئی کہے رافضیوں کا مذہب تفضیل شیخین ہے یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو رافضی تمام امت سے افضل و اعلیٰ مانتے ہیں جیسا کہ اس کا قائل جھوٹا مفتری ہے۔ یونہی یہ کہنے والا کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ مولا علی کو سب سے افضل جانتا ہے بلا شبہ سخت کذاب جری ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے پہلا شعار اہل سنت کا یہ بتایا ہے۔ اَنْ تفضل الشیخین ۔ یہ کہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو تمام امت سے افضل ماننے۔ یہ عقیدہ حمیدہ خود امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اسی ۸۰ صحابہ و تابعین نے روایت کیا اس میں ہماری حافل کافل کتاب مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین ہے۔

اس میں اس مطلب شریف پر قرآن عظیم و احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و آثار اہل بیت کرام و صحابہ عظام و ارشادات امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہ و نصوص ائمہ و علماء و اولیاء و عرفا قدست اسرارہم سے دریا لہرا رہے ہیں۔ ہر بچہ جانتا ہے کہ اہل سنت کی تمام کتب عقائد میں افضل البشر بعد الانبیا ابو بکر الصدیق ہیں، اگر نہایت صاف دن میں کف دست میدان میں مونھ پر آنکھیں ہوتے ہوئے ٹھیک دوپہر کو انکار آفتاب روا ہے تو اسکا انکار بھی اسی منکر کا سا مجنون کر سکتا ہے یونہی حضرات اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالیٰ اسرارہم کی طرف اس عقیدہ باطلہ کی نسبت کھلا افتراء ہے۔ دلیل یقین من کلمات العارفین میں افضلیت مطلقہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو صرف ارشادات اولیائے کرام سے ثابت کیا ہے اور خود ظاہر کہ جب یہ عقیدہ اہل سنت ہے اور عقیدہ میں اہل سنت کا مخالف مبتدع، اور مبتدع کا ولی ہونا محال تو اسکے خلاف اعتقاد اولیاء کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسی زمرہ میں فتوحات مکیہ پر بھی افتراء جڑی فتوحات کے صریح لفظ یہ ہیں۔ صرف ترجمہ۔ یقین جان کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی ایسا

نہیں جو صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو سوا سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ وہ حضور کے امتی ہیں اور صدیق سے افضل ہیں کہ نبی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے لیے دعا فرمائی۔ الٰہی اسے راہ نما راہ یاب کر اور اسکے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت دے۔ صحابہ کرام میں کسی کو کافر بے دین نہ کہے گا مگر کافر بیدین یا گمراہ بد دین، عزیز جبار واحد قہار جل وعلا نے صحابہ کرام کو دو قسم کیا۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ جنہوں نے راہ خدا میں خرچ وقتال کیا۔ دوسرے وہ جنہوں نے بعد فتح پھر فرما دیا کہ دونوں سے اللہ عزوجل نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی فرما دیا کہ اللہ کو تمہارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ تم کیا کرنیوالے ہو باایں ہمہ اس نے تم سب سے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآن عظیم نے ان دریدہ دہنوں بیباکوں بے ادب ناپاکوں کے منہ میں پتھر دے دیا جو صحابہ کرام کے افعال سے ان پر طعن چاہتے ہیں وہ بشرط صحت اللہ عزوجل کو معلوم تھے پھر بھی ان سب سے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے جنت کے مدارج عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں۔ اللہ عزوجل کے ہاتھ ہیں معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حسنیٰ وعدہ ان سے فرمایا ہے وہ پورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں لہرا پائیگا۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے۔ صرف ترجمہ: اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ وقتال کیا وہ رتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں اور دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ کرلیا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو۔ اب جنکے لیے اللہ کا وعدہ حسنیٰ کا ہولیا انکا حال بھی قرآن عظیم سے پوچھئے۔ بیشک جنکے لیے ہمارا وعدہ حسنیٰ کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اسکی بھنک تک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانی مرادوں میں رہیں گے وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انہیں غم نہ دیگی اور فرشتے انکا استقبال کرینگے۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا، یہ ہے جمیع صحابہ کرام سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کیلیے قرآن کریم میں جن کو فرمایا۔ ان کے مرتبے قسم دوم والوں سے بڑے ہیں اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قسم دوم میں ہیں اور

حسنیٰ کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل و لہٰذا امیر المومنین مولا علی رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب سے لغزش ہوگی جسے اللہ عزوجل معاف فرمائے گا اس سابقہ کے سبب جو انکو میری بارگاہ میں ہے پھر انکے بعد کچھ لوگ آئینگے کہ انہیں اللہ تعالیٰ ان کے منہ کے بل جہنم میں اوندھا کریگا۔ یہ ہیں وہ کہ صحابہ کی لغزشوں پر گرفت کرینگے لہٰذا علامہ شہاب خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرمایا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے۔ وہ جہنم کے کتوں سے ایک کتا ہے۔ واللہ اعلم۔ فتاویٰ رضویہ مسائل کلامیہ جلد نہم صفحہ ۶۲،۲۰۔ محترم قارئین! سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خواجہ حسن نظامی کیا ولی اللہ ہے؟ جو تضادی شاہ کو خواجہ حسن نظامی کو غالی تبرائی رافضی لکھنے کی اتنی تکلیف ہوئی، ہاں غالی تبرائی شیعہ کو حضرت اور رحمۃ اللہ علیہ لکھنا تمہارے عقائد تفضیلیہ میں تو جائز ہوسکتا ہے مگر عقائد اہل سنت میں تو حرام ہے ملاحظہ ہو کتب فقہ، فاسق و فاجر کے احکام اور ان پر وعیدیں (ایضاً)

گئو رکھشا تحریک اور خواجہ حسن نظامی دہلوی:

محترم قارئین! گئو رکھشا سبھا ۱۸۸۲ء کے لگ بھگ وجود میں آئی۔ اس کے آریہ ساجیوں نے گائے کی حرمت کا نعرہ لگایا اور گائے ذبح کرنے والوں کے خلاف باقاعدہ محاذ آرائی کی۔ لیکن ۱۸۸۰ء/۱۲۹۸ھ میں ہندوؤں نے بکمال تدلیس وتلبیس ایک استفتاء مرتب کیا اور اسے فرضی ناموں سے برعظیم کے تمام بڑے بڑے شہروں میں فتویٰ کیلئے علماء کرام کی خدمت میں روانہ کیا۔ علمائے حق جن کا فریضہ حیات ہی اسلام کی خدمت ہے۔ ہندوؤں کے ناپاک عزائم اور مقاصد کو بھانپ گئے اور انہوں نے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت کیا کہ ذبیحہ گاؤ کے متعلق ہنود کا اِدّعا اور خدشات باطل اور بے بنیاد ہیں۔ اس مسئلہ پر ۱۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت رحمۃ اللہ علیہ ۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ ۳۔ عبدالحی فرنگی محلی کے فتاوے جات بڑے جامع اور مدلل ہیں۔ ان سب میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ لاجواب ہے اور اس میں جو لطف کی بات ہے وہ یہ کہ جب یہ سوال سیدی اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا۔ آپ اس وقت اپنے دیہات میں تشریف فرما تھے اور

اپنے کھیتوں کا معائنہ فرمارہے تھے۔ آدمی نے وہیں یہ سوال پیش کیا بنگاہ اولین اسکے اندرونی مقصد کو پہچان لیا کہ اگرچہ یہاں بعض مسلمانوں نے بھیجا، مگر اصل سائل ہنود ہیں اور فوراً معلوم کیا کہ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں اور اہل اسلام کو کیسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرتے ہیں۔ عصر کا وقت تھا۔ فرمایا صبح جوابدیا جائیگا۔ دیہات میں کتابیں بھی ہمراہ نہ تھیں۔[1] دوسرے دن یہ جواب تحریر فرمادیا، جو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا جس نے بحمداللہ تعالیٰ فریب دینے والوں کے مکر کو خاک میں ملادیا۔ جب علمائے رام پور حضرت مولانا محمد ارشاد حسین صاحب رام پوری وغیرہ نے اس پر تصدیق لکھی اور حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے مقاصد کو پہچان کر تصدیق میں تحریر فرمایا کہ الناقد بصیر۔ یہ پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے یعنی اس کا دیدہ بصیرت نور الٰہی سے منور ہے کہ مکاروں کے مکر کی تہہ تک فوراً پہنچ گیا اور اسکا قلع قمع کیا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء، پھر زمانہ آیا۔ ۱۹۱۱ء میں اس تحریک کو اور تیز کرنے کی کوشش ہونے لگی۔ گورنمنٹ کو درخواست دے دی گئی کہ گاؤکشی سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے اس پر قانوناً پابندی لگائی جائے۔ اس عرضداشت پر کانگریسی ذہن کے مسلمان لیڈروں نے بھی مہر تصدیق ثبت کردی۔ ۱ مشیر حسین قدوائی نے اخبار لیڈر ۵ نومبر ۱۹۱۳ء میں اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ مسلمانوں کو ازخود اجودھیا میں گائے کی قربانی بند کردینی چاہیے۔ اجودھیا ہندوؤں کا مقدس ہے۔ اور وہاں گایوں کے ذبح ہونے سے ان کی سخت دل آزادی ہوتی ہے۔ ۲ مسٹر مظہر الحق نے کہا کہ میں اس امر میں پورے طور پر متفق ہوں کہ مسلمان کانپور اور اجودھیا میں گائے کی قربانی کرنے میں پرہیز کریں۔ ۳ بقر عید کے موقع پر ۱۳۳۲ھ میں مولوی فضل الحسن حسرت موہانی نے خود کٹار پور جاکر یہ کوشش کی کہ وہاں کے مسلمان ہندوؤں کی خاطر سے گاؤکشی ہمیشہ کیلئے ترک کردیں۔ ۴ ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی سعی اور تحریک سے یہ رزولیشن پاس کیا کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہندوؤں کے جذبات کا لحاظ کریں اور گائے کی

---

[1] کیونکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ سیدی اعلیٰ حضرت کے والد محترم حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کو وصال فرمائے دس ماہ ہوئے تھے۔ بضرورت انتظام معاش جائیداد چندروز دیہات جانا ہوا۔ راشد نعیمی

قربانی از خود ترک کر دیں۔ ۵؎ خواجہ حسن نظامی نے رسالہ ترک گاؤ کشی میں لکھا: ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گاؤ کشی سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے لہٰذا ہم گائے کی قربانی نہ کریں اور اسی کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانی کافی سمجھیں۔ رسالہ ترک گاؤ کشی از خواجہ حسن نظامی دہلوی۔ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۹۲۰ء ص ۲۰۔

مسئلہ: ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی حلت کا حکم کس وقت سے جاری ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس کا گوشت تناول فرمایا یا نہیں؟

الجواب: ۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد ملت الشاہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے صرف ترجمہ یعنی کیا آئی تیرے پاس خبر ابراہیم کے عزت دار مہمانوں کی، جب وہ اسکے پاس آئے، بولے سلام کہا سلام انجانے لوگ ہیں، پھر جلدی کرتا اپنے گھر گیا، سو ان کے کھانے کو لے آیا ایک فربہ بچھڑا بھنا ہوا، احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کی اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرمایا، مگر خود حضور اقدس ﷺ نے تناول فرمایا یا نہیں اس بارے میں حدیث مسلم کتاب الزکاۃ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے گوشت گاؤ صدقہ میں آیا، وہ حضور کے پاس لایا گیا اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ کو آیا، فرمایا اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ، اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ج ہشتم ص: ۳۶۹)

اب تسلی میں کوئی کسر رہ گئی ہو تو بتاؤ۔ شاہ جی جس کو رحمۃ اللہ علیہ جناب وغیرہ القابات دے رہے ہو اس کے بارے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے کیا کچھ لکھا وہ بھی دیکھو اور اپنے تعصب بھرے الفاظ رافضیت وشیعت پر بھی غور کرو۔ کیا تم نے صرف یہ سمجھ رکھا ہوگا کہ اب کون جواب دے گا کیونکہ قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وصال فرمائے چار سال ہو گئے ہیں چلو اپنی علمی دھونس جمانے کا موقع ہے کھل کر اعتراضات کرو تا کہ میرا نام ہو جائے کہ میں نے مفتی اقتدار احمد خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جیسی مشہور و معروف شخصیت پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی ہے اب کون مجھے نکیل ڈالے گا، کیوں شاہ جی کیسی رہی نکیلِ نعیمی والحمد للہ۔

مفتی حنیف قریشی طبعاً مناظر یا فطرتاً تفضیلی؟

محترم قارئین!

گستاخ کون نامی کتاب کے ص ۵۲۵ تا ۵۲۸ تک اہل حدیث مناظر سے دوران مناظرہ حنیف قریشی نے کتاب سبع سنابل مترجم کے ص ۱۴۷ پر لکھے ہوئے واقعے میں جو تاویلی وتحریفی دلیلیں دی ہیں ان کا جائزہ پیش خدمت ہے۔ اس میں ناظر دیکھے گا کہ انصاف کا کیا حال کیا ہے اور ایک واضح گستاخی کو گستاخی تسلیم نہ کرنے کا انجام، علاوہ ازیں کہ مناظر صاحب کیا طبعاً مناظر ہے یا فطرتاً تفضیلی۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تنقیدات علیٰ مطبوعات کے ص ۴۴ پر

سوال ۲ کی عبارت یوں ہے کہ جس روز سلطان المشائخ کے یہاں مجلس سرود وسماع ہوتی ہے اس روز حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کے جوتوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔ الخ کیا یہ جملہ حضرت خضر علیہ السلام کے لیے استعمال کرنا جائز ہے۔

جواب:۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی بھیجی ہوئی کتاب میں یہ جملہ خود اپنی نگاہوں سے پڑھا ہے۔ سخت ترین گستاخی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور اس طرح کے بیہودہ جملے ان کی شان میں بولنے بدتمیزی کی حد ہے۔ تمام غوث، قطب، ولی و ابدال حضور خضر علیہ السلام کے جوتے سیدھے کر کے تو ولایت اور فیض روحانی حاصل کرتے ہیں مجھے حیرانی ہے کہ ان کتابوں والوں کی عقلیں کہاں چلی گئیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور سب کو ہدایت کاملہ عطا فرمائے ہوسکتا ہے یہ مترجم صاحب یا کاتب کی چشم پوشی ہو، بہر حال جس کی بھی غلطی ہے سخت گناہ ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں پورا بیان ہمارے فتاویٰ العطایا جلد ۲ اور تفسیر نعیمی ج ۱۵ میں ملاحظہ فرمایا جائے، اگر مفتی خلیل صاحب یا کاتب حیات ہیں تو ان سے توبہ کراؤ۔

اب اس گستاخی سے اعتراض اٹھاتے ہوئے جناب طبعاً مناظر صاحب نے پہلے

تو حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارکہ پر زہر افشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عبارت کو پیش کرنے سے پہلے کم از کم مفتی اقتدار کے خلاف فتاویٰ پڑھ لیتے (مدمقابل مناظر جواباً کہتا ہے کہ آپکی کوئی حیثیت نہیں تفضیلی طبعی جواباً کہتا ہے مفتی اقتدار احمد ہمارے اکابرین سے نہیں ہے اور مسلک میں اسکی کوئی پوزیشن نہیں، ہم اسکو نہیں مانتے ، وہ تو ہمارا اہم عصر ہے)

۱:۔طبعاً مناظر صاحب کے دست راست امتیاز شاہ کاظمی نے جو اس کتاب کے حاشیہ میں تاویلی بحث کی ہے پہلے وہ ملاحظہ فرمائیں پھر اس پر تبصرہ ہوگا۔ انشاء اللہ

۲:۔تاویل! حضرت خضر سے مراد مشہور حضرت خضر علیہ السلام نہیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشہور ہیں بلکہ اس خضر سے مراد مناصب ولایت میں سے ایک منصب ہے اس لیے کہ منصب ولایت میں سے ایک منصب کا نام خضر ہے جس طرح غوث، قطب، ابدال مناصب ولایت ہیں۔

اسی طرح خضر ایک منصب ولایت ہے۔ آگے حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی شافعی کی کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں ہے صرف ترجمہ، یعنی بعض اولیاء کا قول ہے کہ ہر زمانے کیلئے ایک خضر ہوتا ہے اور وہ نقیب اولیاء ہوتا ہے جب ایک نقیب کا وصال ہو جائے تو اس کی جگہ کوئی اور نقیب مقرر کر دیا جاتا ہے جس کو خضر کہا جاتا ہے اس عبارت پر پھولے نہ سماتے تبصرہ جڑا کہ اب جبکہ یہ ثابت ہوا کہ خضر ایک مقام ولایت ہے اور ہر دور میں خضر ہوتا ہے اور یہ خضر ضروری نہیں کہ تمام اولیاء سے افضل ہو، درویش کا یہ کہنا کہ حضرت خضر سلطان المشائخ کے مریدین کے جوتوں کی حفاظت کرتے ہیں گستاخی نہیں بنتی کیونکہ ممکن ہے سوال و جواب میں خضر سے مراد خضر وقت ہو جو کہ نقیب اولیاء ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا خضر، ان کا خادم ہو اس لیے وہ ان کے دربار میں خدمت بجالاتا ہو۔(اس جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ کبھی خادم بھی تشریف لاتا ہے، یا حاضر ہوتا ہے۔)

۳:اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کتاب میں تو خضر علیہ السلام مذکور ہے تو علیہ السلام کا جملہ بتا رہا

ہے کہ خضر سے مراد خضر موسیٰ ہی ہیں کہ جن کو بعض نے نبی بھی قرار دیا ہے۔ جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ لفظ جن کو بعض ذکر کرتا ہے وہ تو نہیں مگر تمام اہل سنت بریلوی، شان انبیاء کرام کے مقابل بعض اولیاء کے قول کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خضر کے ساتھ علیہ السلام یہ کاتب کا اضافہ بھی ہوسکتا ہے جس طرح اکثر کاتب محمد ارشد کے ساتھ بھی محمد ﷺ پر کا نشان ڈال دیتے ہیں جو کہ ''درود'' کی علامت کے طور پر لکھا جاتا ہے حالانکہ درود محمد رسول اللہ ﷺ پر پڑھا جاتا ہے اور دوسرا یہ بھی کہ غیر انبیاء کیلئے علیہ السلام کہنا بالکل جائز ہے جیسا کہ صحاح کی کتب میں کئی مقام پر اہل بیت اطہار کیلئے علیہ السلام کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے[1] کیونکہ یہ دعائیہ جملہ ہے جس کا معنی ان پر سلامتی نازل ہو، یہ دعا کسی بھی مومن کیلئے کی جا سکتی ہے۔ نیز اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ واقعہ مذکورہ میں جوتوں کی صرف نگہبانی کا ذکر ہے وہاں یہ تفصیل نہیں کہ وہ حفاظت بطور خدمت تھی یا بطور شفقت (مثل کیسی بے محل دی کہ) باپ یا استاد بچوں کو کسی دریا یا نہر میں تیرنا سکھانے کیلئے بھیجے اور خود کنارے پر بیٹھ کر ان کے جوتوں کپڑوں کی حفاظت کرے تو اس باپ یا استاد کا ان بچوں کے متاع کی حفاظت کرنا بطور خدمت کے نہیں بلکہ رحمت و شفقت اور نوازش و پرورش کے حوالے سے ہے اسی طرح اگر واقعہ مذکورہ میں واقعی حضرت خضر علیہ السلام ہوں تو نگہبانی سے مراد نگہبانی بطور خدمت نہیں بلکہ نگہبانی بطور شفقت لی جائے گی۔ معاذ اللہ، ایک صریح گستاخی سے تاویلی و تحریفی کاوش سے اعتراض اٹھاتے ہوئے خود ہی گستاخ بن گئے۔

جواب تاویل ۱:۔ حضرت خضر علیہ السلام سے مراد مشہور خضر علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ اس خضر سے مراد مناصب ولایت میں سے ایک منصب ہے اس لئے کہ منصب ولایت میں سے ایک منصب ولایت کا نام خضر جس طرح غوث، قطب، ابدال، مناصب ولایت ہیں

---

[1] لگتا ہے کہ تمہارے جن اہل علم سے پوشیدہ نہیں مگر انشائیت وخبریت کا فرق، صحاح میں ذکر آ جانا کیا وجہ جواز بن جائے گا؟

اسی طرح خضر ایک منصب ولایت ہے۔ اس تاویل کا حوالہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ سے نقل کیا۔

۲:۔ معترض طبعاً مناظر کو اچھی طرح معلوم ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تو حیات خضر علیہ السلام کے بھی منکر ہیں ملاحظہ ہو تفسیر نعیمی جلد ۱۵ کیونکہ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے۔ ا الذھر العضر فی حال الخضر۔

اس میں حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات مبارکہ کا انکار فرمایا ہے جسکا رد بلیغ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر نعیمی جلد ۱۵ پر فرمایا ہے وہاں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس مسئلہ میں پانچ کتابیں اور بھی ہیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی طرح انکے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ ۲۔ جزء فی اخبار الخضر، از جعفر بن مناوی بغدادی ۳ صحابہ منتظر۔ ابن جوزی ۴ مجرد فی موت الخضر ابن جوزی ۵ رسالہ فی الخضر احمد بن تیمیہ خرانی ۵ جزء فی وفات الخضر، ابن نقاش، یہ سب مخالفین حیات خضر علیہ السلام ہیں۔ زیادہ تحقیق کیلئے تفسیر نعیمی پارہ پندرہ کی طرف رجوع کریں وہاں پوری تفصیل و شبہات کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ باقی رہا مراتب ولایت میں منصب ولایت میں مقام خضر کا درجہ جو تم لوگوں نے تحریفی طور سے امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا، تم کو مفید نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبوت حضرت خضر علیہ السلام کو دو آیات مبارکہ میں ذکر فرمایا ہے۔ ۱ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا۔

۲ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا اور آپ کا نام شریف بلیا ابن ملکان ہے آپ کا لقب شریف خضر ہے اور سلسلہ نسب بلیا ابن ملکان ابن عامر شالخ ابن الخشد ابن سام ابن نوح علیہ السلام۔ دوسرے یہ کہ آپ ابھی تک زندہ ہیں اور اولیاء کاملین سے ملاقاتیں فرماتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم ص ۲۹۷ پر حضرت حکیم الامت الحاج المفتی احمد یار خان نعیمی مفسر قرآن کا ایک واقعہ لکھا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو بیداری کی حالت میں دوپہر میں جمعہ کے دن حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے دیدار اور گفتگو سے مشرف فرمایا۔

۳:۔ عرف عام میں جوتی کو حقیر جانا جاتا ہے، جسکی بے شمار مثالیں ہیں مثلاً غرور و تکبر میں بولا جاتا ہے کہ جا تو میری جوتی برابر بھی نہیں جا میں نے تجھے جوتے کی نوک پر رکھا۔ وغیرہ۔ ہم پوچھتے ہیں ایسی تاویل کرنے سے پہلے غور و تدبر کیوں نہ کیا گیا کہ گستاخی نبوت ہو رہی ہے اور دوسری تاویل میں جو مثال دی گئی اس کے عبارتی الفاظ ہیں (جس طرح اکثر کاتب محمد ارشد کے ساتھ بھی ؐ کا نشان ڈال دیتے ہیں جو کہ درود کی علامت کے طور پر لکھا جاتا ہے، حالانکہ درود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اختصاری نشان بالکل مہمل بے معنی بے محل بے فائدہ ہیں اور بڑی برکات سے محرومی کا باعث ہیں۔

دلیل ۱:۔ فتاوی رضویہ قدیم جلد چہارم ص ۵۴ مسئلہ کے جواب سے پہلے سائل کو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جواب مسئلہ سے نافع یہ بات ہے کہ درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صلم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا۔ یونہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا۔ ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی کا باعث ہے میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ میں نہ داخل ہوں نام پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے صلی اللہ علیہ وسلم۔ دلیل ۲:۔ فتاوی افریقہ ص ۵۴ قدیم طبع شدہ بریلی شریف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بلا عوام تو عوام چودھویں صدی کے بڑے بڑے اکابر فحول کہلانے والوں میں پھیلی ہوئی ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی صللم کوئی فقط ؐ کوئی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدلے عم یا ع م ایک ذرہ سیاہی یا ایک انگل کاغذ یا ایک سکینڈ وقت بچانے کے لیے کیسی کیسی عظیم برکات سے دور پڑتے ہیں اور محرومی و بے نصیبی کا ڈنڈا پکڑتے ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا اسکا ہاتھ کاٹا گیا۔ علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف ترجمہ، کسی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے کہ یہ ہلکا

کرنا ہوا اور معاملہ شان انبیاء سے متعلق ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان کا ہلکا کرنا ضرور کفر ہے، شک نہیں کہ اگر معاذ اللہ قصداً استخفاف شان ہو تو قطعاً کفر ہے۔ حکم مذکور اسی صورت کیلئے ہے یہ لوگ صرف کسلی کاہلی جاہلی سے ایسا کرتے ہیں تو اس حکم کے مستحق نہیں، مگر بے برکتی بیدولتی کم بختی زبون قسمتی میں شک نہیں، اُقول ظاہر ہے کہ القلم احدی اللسانین، قلم بھی ایک زبان ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مہمل بمعنی صلعم لکھنا ایسا ہی ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یونہیں الم غلم بکنا۔ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے سورہ بقرہ آیت نمبر ۵۹ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ میں بات کا حکم ہوا تھا ظالموں نے اسے بدل کر اور کچھ کرلیا تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ انکے فسق کا۔ وہاں بنی اسرائیل کو فرمایا گیا تھا قُوْلُوْا حِطَّةٌ یوں کہو کہ ہمارے گناہ اترے انہوں نے کہا، حطہ ہمیں گیہوں ملے یہ لفظ بامعنی تو تھا اور اب بھی ایک نعمت الٰہی کا ذکر تھا۔ یہاں حکم یہ ہوا کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (احزاب ۵۶) اے ایمان والوں اپنے نبی پر درود و سلام بھیجو اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَبَدًا۔ اور یہ حکم وجوباً خواہ استحباباً ہر بار نام اقدس سننے یا زبان سے لینے یا قلم سے لکھنے پر ہے تحریر میں اسکی بجا آوری نام اقدس کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے میں تھی اسے بدل کر صلعم ؐ عم کرلیا جو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا کیا اس پر نزول عذاب کا خوف نہیں کرتے۔ والعیاذ باللہ رب العلمین، یہ تو محل درود ہے جسکی عظمت اس حد پر ہے کہ اسکی تخفیف میں پہلوئے کفر موجود ہے اس سے اتر کر صحابہ و اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کی جگہ رضؓ لکھنے کو علمائے کرام نے مکروہ یا باعث محرومی بتایا۔ صرف ترجمہ۔ لکھتے ہیں رضی اللہ عنہ کا اختصار لکھنا مکروہ ہے بلکہ تمام وکمال لکھے از سید علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں صرف ترجمہ۔ جو اس سے غافل ہوا خیر عظیم سے محروم رہا اور بڑا فضل اس سے فوت ہوا۔ یونہیں قدس سرہ یا رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ ق یا رح لکھنا حماقت و حرمان برکت ہے ایسی باتوں

سے احتراز چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اب اس طبعاً مناظر سے کوئی پوچھے کہ جناب تو رمز و اشارت کو درود و سلام کا درجہ دے رہے ہو۔ اس پر طرفہ تماشا کہ سوائے زبانی جمع خرچ دلیل ندارد۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نام لیوا بنتے ہو، مگر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ الثا تمہارے اس اختراعی مسئلے میں تو خلاف ہیں، خلاف کیا۔ اس مسئلے کے قائل کو وہ وہ، وعیدیں سنائیں کہ نام لیوا تو مانے گا ہی مگر مخالف کو بھی ان دلائل کو مانے بغیر چارہ نہیں یہ دلائل صرف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عطا کردہ ہیں کیونکہ اگر میں حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ نعیمیہ شریف سے دلائل نقل کرتا، تو تم معترض ہوتے کیونکہ تم حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کو مانتے نہیں ہو اور تمہارے نزدیک بقول تمہارے کہ مسلک میں انکی کوئی پوزیشن نہیں، مگر جن کے نزدیک حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت و پوزیشن ہے ان بزرگوں کے تاثرات تو پڑھ چکے ہو کیا اتنے بڑے اکابرین کا حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو سند کا درجہ دینا، تمہارے ڈیڑھ اینٹ کے گھروندے سے یقیناً بڑھ کر ہے۔

سوال ۳:۔ غیر انبیاء کیلئے علیہ السلام کہنا بالکل جائز ہے جیسا کہ صحاح کی کتب میں کئی مقام پر اہل بیت اطہار کیلئے علیہ السلام کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ یہ دعائیہ جملے ہیں جس کا معنی ہے ان پر سلامتی نازل ہو یہ دعا کسی بھی مومن کیلئے کی جاسکتی ہے یہاں بھی زبانی جمع خرچ ہے دلیل بالکل ندارد۔ دلیل کیا، معنی انشائیت خبریت سے بے خبر کر۔ دلائل کہاں سے آئیں گے۔

جواب ۱:۔ جناب طبعاً مناظر صاحب علیہ السلام لفظ کے یہ معنی کس لغت سے لیے ہیں کہ (ان پر سلامتی نازل ہو) حالانکہ لغت میں علیہ السلام کے معنی ہیں اس پر یعنی خدا کی عنایت ہو فیروز اللغات اردو طبع شدہ ۱۹۷۶ء ص ۸۵ ۲۔ ۲:۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد دوم ص ۸۷ پر سلام کرنے کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ غائب کی ضمیر سے کسی کو سلام کیا جائے اور اس کا نام پہلے لیا جائے جیسے کہ یہ کہنا کہ زید اس پر سلام ہو یا یہ کہ مولانا ان پر سلام ہو۔ یا زبان عربی میں کہنا کہ زید علیہ السلام یا مولوی علیہ السلام جیسا کہ شیعہ روافض حضرت علی اور امامین کریمین حسن و حسین

پر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو علیہ السلام کہتے ہیں اور ان کی ضد میں خارجی لوگ یا بیوقوف سنی مسلمان کہہ دیتے ہیں۔ صدیق علیہ السلام، عمر علیہ السلام یہ سب منع ہیں۔ بلکہ ناجائز و حرام ہیں۔ اس لیے کہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ صرف معصومین کیلئے خاص ہیں۔ اگرچہ ترجمے کے لحاظ سے ان میں عمومیت ہے۔ مگر منقول شرعی سے یہ مخصوص ہیں بطور منقول شرعی اور معصوم متفقہ طور پر صرف انبیاء کرام اور ملائکہ عظام ہیں۔ اس میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں بجز روافض کے کہ وہ اہل بیت اور پنجتن پاک اور بارہ ائمہ کو بھی معصوم مانتے ہیں مگر یہ غلط ہے کیونکہ خود انکی معتبر کتب میں انکا ثبوت نہیں ملتا۔ قانون شریعت میں مستقل طور پر کسی مسلمان کو علیہ السلام کہنا منع ہے۔ بجز انبیاء کرام ہاں بالتبع جائز ہے چنانچہ شرح شفاء جلد سوم صفحہ ۵۰۹ پر ہے کہ

صرف ترجمہ! اور تمام انبیاء کو صلوٰۃ والسلام میں سلام سے خاص کرنا اور نہ شریک کیا جائے بجز انبیاء کرام۔

اور ایسا ہی فرمایا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں بحوالہ امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں بحوالہ امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح لکھا حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شان حبیب الرحمٰن ص ۱۹۸ بحوالہ شامی و عالمگیری کتاب الکراہیت میں ہے کہ نبی کے سوا کسی پر مستقل طور پر درود و سلام پڑھنا منع ہے۔ مثلاً امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام ہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے تابع کر کے غیر نبی پر درود شریف پڑھ سکتے ہیں یعنی مقصود تو حضور علیہ السلام پر درود ہو۔ ان کے صدقے میں اور کا بھی نام آجاوے۔ مثلاً

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَصْحَابِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَ عُلَمَاءِ مِلَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ خُصُوْصاً عَلٰی غَوْثِ الصَّمَدَانِیِّ وغیرہ

کہ اس درود شریف میں آل پاک صحابہ کرام، اولیاء عظام علماء کرام و تمام امت کا ذکر آ گیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دلیل یہ ہے: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ المعتمد والمستند ص ۱۴۹ پر ارشاد فرماتے ہیں صرف ترجمہ، عرف عام۔ بعض الفاظ کو بعض حالات میں اس طرح خاص کر دیتا

ہے کہ اس کو چھوڑنا اور یا اس عرف و رواج سے ہٹنا بے ادبی شمار ہوتا، پس نہیں کہا جا سکتا ابوبکر غفرلہ یا علی مرتضی عفا اللہ عنہ بلکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا چاہیے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کو رضی اللہ عنہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کہا جائے گا اور یہ بھی کہنا گناہ ہے کہ ہمارے نبی عزوجل اگرچہ تمام انبیاء کرام عزت و جلال والے ہیں۔ اس دلیل عقلی سے بھی ثابت ہوا کہ کسی غیر نبی شخص کو علیہ السلام کہنا منع ہے دلیل ۵: حضور مفتی اعظم فتاویٰ نعیمیہ جلد پنجم ص ۱۶۱ پر فرماتے ہیں کہ امام طحاوی اور امام نووی کی عبارات سے دو باتیں مزید واضح ہوئیں۔ پہلی یہ کہ اللہ اور انبیاء کرام کے اسماء پاک کے ساتھ تعظیمی الفاظ دعائیہ و انشائیہ نہیں بلکہ خبریہ ہیں یہی معنی ہے علیہ السلام کہنے کے علیہ السلام کا ترجمہ اصطلاحی ہے کہ انبیاء کرام پر ازل سے ابد تک سلامتی ہے اس معنی کی وجہ سے کسی دیگر انسان کو علیہ السلام کہنا ناجائز اور گناہ ہے نہ اہل بیت کو نہ آل کو نہ اصحاب کو لکھنا بھی شرعاً منع ہے بولنا بھی کیونکہ جھوٹ ہے تفضیلی و تبرائی رافضی شیعہ مولی علی وغیرہ کیلئے بولتے ہیں جو انکی کاذبانہ حماقت اور قرآن و حدیث کی خلاف ورزی ہے۔ ثابت ہوا کہ کسی دوسرے کیلئے علیہ السلام لکھنا جائز ہی نہیں۔ یہ الفاظ تحیہ مخصوص ہیں انبیاء علیہم السلام سے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

دلیل ۶: تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۱۶ ص ۶۷۴ قلمی پر حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ احکام القرآن مسئلہ ۳ کے تحت لکھتے ہیں کہ تقریباً چودہ جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر سلام فرمایا وہاں بھی سلام خبریت ہے نہ کہ سلام دعا کیونکہ رب تعالیٰ دعا سے پاک ہے۔ مذکورہ چودہ مقامات کو تفسیر نعیمی اسی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔ اسی صفحہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ ان تمام مقامات میں سلام خبریت ہے اسی لئے علیہ السلام کہنا صرف انبیاء ملائکہ کیلئے جائز ہے کسی انسان غیر نبی کو علیہ السلام کہنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ سلام خبریت ہے۔ اس کے دو سطر بعد فرماتے ہیں ۲ سلام دعا مومن کیلئے ۳ سلام خبریت انبیاء علیہم السلام کے لیے ۱ السلام علی فلاں اور فلاں علیہ السلام میں بہت فرق ہے۔

ٹے السلام علیٰ علی دعا ہے اور علیہ السلام تعظیم و تکریم ہے۔ دعا جملہ انشائیہ ہوتا ہے اور تعظیم جملہ خبریہ ہوتا ہے جملہ خبریہ کا سلام اور سلامتی معصومین سے خاص ہے کسی اور کیلئے واقعہ نہیں ہے اور جو چیز کسی کے پاس نہ ہو اس کی دعویداری کرنا کذب ہے، لہٰذا جو شخص علی علیہ السلام کہے وہ کاذب ہے یہی وجہ ہے کہ نہ قرآن کریم سے ثابت نہ تعلیم حدیث سے نہ تعامل صحابہ و تابعین سے نہ تکلم اہل بیت سے، قرآن مجید نے تمام صحابہ و تابعین اور اہل بیت کیلئے تعظیم و تکریم کا اعزازی جملہ خبریہ رضی اللہ عنہ فرمایا جیسا کہ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں ارشاد باری ہے اور مولیٰ علی کیلئے خصوصی طور پر حدیث پاک نے کرم اللہ وجہہ کا جملہ خبریہ ارشاد فرمایا جیسا کہ ابوداؤد شریف جلد دوم کتاب الفتن باب المہدی ص ۲۳۳ پر ہے چونکہ یہ جملہ صرف مولیٰ علی کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ارشاد ہوا تمام صحابہ نے اس کو تعلیم نبوی سمجھ کر اختیار کیا اور سب نے مولیٰ علی کیلئے یہ تعظیمی اعزازی جملہ نام پاک کے ساتھ کہنا شروع کر دیا۔ اگر علی علیہ السلام کہنا جائز ہوتا تو زبانِ چشمہ علم و حکمت کبھی ایک بار ہی مولیٰ علی کیلئے علیہ السلام ارشاد فرما دیتی اور صحابہ بھی اس کو تعلیم نبوی سمجھ کر بولنا شروع کر دیتے مگر اُس زمانہ صحابہ میں ایسا نہ ہوا تو آج کا یہ فرقہ رافضیہ کیوں اس ناجائز کام پر مصر اور بضد ہے اگر کہنے کا شوق ہے تو قرآن و حدیث عمل صحابہ سے صاف صاف لفظوں میں علی علیہ السلام وغیرہ دکھاؤ السلام علیکم یا علی کہنے اور علیہ السلام میں بڑا فرق ہے اور علی علیہ السلام کہنا شیعوں کی ایجاد ہے۔

ٹے:۔ آخری بات وہ یہ کہ ان نادان تفضیلی شیعہ لوگوں نے صرف اہل بیت یعنی اولاد پاک کیلئے علیہ السلام کہنا جائز بتاتے ہیں مگر ازواج پاک کیلئے علیہا السلام نہیں کہتے۔ ان سے کبھی نہیں سنا گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ علیہا السلام وغیرھا۔ حالانکہ اصل اہل بیت تو ازواج پاک امہات المومنین ہیں، اگر اسی پر بضد ہو تو امہات المومنین میں سے جب بھی کسی ام المومنین زوجہ مبارکہ حضور نبی کریم کا اسم گرامی لو ساتھ علیہا السلام بولا کرو۔ یہ کیا کہ دعویٰ صحاح ستہ کا اور دلیلیں اسفل السافلین میں بھی نہیں، اسی پر طبعاً مناظر ہونے کا دعویٰ ہے؟ تاویل

ٹے پر طبعاً مناظر فرماتے ہیں واقعہ مذکورہ میں جوتوں کی صرف نگہبانی کا ذکر ہے

وہاں یہ تفصیل نہیں کہ وہ حفاظت بطور خدمت تھی یا بطور شفقت، باپ یا استاد بچوں کو کسی دریا یا نہر میں تیرنا سکھانے کیلئے بھیجے اور خود کنارے پر بیٹھ کر ان کے جوتوں کپڑوں کی حفاظت کرے تو اس باپ یا استاد کا ان بچوں کے متاع کی حفاظت کرنا بطور خدمت کے نہیں بلکہ رحمت و شفقت ونوازش و پرورش کے حوالے سے ہے، اسی طرح اگر واقعہ مذکورہ میں واقعی حضرت خضر علیہ السلام ہوں تو نگہبانی سے مراد نگہبانی بطور خدمت نہیں بلکہ نگہبانی بطور شفقت لی جائے گی۔

جواب ۱:۔ طبعاً مناظر نے کیسی دوراز کار تاویل گھڑی کہ معاذ اللہ صریح گستاخی سے اعتراض اٹھاتے ہوئے خود ہی گستاخ بن گئے۔ ۲ ہم پوچھتے ہیں کہ اس واقعہ سے اس تاویلی گفتگو کا کیا تعلق؟ ۳ جس جاہل طبیعی کو "پرورش" اور نوازش کے الفاظ کو برمحل اتارنے کا پتہ نہیں وہ اگر اپنے آپ کو طبعاً مناظر کہے تو کیا عقل مانتی ہے کہ یہ واقعتاً طبعاً مناظر ہے یا طبعاً گستاخ ومیراثی، لغت میں پرورش بمعنی پالنا مراد ہے اور نوازش بمعنی مہربانی عنایت کرم، فارسی مونث اور نگہبانی بمعنی حفاظت بحوالہ فیروز اللغات طبع ششم ۱۹۷۶ء اب جب معنی معلوم ہو گئے تو اتنا اور سمجھو کہ جوتی کو معاشرہ یعنی عرف عام میں حقیر جانتے ہیں، جوتی بمعنی حقیر سمجھنا۔ جب لغتاً جوتی کو حقیر جانا جاتا ہے تو کیا حقیر چیزوں کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام کی گستاخی نہیں ٹھہرے گا؟ ۲ جب گستاخی ٹھہرا جو یقیناً گستاخی ہے تو گستاخی کا دفاع تحریفی و تاویلی کرنے والا گستاخ ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اللہ کا ولی؟ کیونکہ لفظ نگہبان بمعنی حفاظت تو قرآن مجید میں حافظون کا ترجمہ اردو میں مستعمل ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کو حقیر چیز پر نہ لکھا جاتا ہے اور نہ بولا جاتا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ اس نام نہاد مفتی کو الفاظ اور انکے محل کے بارے میں معلوم ہی نہیں اور بنے بیٹھے ہیں الّو کے نانا۔ اب آخری تحریفی اور تاویلی ٹوٹا کہ اس میں اگر حضرت خضر علیہ السلام ہوں تو نگہبانی بطور شفقت لی جائے گی ہم کہتے ہیں کہ ایسے طبعاً مناظر کو شرم نہ آئی حضرت خضر علیہ السلام کو جوتوں کی نگہبانی کو بطور شفقت لیتے ہوئے۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو، کہاں جوتے اور کہاں شفقت، لغتاً لفظ شفقت کے معنی لطف مہربانی دوم، محبت، عربی زبان کا لفظ ہے اور مونث ہے فیروز اللغات طبع ۱۹۷۶ء

اب خود ہی غور کرو کہ جو تم نگہبانی سے مراد شفقت لے رہے ہو کیا سیدنا خضر علیہ السلام جوتوں کی نگہبانی کر کے لطف حاصل کیا کرتے تھے؟ معاذ اللہ حیاء، باشد۔

سوال:۔ مناظر صاحب کہتے ہیں کہ مفتی اقتدار کے خلاف اہل سنت کے فتاویٰ پڑھ لیتے۔

جواب ۱:۔ اس کے جواب میں مدمقابل کہتا ہے کہ تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے یہ تو اس نے حقیقت میں درست بات کی، سچی بات پر کیوں آگ بگولہ ہو گئے مگر یہ بات تو تمام اہل سنت بھی کہتے ہیں کہ حنیف قریشی تفضیلی و رافضی ہو چکا ہے جیسا کہ اکثر تمہاری تقاریر و کتب سے عیاں ہے چھپانے کا کیا فائدہ کھل کر اعلان کر دو کہ میں واقعی پکا رافضی ناصبی و تفضیلی ہوں کیا حرج ہے سچی بات کے اقرار میں؟ اب تمہارے علماء کے فتاویٰ جات میں تضادات کا پوسٹ مارٹم حاضر خدمت ہے۔ ۲۔ تضاد ۱ میں مفتی کا حوالہ جو کتاب محمد رسول اللہ از شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ صفحہ ۱۳۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت علی پر حملہ رمضان ۴ ہجری جنوری ۶۶۱ ھ میں ہوا تھا۔ تین دن کے بعد آپ نے شہادت پائی۔ تضاد ۲: قاضی سلیمان منصور پوری اپنی کتاب رحمۃ اللعالمین جلد ۲ صفحہ ۷۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۷ رمضان المبارک ۴ ہجری کو اشقی الناس کے ہاتھ سے مسجد کوفہ میں زخمی ہو کر واصل بحق ہوئے۔ تضاد ۳:۔ مستفتی عظمت شاہ گیلانی تفضیلی عرف تضادی شاہ نے فضائل علی المرتضیٰ سے متعلق تو استفسار کیا نہیں اور نہ ہی مسجد کوفہ کے سبب شہادت ہونے کا ۴ مگر یہ مفتی تو مفت میں کھا کر مفتی بن گیا ہے جس کو اپنے ہی فتویٰ کے تضادات کا علم نہیں۔

تضاد ۵:۔ مستفتی عظمت شاہ گیلانی عرف تضادی شاہ نے مجاہد اہل سنت فاتح مجددیت علامہ مفتی صدیق نقشبندی ہزاروی، مہتمم دار العلوم غوثیہ رضویہ ہری پوری سے استفسار کیا ایک شخص نے پمفلٹ نکالا ہے جس میں تحریر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہ کعبہ میں پیدا ہوئے ہیں اور نہ ہی مسجد میں شہید ہوئے اور جمہور مسلمانوں میں یہ تاثر پھیلایا جا رہا ہے ہم تو آج تک جید علماء کرام سے سنتے آئے ہیں کہ آپ خانہ کعبہ میں پیدا

---

۱ اب ۱۷ کو مانے یا ۲۱ کو اور اگر ۱۷ تاریخ مانی جائے تو بھی بیس بنتی ہے؟

ہونے اور مسجد میں شہید ہوئے۔ المستفتی سید عظمت حسین شاہ۔ کتنا جاہل ہے یہ مفتی جو کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب جامع مسجد کوفہ بنی۔ آگے صفحہ ۱۶۲ پر بحوالہ کتاب محمد رسول پر واضح طور پر لکھا ہے کہ آپکی شہادت تین دن بعد ہوئی، کیسا کھلا تضاد ہے۔ مستفتی کے تفضیلی مفتی کے کلام میں کہاں شہادت کا سبب مسجد کوفہ بن رہی ہے اور کہاں تین دن کے بعد شہادت والا واقعہ لکھ مارا، مگر یہ ہے کہ جیسا اندھا مستفتی ویسا ہی نابینا مفتی، جس کو اپنے ہی لکھے ہوئے فتویٰ کا تضاد نظر نہ آیا۔ اللہ کے بندو غور کیوں نہیں کرتے کہ سوال و جواب میں مطابقت ذرا سی بھی نہیں ہے۔ سوال گندم اور جواب جو والا حساب کر دیا اور لکھ دیا کہ شہادت کا سبب جامع مسجد کوفہ بنی۔ طرفہ تماشا تو دیکھو کہ ایسے مفتی وغیرہ کے فتویٰ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا کہ یہ فتاویٰ جات بطور سند ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسے فتاویٰ جات تو ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے کے قابل ہے اور تم اسکو سند مان رہے ہو۔ حیاء باید۔

کیا یہ فتویٰ تھا حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف یقیناً ایسا فتویٰ اگر طبعاً مناظر، مناظرہ میں اس وقت پیش کرتا تو یقین سے کہتا ہوں کہ مناظرہ فوراً فلاپ ہو جاتا، جناب طبعاً مناظر صاحب آپ اپنے پیش روٗ پر اتنا نازاں ہو، کم از کم اس مناظرہ کو تحریری شکل میں لانے کے بعد غور سے نظر ثانی نہیں کی گئی ورنہ آپ اس کتاب گستاخ کون؟ کبھی تحریری صورت پرنٹ نہ کرواتے، لہٰذا اب بھی وقت ہے زندگی کی چند گھڑیاں باقی ہیں، غنیمت جانتے ہوئے رافضیانہ عبارات کو نکال کر اور تفضیلی عقیدے کو خیر باد کہو، اہل سنت کی آنکھ کا تارا بن سکتے ہو، ہمت کرو۔ ورنہ ہمارے دلائل کا جواب مدلل لکھو اور پھر دیکھو کہ تمہارے جواب پر ضربِ نعیمی کیسی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

سونے والے کچھ ایسا سوئے کہ
دوبارہ اُٹھنا قسم ہے حشر تک

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کتب کا مختصر تعارف:

۱۔ آمدن نامہ، یہ سب سے پہلی تصنیف ہے (بزبان فارسی) غیر مطبوعہ

۲۔ سیرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی غیر مطبوعہ

۳۔ راہ جنت بجواب راہ سنت۔ سرفراز گھکڑوی کی کتاب راہ سنت کا منہ توڑ جواب ہے۔

۴۔ رَدِّ رافضیت۔ رافضیوں کے رَدِّ میں لاجواب رسالہ غیر مطبوعہ۔

۵۔ خطبات نعیمیہ۔

۶۔ تنقیدات اقتدار بر نظریات اقبال، علامہ اقبال کی فکری نظری غلطیوں کی نشاندہی اور ان پر تنقید و دعوت غور وفکر۔

۷۔ الدرایہ فی تحقیق الروایہ۔ اصول حدیث پر اردو زبان میں انتہائی سہل اور جامع کتاب مع منکرین حدیث کے اعتراضات کے جوابات۔

۸۔ درود تاج پر اعتراضات و جوابات۔ درود تاج پر نجدیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب۔

۹۔ اربعین نعیمیہ فی الصلوٰۃ کریمیہ۔ درود شریف کے متعلق چالیس حدیثوں کا مجموعہ مع مختلف بزرگان دین سے منقول چالیس عدد درود پاک اور انکے فضائل۔

۱۰۔ عملیات نعیمیہ، اوراد و وظائف کا مجموعہ غیر مطبوعہ؟۔

۱۱۔ سیاہ خضاب حرام ہے۔ مولانا مولوی محمد شفیع اکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب جواز سیاہ خضاب کا رد بلیغ۔

۱۲۔ شرعی استفتاء کیا نصیر الدین نصیر وہابی ہے؟ ۳۶ سوالات اور عقیدے کی وضاحت کا مطالبہ۔

۱۳۔ اسلامی شرعی فتوٰی بابت زکوٰۃ و صدقات واجبہ۔

۱۴۔ المصادر عربیہ۔ میں چار ہزار مصدر اور اصولی مشتقات کے ساتھ مع تراکیب۔

۱۵۔ محافل جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور رَدِّ سعودی فتوٰی از مفتی عبداللہ بن باز۔

۱۶۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر معراج اور اس پر اعتراضات کے جوابات قاہرہ۔

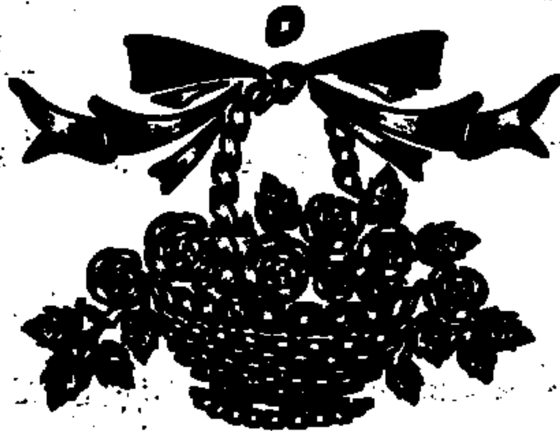
۱۷۔ تنقیدات علیٰ مطبوعات۔ اس کتاب میں غلط اور ملاوٹ شدہ مضامین کی نشاندہی اور ملاوٹ شدہ کتب پر تنقید اور صحیح مسئلے کی وضاحت، یہ بڑی علمی کتاب ہے۔ اس میں مشہور و معروف و مستند کتابوں کی چند ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جو کتابت کی غلطیوں، تصحیح کنندگان کی چشم پوشیوں بعد کی ملاوٹوں یا بعض جگہ خود مولف کی غلط فہمی کی وجہ سے انتہائی شدید قسم کی غلطیاں ہو گئیں ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس میں سخت غلط فہمی یا گمراہی پھیلنے کا خدشہ ہے۔

۱۸۔ تفسیر نعیمی شریف از پارہ نمبر ۱۱۔ کی چوتھائی کچھ آیات زیادہ تا پارہ نمبر ۲۰

۱۹۔ العطایا الاحمدیہ فی فتاوٰی نعیمیہ ۵ جلدیں۔ فقہ حنفی کا مدلل فتاوٰی۔

۲۰۔ از بلا۔ تاریخ اسپین کا دلچسپ اور سچا واقعہ۔ ایک مسیحی جماعت کیوں مسلمان ہوئی مسیحی پادریوں اور مسلم علماء کے درمیان مناظرے اور فتح کی صورت میں بڑی عیسائی جماعت کا مسلمان ہونا اسے ناول کی طرز پر لکھا گیا۔

محترم قارئین۔ حضور مفتی اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے فن پارے اور انکا مختصراً تعارف ملاحظہ فرمانے کے بعد اب انکے چند مناظرے تحریر کئے جاتے ہیں جو کہ لائق مطالعہ ہیں۔



حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چند مناظرے

پہلا مناظرہ:

یہ مناظرہ منڈی بہاؤالدین میں مولوی مودودی وہابی کے جلسہ کے بعد سوال و جواب کی نشست کے دوران ہوا۔ اس مناظرہ کے وقت آپکی عمر شریف ستائیس سال تھی اور مولوی مودودی نے دعویٰ اجتہاد نیا نیا ہی کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ سورۃ تکاثر میں سے کتنے مسائل نکال سکتے ہیں اور اس میں مجاز، صریح و کنایہ ظاہر و نص کتنے ہیں۔ یہ سوال کیا تھا کہ دعویٰ اجتہاد مودودی کے غبارے کی ہوا ہی نکل گئی۔ کیونکہ اس بیچارے نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے۔

دوسرا مناظرہ:

۳۰ ستمبر ۱۹۷۸ء شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب سے ہوا یہ مناظرہ تحریری ہوا اور شامل فتاویٰ نعیمیہ ہے۔ یہ مناظرہ امکان کذب انبیاء پر ہوا جو کہ ۳۰ ستمبر کو شروع ہوا اور ۷۸۔۱۲۔۲۰ کو ختم ہو گیا۔ مجموعی طور پر چار ماہ تک تحریری مناظرہ ہوتا رہا۔ یہ مناظرہ بڑا ہی فاضلانہ طرز پر ہوا اور اس مناظرے کے آخری صفحہ پر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مناظرہ اس حالت میں ختم ہوا کہ سعیدی صاحب کے ترکش علم کے سب تیر ختم ہو چکے تھے اور اشارۃً دلالۃً شکست تسلیم کر چکے تھے مگر ہٹ دھرمی کی آنکھوں پر پٹی تھی اور منطقی غبار دماغ پر تھا۔ اس لئے ظاہراً کھلی کھلی جرأت رجوع نہ کر سکے اور نہ ہی میرے سات سوالات کا جواب دے سکے۔ آخر میں آپ نے ایک خماسی خوب لکھی کہ

کیا اب بھی کوئی مقال ہے

یا اساتذہ سے بھی اعتزال

یہ تو آپ کی ہی مجال ہے
جو سراسر حق سے فرار ہے
نہ کہ مقابلہ اقتدار ہے

واللہ اگر حضرت صدر الافاضل حیات ظاہری میں ہوتے تو آپ کو یہ عبارت کاٹنے پر مجبور کر دیتے اور رجوع کا فوری حکم دیتے۔ مگر افسوس کہ اب وہ مشفق نگاہیں کہاں ڈھونڈیں۔

تیسرا مناظرہ نومبر ۱۹۸۴ء

یہ مناظرہ لندن میں راولپنڈی کے معروف مولوی عبدالقادر شاہ ٹیچ باٹا سے ہوا یہ شاہ صاحب لندن میں مسجد کے خطیب اور پیری مریدی بھی کرتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ توریت، زبور انجیل کو کلام الٰہی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ مناظرہ زیر صدارت سید ہاشمی میاں شاہ صاحب اور زیر انتظام دین محمد صاحب و اعظم خان صاحب بتاریخ ۲۸۔۱۱۔۸۴ بعد نماز عشاء پوری رات مناظرہ ہوتا رہا جس میں حق کی شاندار فتح ہوئی اور شاہ صاحب کے باطل اور گمراہ عقیدے کو ذلت آمیز شکست ہوئی اور مجبوراً شاہ صاحب کو اپنے معتزلی عقیدے سے توبہ و رجوع کرنا پڑا اس مناظرے کو فتاویٰ جلد سوم میں ملاحظہ کریں۔

مقالہ اور مکالمہ

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے ایک رویت ہلال کا مقالہ لکھا جو کہ محفل مذاکرہ مشاورتی اجلاس میں پڑھ کر سنایا گیا تو تمام شکوک رفع ہو گئے اور ایک لائحہ عمل مرتب ہوا یہ مقالہ بھی قابل دید ہے۔ مقالہ یہ فتاویٰ نعیمیہ جلد سوم ص ۴۴۹ سے شروع ہو کر ۴۵۵ تک ہے۔ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ میری حاضری ممکن نہ ہو مگر یہ مقالہ ہی میں حاضری تصور کیجئے گا۔ اب ذرا مکالمہ ملاحظہ ہو کہ حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارے محترم

پیر اختر صاحب سجادہ نشین علی پور شریف ایک غلطی کا شکار تھے کہ نماز فرض کے بعد ذکر جہر منع ہے۔ جب آخری بار گجرات تشریف لائے تو میرا ان کا چند منٹ کا مکالمہ ہوا۔ جب میرے دلائل سنے تو خاموش ہو گئے اور مسکراتے ہوئے آخر میں فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت معتبر نہیں کیونکہ وہ بچے تھے اور بچپن کی روایت معتبر نہیں ہوتی۔ میں نے کہا حضرت واقعہ بچپن کا ہے مگر روایت جوانی کی ہے اسی لئے تمام محدثین نے اس کو معتبر مانا۔ اب کس کی جرات اس روایت کو معتبر نہ مانے۔ پھر فرمانے لگے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سونے والے کی نیند میں قرآن پاک کی تلاوت میں نمازی کی نماز میں خلل آئے یا بیمار کو تکلیف آئے تو ذکر بلند منع ہے میں نے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت کا فرمان بعد نماز فرض یا جماعت مساجد کے متعلق نہیں بلکہ یہ ذکر جہری گھر ہسپتال مدرسوں یا بے وقت بلندی ذکر سے متعلق ہے میری اس ایک گھنٹہ خوش گوار با ادب، با دلائل گفتگو کے بعد پیر صاحب علیہ الرحمۃ بالکل خاموش ہو گئے۔ اور کچھ بات تو نہ کی مگر چہرے کے پر رونق تاثر سے پتہ لگتا تھا کہ آپ اپنے نظریئے سے رجوع پر آمادہ ہیں۔ مجھ کو امید تھی کہ اگر زندگی وفا کرتی تو ضرور رجوع فرما لیتے۔



کرم ہے کہ اپنے روسیاہ گناہگار غلام کو اپنے رشک ملائکہ شہر اقدس میں رہنے کی اجازت دی۔ میں نے خوب دل و جگر ٹھنڈا کیا، کبھی باغ دیکھے، کبھی کھیت، کبھی کچی گلیوں کی خاک سر آنکھوں سے لگائی، بہت مزارات مقدسہ کی زیارت کی نبی کریم کے والد محترم حضرت عبداللہ موحدین کے سردار کے مزار والے مکان کو باہر سے دیکھا اس سے ذرا ہٹ کر حضرت عکاشہ جن سے قریش کی نسل چلی کی قبر انکے اپنے مکان کے اندر بنی ہے جو کہ ۱۹۷۳ء تک تو اپنے گھر میں موجود تھی بعد میں نجدی حکومت نے گرادی۔

وصال شریف

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے شب جمعہ ۲۱ رمضان المبارکہ ۱۴۲۶ھ و ۲۰۰۴ء رات ۱۰:۳۰ منٹ پر سفر آخرت کا آغاز فرمایا، لندن کے ہسپتال ویلس کراس میں زیر علاج تھے، وصال شریف سے ایک ہفتہ پہلے فرمایا کہ میری زندگی کی اب آخری بیماری ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ میری خدمات قبول فرمائے۔ اور خاتمہ بالایمان فرمائے ہسپتال میں بھی ایمان پر خاتمہ کی دعا کرتے رہے اور حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار غوث پاک کے قاصدوں کا ذکر کیا کہ تیاری کیلئے کہا۔ جب قاصد آئے تو بقول حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ انکے ہاتھوں میں پھولوں کے گلدستے تھے، خدمت پر مامور آدمی سے فرمایا کہ ان قاصدوں سے پھولوں کے گلدستے پکڑو۔ اب انہیں کیا نظر آتا۔

پھر تین دن کے بعد یونہی ہلکی سی سانس آئی، حضور مفتی اسلام علیہ الرحمۃ کی نظر بالکل سامنے والی دیوار پر جمی رہی اور مسکراتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اور ۲۳ رمضان المبارکہ کو آپ کا جسد مبارکہ پاکستان لایا گیا اور آپکی نماز جنازہ حضرت علامہ مفتی امین الدین علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ مفتی محمد صابر الامینی صاحب نے چوہدری ظہور الٰہی سٹیڈیم گجرات میں پڑھائی، زندگی کے تمام شعبہ جات کے سے تعلق رکھنے والے حضرات نے آپ کے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی، خصوصاً دیوبندی

اور وہابی وغیرہ بھی کثیر تعداد میں آئے ہوئے تھے، اور ادھر وصال شریف ہوئے تین دن گزرنے کے باوجود چہرہ مبارک کہ تروتازہ، نرم ملائم، اور مسکراتا ہوا۔ بڑے روح پرور مناظر دیکھنے والوں نے دیکھے۔ علاوہ ازیں کہ اسی دوران پیر افضل قادری صاحب نے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا کہ اے اہل گجرات آؤ اگر کسی نے سچے عالم دین اور ولی اللہ کا چہرہ دیکھنا ہے۔ اور دیکھو کہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا چہرہ مرنے کے بعد کیسا ہوتا ہے۔ بوقت وصال شریف آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے مشن کے سفیر تھے، اور بلاشبہ اسلاف کی زندہ تصویر تھے، اور واقعی اللہ والوں کے چہرے کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ قبلہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کا شمار بھی انہی بزرگوں میں ہوتا تھا۔

آپ کا مزار پرانوار مدرسہ غوثیہ نعیمیہ برائے طلباء سپال کالونی محلہ مسلم آباد گجرات میں عقیدت مندوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے دن رات لوگ آپ کے مزار کی حاضری کے دوران فیوض وبرکات سمیٹ رہے ہیں۔



جانشین حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس جہان آب و گل سے جاتے ہوئے اپنے بعد ورثہ علمی کی شکل وصورت میں جناب ذی وقار نائب مرشد جانشین مسند آراء صاحبزادہ محمد عبدالقادر خان نعیمی ادام اللہ اقبالہ اطال اللہ عمرہ، عطا فرما گئے ہیں، جو کہ پیر روشن ضمیر اور روشن دل ودماغ کے مالک سیرت اخلاق میں کامل گفتار کے پکے دین دار پابند صوم وصلوٰۃ۔

فاضل جلیل ہیں، عالم فارسی ماہر علوم، نکتہ دان، شناسائے علوم عقلیہ ونقلیہ فقہ تصوف ہیں ہمہ تن خدمت دین وعوام میں مشغول ہیں، دست کشادہ مائل بہ سبقت، دعا ہے مولا تعالیٰ عزوجل ان نائب مفتی اعظم مفسر قرآن رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر نعیمی کو کامل ومکمل فرمائے اور انکی عمر عزیز میں اضافہ فرمائے اور برکت وانشراح صدر کی دولت اور سکون قلب عطا فرمائے۔ آمین۔

اختتامیہ

میں نے یہ مختصر احالات مبارکہ اللہ تعالیٰ اور پیارے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور اس لئے لکھے کہ جس نے کسی مومن کی تاریخ لکھی گویا کہ اس نے اسے زندہ کر دیا اور ذکر انبیاء کرام علیہم السلام عبادت ہے اور ذکر صالحین گناہوں کا کفارہ اور موجب نزول رحمۃ الٰہی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی چند جہلاء کی طرف سے مخالفت اور انہیں علمائے اہلسنت سے خارج کرنے کی مذموم کوشش صرف اسی وجہ سے تھی کہ آپ نے مسئلہ دیت وحضرت خضر علیہ السلام میں تحقیق حق فرمائی اور باطل پرستوں کے عقائد باطلہ پر ضرب کاری لگائی۔ وگرنہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ انکے ہمنوا بن جاتے تو یقیناً انکی آنکھوں کے تارے ہوتے اور القابات کی بارشیں لگا تار جاری رہتی، امید ہے کہ اس کاوش کو بنظر تصلب مطالعہ میں لایا جائے گا نہ کہ بنظر تعصب، ہدایت میرے رب تعالیٰ کے ذمہ ہے جسے چاہے نواز دے۔

فقط محمد راشد نعیمی

خادم درگاہ غوثیہ نعیمیہ برکاتیہ اقتداریہ

۵ شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ ۲۰۱۷ء



نعیمی کتب خانہ، لاہور
042-37248927
Email:naeemikutubkhana.786@gmail.com